فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	اِنتساب جمیل	۱۱
۲	تقریظ (جگر گوشہ حضور شیخ العالم حضرت علامہ صاحبزادہ پیر نور العارفین صدیقی)	۱۳
۳	تقریظ (حضرت علامہ مفتی یار محمد خان قادری)	۱۵
۴	تقریظ (پروفیسر علامہ محمد الیاس اعظمی)	۱۷
۵	تقریظ (علامہ ساجد الہاشمی)	۲۰
۶	عرضِ مرتب	۲۳
۷	مرتب کا پیغام۔نوجوانوں کے نام	۲۸
۸	پہلا باب: **توحید**	۳۱
۹	صرف عقیدۂ توحید کا قائل تو شیطان بھی تھا	۳۴
۱۰	بولنے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے	۳۷
۱۱	دوسرا باب: **رسالت**	۳۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۲	نبی اور رسول	۳۹
۱۳	امتیازی خصوصیات	۴۰
۱۴	نبی اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے	۴۱
۱۵	نبی (نائبِ خدا) قوم کے درمیان	۴۳
۱۶	آپ ﷺ کا سفر معراج	۴۶
۱۷	چاند کا دو ٹکڑے ہونا	۴۶
۱۸	آسمان کے ستاروں کی تعداد اور امتی کے اعمال کا جاننا	۴۷
۱۹	پتھروں اور درختوں کا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ سے سلام پڑھنا	۴۷
۲۰	ڈوبا ہوا سورج واپس آنا	۴۸
۲۱	انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا	۴۹
۲۲	جنگِ موتہ کا آنکھوں دیکھا حال مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتانا	۴۹
۲۳	خارجیوں کے بارے خبر دینا	۵۰
۲۴	قبروں کا حال جاننا	۵۲
۲۵	جنگِ بدر سے ایک دن پہلے بتانا کہ کون کافر کہاں مرے گا	۵۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۲۶	قیامت تک ہونے والے واقعات کا تھوڑے سے وقت میں بتا دینا	۵۵
۲۷	یہود ونصاری شرک میں مبتلا ہوگئے	۵۶
۲۸	امتِ محمدیہ شرک سے محفوظ ہے	۵۸
۲۹	خدارا!	۶۶
۳۰	❁ تیسرا باب: **رحمت**	۶۸
۳۱	❁ چوتھا باب: **شانِ شاہدیت**	۷۱
۳۲	❁ پانچواں باب: **علمیت**	۸۶
۳۳	❁ چھٹا باب: **حیات**	۹۶
۳۴	❁ ساتواں باب: **نورانیت**	۱۰۹
۳۵	❁ آٹھواں باب: **وسیلہ**	۱۱۵
۳۶	آیئے دیکھیں کہ وسیلہ سے کیا مراد ہے؟	۱۱۶
۳۷	وسیلۂ عظمیٰ	۱۱۹
۳۸	❁ نواں باب: **استعانت**	۱۲۵
۳۹	کہاں ہم اور کہاں وہ بندگانِ خدا علیہم الرحمۃ	۱۳۲

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۴۹	دسواں باب: **ختمِ نبوت**	۴۰
۱۵۸	ہوشیار! ہوشیار! ہوشیار! مسلم نوجوان ہوشیار!	۴۱
۱۵۹	گیارہواں باب: **انبیاء و رسل** علیہم السلام	۴۲
۱۶۱	انتہائی محتاط رہنے کی ضرورت ہے	۴۳
۱۶۵	بارھواں باب: **آسمانی کتابیں**	۴۴
۱۶۹	تیرہواں باب: **آباء و اجداد** رضی اللہ عنہم	۴۵
۱۷۸	چودھواں باب: **اہلِ بیتِ اطہار** رضی اللہ عنہم	۴۶
۱۸۱	سادات کرام	۴۷
۱۸۴	عظمت ہی عظمت	۴۸
۱۸۶	ڈر تھا جس کا آخر وہی ہوا	۴۹
۱۹۴	پندرہواں باب: **صحابہ کرام** رضی اللہ عنہم	۵۰
۱۹۵	یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے	۵۱
۲۱۰	اہلِ ایمان توجہ طلب بات ہے!	۵۲
۲۱۴	اَفضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۵۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۵۴	سولہواں باب: **اہلِ باطل کی گستاخانہ عبارات کا علمی محاکمہ**	۲۲۳
۵۵	گستاخی اور بے ادبی پر مبنی عبارات	۲۴۲
۵۶	تفہیم القرآن	۲۴۳
۵۷	ترجمان القرآن	۲۴۴
۵۸	رسائل و مسائل	۲۴۶
۵۹	متفرق عبارات	۲۴۷
۶۰	اہل تشیع کی توہینِ خلفاء راشدین ، صحابہ اکرام اور امہات المومنین رضی اللہ عنہم	۲۴۸
۶۱	قادیانیوں کی گستاخانہ عبارات	۲۵۲
۶۲	دیوبندی، وہابی،تبلیغی گروہ کے چندعقیدے	۲۵۴
۶۳	دعوتِ فکر	۲۶۱
۶۴	**حي علی الفلاح!**	۲۶۴
۶۵	سترہواں باب: **اولیائے کرام** رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین	۲۶۶
۶۶	ان کے قریب ہو جایئے!	۲۷۲

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲۷۵	مرشدِ کامل کی پہچان!	۶۷
۲۷۸	ضرورتِ مرشدِ کامل!	۶۸
۲۷۹	ہوشیاری کی ضرورت ہے!	۶۹
۲۹۰	دردمندانہ گذارش ہے کہ	۷۰
۲۹۲	اے زندگی کے مسافرو!	۷۱
۲۹۴	دعائیہ کلمات	۷۲

﴿اِنتساب جمیل﴾

بندہ ناچیز اس حقیر سی کاوش کو

مُرشد کریم آفتاب علم وحکمت عالمی مُبلغ اسلام، قائدِ تحریک تحفظِ ناموسِ رسالت حضور شیخ العالم

حضرت علامہ **پیر محمد علاؤالدین صدیقی** دامت برکاتہم العالیہ فیوضات العالیہ

کے نام کرتا ہوں جن کی بدولت

قلب و روح کی تسکین نصیب ہوئی۔

تیری نسبت نے سنوارا میرا انداز حیات
میں اگر تیرا نہ ہوتا سگ دنیا ہوتا

خاکپائے سرکار نیروی رحمۃ اللہ تعالیٰ
محمد نواز صدیقی ہزاروی
خادم دربار عالیہ نیریاں شریف

﴿تقریظ﴾

جگر گوشہ حضور شیخ العالم حضرت علامہ صاحبزادہ پیر نور العارفین صدیقی۔ (آستانہ عالیہ نیریاں شریف)

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے مخلوق کے بہترین نفوس منتخب فرمائے جن کو رب العزت نے نبی اور رسول جیسے پاکیزہ ناموں سے متعارف کروایا۔ ان ہستیوں سے ہمہ وقت ہدایت ہی ملتی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں کو تمام صغائر و کبائر معاصی سے محفوظ فرما کر مامون اور معصوم بنایا۔ ان پر ایمان لانے میں ضروری ہے کہ انہیں ہر طرح سے باکمال اور عیوب سے پاک سمجھا جائے۔ لیکن بدنصیبی سے ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو انبیاء اور مرسلین کی پاکیزہ ہستیوں میں نقص تلاش کرتے رہے اور خود رب العالمین ان کے اعتراضات کا رد فرماتا رہا۔ اور اس کے بعد امت میں ان لوگوں کا علمی محاسبہ کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو زیورِ علم و معرفت سے مزین کرتا رہا۔

آج بھی ایسے لوگ ہمیں نظر آتے ہیں جو عقائد میں انتہائی کمزور اور گمراہی میں بہت آگے بڑھ چکے ہیں۔ معمولات اہل سنت اور وہ مسلمہ عقائد جو انبیاء کی عصمت اور ان کے باکمال ہونے کی وضاحت کرتے ہیں آج ایسے لوگ موجود ہیں جو ان عقائد میں اختلاف ڈال کر مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ کتاب ''آوازِ ایمان'' در اصل علامہ محمد نواز ہزاروی صاحب کی ایک انتہائی مخلصانہ کاوش ہے جس میں ان کی کوشش ہے کہ اہل ایمان اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور ماشاء اللہ دلائل کی روشنی میں طوالت کلام سے بچتے ہوئے مختصر انداز کو اپنایا اور تقریباً تمام مختلف فیہ مسائل پر قلم اٹھایا۔ مجھے

امید ہے کہ یہ مختصر اور جامع کتاب عوام کے لیے حصولِ معلومات اور تحفظِ عقائدِ حقہ کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔ اللہ اس کتاب کا فیضان عام فرمائے اور علامہ محمد نواز ہزاروی صاحب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین

﴿تقریظ﴾

بعد از حمد وصلوٰۃ طالب رحمت لم یزل بندہ ناچیز مفتی یار محمد خان قادری عرض گزار ہے کہ منزل کا تعین سفر کی کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ وسائل سفر کتنے ہی عمدہ ہوں اور مسافر کی نیت کتنی ہی نیک ہو اگر منزل واضح نہیں تو ہر چیز بیکار ہے کیونکہ وسائل منزل کے حصول کے لیے ہی ہیں اور اگر یہی علم نہ ہو کہ کہاں پہنچنا ہے تو چلنا بیکار ہے۔ بلکہ بسا اوقات مضر پڑتا ہے۔ اگر منزل کا تصور واضح نہ ہو تو امکان ہے کہ مسافر کسی غلط سمت کو ہی چل دے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جتنا وہ چلے گا اتنا ہی منزل سے دور ہوتا جائے گا۔ پس ایسی حالت میں نہ چلنا چلنے سے بہتر ہوگا۔ تصور منزل کی غلطی کی صورت میں، نہ چلنے سے منزل کا قرب نہیں حاصل ہوسکتا لیکن اگر چلا جائے تو قرب کی بجائے الٹا بُعد بڑھتا چلا جائے گا۔

پس لازم ہے کہ آغاز سفر سے پہلے، منزل کا قطعی تصور، مسافر کے سامنے موجود ہو۔ جس طرح کسی مسافر کی سفر کی کامیابی اور افادیت، تصور منزل کی صحت پر مبنی ہوتی ہے۔ اسی طرح اعمال صالحہ کی قبولیت عقائدِ حصہ پر مبنی ہے۔ تصورِ منزل غلط ہو تو سفر بیکار ہوگا اور اگر عقیدہ غلط ہو تو اعمال بھی قطعاً بیکار ہوں گے۔ مذکورہ بالا مثال سے ایمان اور عمل کے باہمی ربط کو سمجھ لیجئے۔ ایمان ہی وہ منزل ہے جس کے حصول، قرب یا یافت کی خواہش کے پیش نظر اعمال کو پرکھا جائے گا۔

اگر ایمان نہ ہو، یا غلط ہو تو پھر تمام اعمال بیکار ہو کر رہ جائیں گے۔ یہی وہ نظریہ ہے جس کا فقدان، یا جس میں غلطی ہر عمل کو عمل صالح کی فہرست سے نکال دے گی اور ان کو حرف غلط کی طرح بیکار قرار دے دے گی۔ وہ کون سا ظاہری عمل اور وقتی قربانی تھی جو منافقین کی فہرست اعمال میں موجود نہ تھی۔ وہ کون سا بظاہر اچھا قول وفعل تھا جو مخلص مومن کرتے تھے لیکن منافقین نہ کرتے تھے؟ منافقین کی وضع قطع اور میل ملاپ، سبھی کچھ مومنوں سے ملتا جلتا تھا کہ صحبت رسالت مآب ﷺ بھی مومنوں کی طرح ہی منافقوں کو بھی میسر تھی۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ منافقین کے تمام اعمال اور ظاہری حسنات اکارت

ہی گئے۔ ان کی ہر نیکی بدی قرار دی گئی اور ان کے ہر بظاہر اچھے عمل کو مردود قرار دیا۔ صرف اسی لئے کہ یہ وہ مسافر تھے جن کا تصور منزل غلط تھا۔ لیکن مذہبی اصطلاح میں یوں کہیے کہ یہ ''بے ایمان عامل'' تھے۔ پس ہر عمل تب ہی صالح بن سکتا ہے جبکہ ایمان صحیح ہو۔ ورنہ مذہبی زندگی کا تمام تانا بانا خرافات سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

حکم قرآنی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ. (۱)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔''

میں ایمان کا تقدم اور عمل کا تاخر اسی حقیقت کا غماز ہے۔ فقیر نے جب مذکورہ بالا حقیقت کی ترجمان کتاب المعروف آوازِ ایمان کو دیکھا تو اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ محققِ اہلسنت ترجمان مسلکِ اولیاء، خلیفہ مجاز سرکار نیروی حضر علامہ الحاج محمد نواز ہزاروی صدیقی نقشبندی دامت برکاتہم العالیۃ نے اس کتاب کو لکھنے میں توحید باری تعالیٰ، عشقِ رسول ﷺ، عقائد باطلہ کا رد اور مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کی اشاعت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ الحمد اللہ اس وقت کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، کوئی بھی صاحبِ بصیرت اور علم وفن میں کمال مہارت رکھنے والا انسان اس کتاب کا مطالعہ کرے گا تو اُسے یہ تسلیم کئے گئے بغیر کوئی چارا نہیں ہو گا کہ حضرت علامہ کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر منہم رساں دِقت نظر اور علوم سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ رب العزت سے امید واثق ہے کہ یہ کتاب انشاء اللہ حضرت علامہ کیلئے صدقہ جاریہ اور قارئین کیلئے علمی ذخیرہ ہو گی۔ صلی اللہ حبیب محمد ﷺ و علیٰ الہ و اصحابہ اجمعین.

مفتی اعظم برطانیہ، استاذ العلماء حضرت علامہ
مفتی یار محمد خان قادری
صدر مدرس جامعہ اسلامیہ حضرت سلطان باہو ٹرسٹ، یو۔کے

---

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۷۷

﴿تقریظ﴾

انسان دو چیزوں روح اور بدن کے مجموعے کا نام ہے۔ جب تک دونوں کے درمیان تعلق قائم رہتا ہے تو اسے زندہ شمار کیا جاتا ہے لیکن جب روح نفس عنصری سے نکل جائے تو اسے میت، مردہ (Dead body) کہا جاتا ہے اور کوئی شخص اس کو زندہ شمار نہیں کرتا۔ یہ ایک مسلمہ اور نا قابل انکار حقیقت ہے اس لئے خالق الناس نے ان دونوں چیزوں کی نشوونما کے لئے انبیاء کرام کی وساطت سے جو احکام عطا فرمائے ہیں وہ بھی بنیادی طور پر دو پہلوؤں سے متعلق ہیں یعنی ایمان اور عمل ان میں سے ایمان جس کو عقیدہ کہا جاتا ہے، کی حیثیت بیج کی ہے جب کہ اعمال کی حیثیت تنا اور برگ وثمر کی ہے۔ اس لئے جس طرح سے زندگی کے لئے روح اور جسم کے باہمی تعلق کا قائم رہنا ضروری ہے اسی طرح سے زندگی کے لئے روح اور بدن کے باہمی تعلق کا قائم رہنا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح سے دنیا و آخرت میں حقیقی کامیابی پانے کے لئے عقیدہ وعمل دونوں کا صحیح ہونا بھی لازمی ہے۔ ان دونوں میں سے ایمان کے اندر کوئی خرابی یا نقص پیدا ہوگیا تو پھر اعمال کی کثرت بھی اخروی کامیابی کی ضامن نہیں بنتی اس کے برعکس اگر اعمال میں کچھ قدرے کمزوری رہ جائے لیکن عقیدہ و ایمان صحیح ہوا تو انجام کار انسان کی بخشش ہو جائے گی۔

انبیائے کرام جو دنیائے انسانی کی طرف اللہ تعالیٰ سے نبوت و رسالت کا تاج پہنے تشریف لاتے رہے ہیں، ان سب کے اسلوب دعوت کا مشترکہ نقطہ جو ہمیں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ نبوی دعوت کا آغاز عقیدہ و ایمان کی اصلاح سے شروع ہوتا ہے اور اخلاق و اعمال کی اصلاح پر منتہی ہوتا ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے علماء اس اعتبار سے بڑے خوش نصیب ہیں کہ وہ اس زمین میں نیابۂ کار نبوت سرانجام دیتے ہوئے شجر ایمان کی آبیاری کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ عامۃ الناس کے عقیدہ و ایمان اور اخلاق و اعمال کی

حفاظت اس دور میں سر انجام دے رہے ہیں جب کہ مادیت نے معاشرتی سطح پر اس طرح پنجے گاڑے ہوئے ہیں کہ دین و مذہب کا نام لینے پر بھی تیار نہیں۔ دین کو ایک نجی و ذاتی مسئلہ قرار دیا جاتا ہے اس پر مستزاد مغربی ماحول اور وہاں کا معاشرہ ہو، جہاں زندگی کا پہیہ چکی کے پاٹ کی طرح چل رہا ہے اور کسی کے پاس کسی دوسرے انسان کے لئے دکھ درد میں شریک ہونے کا بھی وقت نہ ہو۔ ایسے ماحول میں قلم و قرطاس سے رشتہ قائم رکھنا اور کسی موضوع پر مدلل علمی و تحقیقی کتاب پیش کرنا ''فضل ربی'' کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔

اسلام کی تاریخ ایسی ہستیوں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے نامساعد حالات میں دعوتِ حق کو پورے ایمانی جذبہ کے ساتھ جاری رکھا تو رب العلیٰ نے اخلاص پر مبنی اُن کی کوششوں کو شرف قبولیت سے نواز کر دین و ایمان، اخلاق و اعمال کو علو و عظمت کی بلندیاں عطا کے ایسے رجال حق کو ''علاؤ الدین'' بنا دیا بلکہ ترویج دین میں جو کوئی اُن کا ہم رکاب ہوگیا اسے بھی اپنی ظاہری و باطنی ہزاروں نوازشات سے سرفراز کرتے ہوئے عملاً ''نواز ہزاروی'' بنا دیا۔

زیر نظر کتاب ''آواز ایمان'' من ينادى الايمان کا ایک پیکر محسوس ہے جس کو حضرت العلام، مقرر شریں بیان، خطیب نکتہ دان، چمنستان کرم دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا کے گل سرسبد اور گلستان نیریاں کے علامہ محمد نواز صدیقی کے رشحاتِ فکر کا نتیجہ ہے جس میں انہوں نے بڑے ہی سلیقے قرینے سے الفاظ و ترکیب کو ہفت رنگ پیرے کی صورت ڈھال کر باذوق اہل علم و تحقیق اور عام قارئین تک پہنچا رہے ہیں کہ اس کی ہر ہر کرن قاری کو دعوت مطالعہ دے رہی ہے اور اس کے فکری دریچوں کو بھی واہ کرتی جاتی ہے جس سے طلب صادق رکھنے والوں کے کانوں سے جب ''آوازِ ایمان'' ٹکراتی ہے تو اسے صدیقی نسبت سے ہمکنار کر دیتی ہے۔

دعا ہے کہ رب ذو المنن علامہ محمد نواز ہزاروی کی اس قلمی کاوش سے اہل زیغ کے شک و ریب کا قلع قمع کر کے انہیں نور ہدایت سے روشن منور فرمائے اور اس کے فاضل

مؤلف، ناشر اور قارئین کے لئے زاد راہ بنائے۔

این دعا از من و جمله جهاں آمین باد

(پروفیسر علامہ) محمد الیاس اعظمی

شریعہ کالج منہاج یونیورسٹی لاہور

۸ اپریل ۲۰۱۴ء

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ

بدھ وار

﴿تقریظ﴾

عمل جسم ہے اور عقیدہ روح ہے۔ جس طرح روح کے بغیر جسم نہ صرف بے کار ہے بلکہ نقصان دہ ہے۔ اسی طرح عقیدہ کی صحت کے بغیر عمل نہ صرف بے فائدہ ہے، بلکہ ہلاکت اور بربادی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے عقیدے کی صحت اور تحفظ بہت ہی زیادہ ضروری ہے۔

آج کل بدعقیدگی کا ایک طوفان بپا ہے۔ بہت سارے لوگ قرآن، حدیث اور اسلام کے نام پر اُس عقیدہ کی دولت ہماری نسلِ نو سے لوٹ رہے ہیں، جو ہمارے اسلاف اور والدین سے ہمیں میسر آئی تھی۔ بہت سارے صحیح العقیدہ والدین کی اولاد اپنے ماں باپ کو کافر، مشرک اور بدعتی سمجھتی بلکہ کہتی ہے۔

ہم پر خالقِ دو جہاں کا ابرِ کرم جھوم جھوم کر برسا کہ اس نے ہمیں عقیدۂ اہل السنۃ عطا کیا۔ لا ریب! یہی عقیدہ اسلامی عقیدہ ہے۔ اس میں محبتِ الٰہی کی لذت ہے۔ اس میں تعظیم رسالت کی حلاوت ہے۔ اس میں تکریم ولایت کی سعادت ہے۔ یہ عقیدہ بلاشبہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْر اولیں ہے۔ اس عقیدہ کی نگہبانی ہمارا فرض ہے۔ اس پاکیزہ عقیدہ کو اگلی نسلوں میں منتقل کرنا ہماری سب سے بڑی ذمہ داری ہے اور اس فرض اور ذمہ داری کی اہمیت اس کفرستان میں اور زیادہ ہو جاتی ہے جہاں ایک طرف عریانی، فحاشی اور بے حیائی کی سوغات ہو اور دوسری طرف لبادۂ اسلام میں متاعِ ایمان لوٹنے کی واردات۔

سونا پاس ہے سُونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مَت ہی نرالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

ہمارے آباء و اجداد نے ان پاکیزہ عقائد ونظریات کو ہم تک منتقل کر کے اپنی

ذمہ داری ادا کر دی ہے۔ اب یہ ذمہ داری ہمارے کاندھوں پر ہے اور ہم اس ضمن میں پرلے درجے کی سستی کا شکار ہیں۔

بدعقیدہ لوگوں کا ایک ایک فرد اپنے عقیدہ اور اس کے دلائل سے آ گاہ ہے۔ وہ صحیح العقیدہ لوگوں سے بحث کرتا ہے، ان کو لاجواب کرتا ہے۔ جبکہ صحیح عقیدہ لوگوں کے علماء کے بچے بھی اپنے عقائد و دلائل سے ناواقف ہیں۔ یہ امر گہرے غور غوض کا متقاضی ہے۔

فَا عْتَبِرُ وْا یٰٓا ُولِی الْاَبْصَار. (۱)

اربابِ فکر ونظر کو ہر سطح اور ہر نہج پر اس طوفانِ بدعقیدگی کے خلاف بڑی سنجیدہ منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔ اگر ہم نے اس میدان میں مزید تساہل اور تکاہل سے کام لیا، تو خاکم بدہن دنیا میں ناکامی ہمارا مقدر ہوگی اور آخرت میں بھی ہماری قسمت میں نامرادی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تاجدار کائنات ﷺ کے تصدّق سے مسلکی حوالے سے ہر میدان میں کامیاب و کامران فرمائے۔

برادرِ مکرم حضرت علامہ محمد نواز صاحب ہزاروی نے وقت کی اہم ترین ضرورت کو محسوس کیا، عملاً قدم بڑھایا اور انتہائی سلیقہ شعاری اور ہنر مندی سے عقائد کی توضیح و تفصیل کا ایک سلیس، عام فہم اور پرکشش گلدستہ تیار کر دیا۔ آج کے اس سلگتے ہوئے دور کے جو اہم مختلف فیہ مسائل تھے ان پر سیر حاصل قلم اٹھایا۔ آپ نے کوئی نئی تحقیق پیش نہیں کی بلکہ اہل السنّت کے اکابر علماء کی توضیحات وتشریحات کو ایک منطقی اور دل فریب انداز سے یکجا کر دیا۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

آواز ایمان واقعتاً آوازِ ایمان ہے۔ اس آواز کو سننا ہی ہر صاحبِ ایمان کے ایمان کا بنیادی تقاضہ نہیں بلکہ اپنے حلقۂ احباب تک پہنچانا بھی مسلکی فرض ہے۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی سچی اور سچی محبتوں کے امین، مخلص اور ہمدرد لوگ

---

(۱) الحشر، ۵۹: ۲

ایمان کی اس آواز کو ہر صاحب شعور تک پہنچائیں گے۔

ہمیں مسجدوں کے نظام تعلیم پر بھی بھرپور توجہ دینی چاہئے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے ضروری مسائل کے ساتھ ساتھ بالکل ابتداء سے ہی ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر عقائد کی تعلیم بھی دینی چاہئے۔

اس مقصد کے حصول کے پیشِ نظر احقر نے بھی ایک خام کوشش کی ہے اور عقائدِ اہلِ سنت کے نام سے اپنے اکابر کے ارشادات کو جدید انداز سے مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب نصابی کتاب کے نہج پر ترتیب دی گئی ہے۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ مسلک کے ہمدرد اور مخلص لوگ اس کو مساجد اور مدارس کے اندر داخلِ نصاب فرمائیں گے۔

میں صمیم قلب سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ تاجدارِ کائنات ﷺ کے تصدق سے علامہ ہزاروی صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور قیامت کے دن ہم سب کو صاحبِ لولاک تاجدارِ کائنات ﷺ کے لواء الحمد کے نیچے جگہ عطا فرمائے اور آپ ﷺ کی شفاعتِ عظمیٰ سے بہرہ مند فرمائے۔

خادمُ العلم والدِّین

ساجد الھاشمی

برنلے ربیع الاول ۱۴۲۶ھ مئی ۲۰۰۵ء

﴿عرضِ مرتب﴾

یوں تو پورا عالمِ اسلام گردشِ لیل و نہار میں گرفتار ہے اور مسلم قوم کو گھناؤنی سازشوں سے ذلت اور پسپائی کی گھاٹیوں میں دھکیلنے کے لیے ظاہری معاملات کے لحاظ سے تباہ و برباد کیا جارہا ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی، بھیانک اور خوفناک سازش مسلم قوم کو روحانی و ایمانی لحاظ سے کمزور اور نحیف کرنے کے لیے روحِ محمد ﷺ ان کے دلوں سے نکالنے کی ہے۔ اس سے نہ صرف دنیا بلکہ آخرت کا تباہ و برباد ہونا بھی یقینی ہے۔

نہایت چالاکی سے قرآن و سنت کے نام پر ایسے عقائد و افکار کی ترویج و اشاعت کی جارہی ہے جن میں نہ صرف عظمت و کمالات رسول ﷺ کا انکار ہے بلکہ توہین بھی پائی جاتی ہے۔مختلف روپ اور انداز میں قرآن و سنت سے ثابت، صحابہ کرام ﷺ، اہلِ بیت اطہار ﷺ، آئمہ دین ، اولیائے کاملین رحمہم اللہ تعالیٰ اور سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مؤید عقائد و معمولات جو آج تک تسلسل سے اُمتِ مسلمہ میں جاری و ساری ہیں اور جنہیں آج بھی کروڑوں مسلمان اپنائے ہوئے ہیں، انہیں کفر و شرک اور بدعت و حرام کے فتووں سے پامال کیا جارہا ہے اور ایسی کتب جن میں عقائدِ حقہ اور معمولاتِ مقدسہ کو شرکیہ اور بدعت و حرام لکھا گیا، ان کی اشاعت مختلف زبانوں میں کثرت سے ہو رہی ہے۔ بلکہ مفت تقسیم کی جاتی ہیں اور ہر گھر میں خصوصاً ہر نوجوان تک پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جب ایک صاف دل شخص اور پُر خلوص جستجو رکھنے والا مسلم نوجوان عقائد و احکام کو سمجھنے کیلئے ان کتب کا مطالعہ کرتا ہے تو بدقسمتی سے صحابہ کرام ﷺ سے لے کر موجودہ دور کے کروڑوں مسلمانوں کے عقائد و معمولات کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔ کمالاتِ رسول ﷺ کے انکار کی جرات کرنے لگتا ہے۔ بلکہ توہین آمیز الفاظ و عبارات پہ مشتمل کتب کے مطالعہ اور متشدد گروہوں کی مسلسل تربیت اور صحبت کی وجہ سے

انتہا پسندی کا شکار ہو کر وہ بھی اپنے علاوہ دوسرے وہ مسلمان جو سلف صالحین کے تائید شدہ عقائد و معمولات پر کار بند ہیں ان کے ایمان میں شک کرتے ہوئے مشرک و بدعتی قرار دینا توحید کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔

درحقیقت ہر وہ عمل جس سے نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ کے خدا داد کمالات و اختیارات واضح ہوتے ہوں اور عوام الناس کے قلب و ذہن میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی اور آپ کے اہلِ بیت و صحابہ کرام علیہم الرضوان کی قدر و منزلت اور محبت وعقیدت جاگزیں ہوتی ہو ان کتب میں اِن اعمال کو شرک و بدعت اور حرام قرار دے کر ملت کے نوجوانوں کو ان سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی۔ اور امتِ مسلمہ کی صفوں میں اختلاف و انتشار کے ساتھ ساتھ مقبولانِ بارگاہِ الٰہیہ، سلف صالحین کی عظمت اور محبت گھٹانے کی سازش کی گئی۔ حالانکہ وہ عقائد و معمولات روزِ روشن کی طرح آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ طیبہ، روایات اور بندہ گانِ خدا کے معمولات سے ثابت ہیں۔ یہ صرف اپنے خود ساختہ اور غیر فطرتی عقائد کی وجہ سے ناجائز فتویٰ بازی کرنے اور زیرو کو ہیرو بنانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

یہ یونیورسل سچائی ہے کہ آخر حق ہی کا بول بال ہوتا ہے اور جھوٹے کا منہ کالا ہوتا ہے۔ UK میں آنے کے بعد میں نے بڑی شدت سے محسوس کیا کہ وہ نوجوان جو یہاں کی بے راہروی کی زندگی سے بیزار ہو کر سکون و راحت کے لیے، دین کو سیکھنے اور سمجھنے کی غرض سے اسلام کے دامنِ کرم و عافیت سے پوری طرح وابستگی اختیار کرنے کے لیے رجوع کرتا ہے اور شومئی قسمت جس نوجوان کو ایسی کتب مطالعہ کرنے کے لیے دستیاب ہوئیں تو اس کے صاف قلب و ذہن پہ فتویٰ زنی جلد اثر انداز ہوتی ہے۔ اور اسی طرح وہ نومسلم جو کلمہ پڑھتے ہی ایسی کتابوں کی STUDY کرتے ہیں وہ بھی پریشان ہوجاتے ہیں۔ وہ سوال کرتے پھرتے ہیں کہ کیا کلمہ پڑھنے کے بعد بھی مسلمان مشرک ہی رہتا ہے؟ اگر پہلے سے موجودہ کروڑوں مسلمان مشرک و کافر ہیں تو مزید کافر و مشرک لوگوں کو توحید کی طرف دعوت دینے کی کیا ضرورت ہے؟ بہر حال یہ کفر و شرک کے فتوؤں کے

پریس میں کتابیں شائع کرنے والے ایسے سوالات کو جواب دینے سے قاصر ہیں کیونکہ مسلمانوں کو کافر قرار دینا ان کا بہترین مشغلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیان کردہ من گھڑت اور بے ادب و گستاخ ذہن کی پیداوار عقائد پڑھنے والا اپنے والدین سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ کے والدین علیہما السلام کے ایمان کے بارے میں بھی بہکنے لگتا ہے۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہ تَعَالٰی۔

میں نے اس سلسلہ میں UK کے جید علماء ذی احترام سے عرض کیا کہ عقائد صحیحہ پر مشتمل ایک مختصر کتاب ترتیب دینے کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن وہ بھی دیگر مذہبی سرگرمیوں میں انتہا درجے کی مصروفیت سے دوچار ہونے کی وجہ سے عمل درآمد نہ کرسکے۔ شعبان المعظم کے آخری عشرہ میں نوجوانوں کی اس ضرورت کے بارے میں مخلص ساتھیوں کے ساتھ باتیں ہو رہی تھیں تو صاحبزادہ ضیاء المصطفیٰ صاحب جو کہ شہیدِ اہلِ سنت، استاذ العلماء، نائبِ محدثِ اعظم پاکستان شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نورِ نظر ہیں، جنہیں ماشاء اللہ دینی، مسلکی خدمت کا جذبۂ اخلاص ورثہ میں ملا ہے، انہوں نے فرمایا کہ:

''آپ خود کیوں نہیں ہمت کرتے؟ میں اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا، آپ ماشاء اللہ صلاحیت رکھتے ہیں، لکھنا شروع کریں باقی اہتمام ہو جائیں گے۔''

ان چند جملوں پہ مشتمل گفتگو تو ختم ہوگئی، لیکن شب و روز میری سوچ کا مرکز و محور بن گئی۔ اور اللہ کے حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے دعائیں ہونے لگیں کہ کاش میں اس قابل ہو جاؤں۔

ارادے باندھتا لیکن کم علمی اور بے بضاعتی آڑے آجاتی۔ شبِ برات کے رحمت بھرے لمحات میں محفلِ شب بیداری کے بعد آرام کرنا چاہا تو اسی سوچ نے نیند کو دور رکھا۔ پھر دفعۃً عزمِ مصمم نصیب ہوا کہ قادرِ مطلق کی ذات پر توکل اور حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہِ کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے جو کچھ کرسکتا ہوں وہ تو کروں۔ اسی جذبے کے پیشِ نظر لکھنا شروع کر دیا کہ شاید اس مقدس قافلہ کے مسافروں میں میرا نام بھی آجائے اور اخروی کامیابی نصیب ہو جائے۔

برادرانِ اسلام! علم و آگاہی کی اس ناپیدا کنار دنیا میں اپنی بے سروسامانی کا پورا پورا احساس کرتے ہوئے اکابر علمائے اسلام کی خوشہ چینی کی۔ اور اختصار کوملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ہر عقیدہ چند صفحات میں سمیٹنے کی کوشش کی تاکہ پڑھنے والے پر قلیل وقت اور تھوڑے الفاظ میں ہی عیاں ہو جائے کہ قرآن و حدیث اور سلف صالحین کی تائید وحمایت کدھر ہے؟

اسی مقصد کے حصول کے لیے قرآن وحدیث کی آیات و روایات اور مستند کتب کی عبارات میں جید علمائے دین کے ہی تراجم، تفاسیر وتشریحات کو درج کیا گیا، بلکہ مفہوم کی وضاحت کے لیے انہیں کے بابرکت الفاظ کا انتخاب کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حقائق سے پردہ اٹھانے کے لیے باطل نظریات کے حامل علماء کی عبارات مع حوالہ جات درج کی گئیں تاکہ حق کے مخلص متلاشی کے لیے حق و باطل میں موزانہ کرنا آسان ہو جائے۔ شکوک وشبہات کا ازالہ اور توفیق ایزدی سے راہِ مستقیم پہ استقامت سے گامزن رہنے کی سعادت حاصل رہے۔

بہر حال بندہ ناچیز نے ''آوازِ ایمان'' دیگر مصروفیات کے باوجود چندہ ماہ میں یعنی محرم الحرم 2 اپریل 2002ء بروز پیر کو اللہ کے فضل وکرم، اس کے محبوب کریم تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے طفیل، والد گرامی کی دعا اور مرشدِ ذی وقار دامت برکاتہم العالیہ کی نظرِ عنایت کے صدقے اس کی ترتیب و تالیف مکمل کی۔ اس امید بلکہ یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو امتِ مسلمہ کی نوجوان نسل کے خیالات کی درستگی اور عقائد کی پختگی کے لیے ممد و معاون فرمائے گا اور میرے لیے نجات کا سبب بنائے گا۔

آخر میں ان احبابِ ذی جاہ کا سپاس گزار ہوں جنہوں نے ''آوازِ ایمان'' آپ تک پہنچانے کے لیے اہتمام کیا۔ خصوصاً جناب صاحبزادہ ضیاء المصطفیٰ صاحب نے printing سمیت سارے انتظامات کیے ہیں۔ برادر اصغر محمد حامد الازہری اور عزیزم محمد خلیق عامر نے تحقیق وتخریج میں معاونت کی ہے۔ اللہ کریم انہیں دونوں جہانوں میں مزید

بھلائی عطا فرمائے۔ ہر ایک نے اپنی حسنِ کارکردگی سے کتاب کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیئے۔ بفضلہٖ تعالیٰ سب نے ہی مشنری جذبہ کے تحت اس کارِ خیر میں حصہ لیا۔ مجھ عصیاں شعار کی یہی دعا ہے کہ مخلصین کاملین کے توسل سے اللہ پاک سب کے اخلاص کو قبول فرمائے۔

آمین بجق سید المرسلین۔

قارئین حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ مجھے اپنی کم مائیگی اور کوتاہ اندیشی کا پورا پورا احساس ہے اس لیے تحریر و ترتیب میں جہاں کجی دیکھیں اسے میری ناپختگی پہ محمول کریں اور اسے درست کرنے میں میری رہنمائی فرمائیں۔

آپ کی عین نوازش ہوگی۔

''آوازِ ایمان'' کا مطالعہ کرنے سے پہلے تین مرتبہ حضور سرور کائنات ﷺ کی بارہ گاہ میں درود وسلام اور آپ ﷺ ہی کے وسیلہ سے بارگاہِ الوہیت میں

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ○ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلاَ الضَّآلِّیۡنَ○ آمِیۡن

کے الفاظ سے دعا کرنا ہرگز نہ بھولئے۔ ان شاء اللہ کرم ہی کرم ہوگا۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

ہمارا کام لکھ دینا، سنا دینا، بتا دینا
اگر مانو، زہے قسمت وگرنہ آپ کی مرضی

طالبِ دُعا:۔ محمد نواز صدیقی ہزاروی

مرتب کا پیغام۔نوجوانوں کے نام

سن اے نوجواں مسلم
تجھے قرآں بلاتا ہے
رب رحماں بلاتا ہے
ہے کیوں بنتا ہے تو ناداں
تجھے قرآں بلاتا ہے
تو اک بندہ خدا کا ہے
تو امتی مصطفیٰ ﷺ کا ہے
عقیدت رکھ صحابہؓ سے
تو خادم مرتضیٰ علیہ السلام کا ہے
تو بن سچا مسلماں!
تجھے قرآں بلاتا ہے
رب رحماں بلاتا ہے
کہیں سازش ہے افرنگی
کہیں چالیں ہیں دو رنگی
بظاہر ہے بڑا تقویٰ
اور سر پہ ہے بڑی لنگی

بچا لے اپنا تو ایماں!
تجھے قرآں بلاتا ہے
رب رحماں بلاتا ہے

تو اللہ کی عبادت کر
نبی ﷺ سے بھی محبت کر
شفقت ہو عزیزوں پر
بڑوں کی خوب خدمت کر
مساجد ہیں کیوں ویراں
تجھے قرآں بلاتا ہے
رب رحماں بلاتا ہے

تو والد کا سہارا بن
بہنوں کا ویر پیارا بن
خدمت کر تو امی کی
نہ تو نوجوان آوارہ بن
کیوں روتی ہے تیری ماں!
تجھے قرآں بلاتا ہے
رب رحماں بلاتا ہے

پیغامِ امن دیتا جا
نبی ﷺ کا نام لیتا جا!
ہدایت کے جو پیاسے ہیں
انھیں اسلام دیتا جا!
ہے سالک کا یہی اعلاں
تجھے قرآں بلاتا ہے

رب رحماں بلاتا ہے

❁ پہلا باب:

توحید

توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ توحید کا معنیٰ ہے اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا کہ تمام کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ وہ اپنی ذات و صفات، اسماء و افعال، کمالات اور بادشاہی میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ سب کا مالک ہے۔ وہ بے مثل و بے عیب ہے۔ وہ ظاہر و پوشیدہ، ہونی اور انہونی کو جانتا ہے۔ کائنات کی کوئی شے اس کے علم، قدرت اور اختیار سے باہر نہیں۔ اس کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ وہ حي اور قیوم ہے یعنی خود زندہ ہے اور سب کی زندگی اس کے ہاتھ میں ہے۔

جسے چاہے زندگی دے اور جسے چاہے موت دے۔ ہر پکارنے والے کی آواز کو سنتا ہے۔ اندھیرے اور اجالے میں ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ وہ اپنے علم، قدرت اور سماعت کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے۔ وہ کریم و رحیم ہے۔ ہم سب اس کے بندے ہیں۔ وہ اپنے بندوں سے ماں باپ سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ وہ گناہ بخشنے والا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اُس کے ذمہ کچھ واجب نہیں ہے، نہ ثواب دینا اور نہ عذاب دینا۔ وہ جو چاہے فیصلہ فرمائے، کسی کو دَم مارنے کی مجال نہیں۔ وہ اگر معاف کر دے تو اس کا فضل ہوگا۔ عذاب دے تو اس کا عدل ہوگا۔ قیامت کے دن وہ اپنے فضل سے جنت عطا کرے گا اور کافروں کو اپنے عدل سے جہنم دے گا۔

ویسے تو قرآن مجید کی متعدد آیات اللہ تعالیٰ کی واحدنیت کا سبق دیتی ہیں۔ اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صرف سورۂ توحید پر اکتفا کرتے ہیں:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْo وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo﴾ (۱)

اس سورت میں عقیدۂ توحید بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں لوگوں کے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کر دیا گیا۔ اس مفہوم کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ وہ ایک ہے۔ وہ ایسا ایک ہے کہ ذات وصفات اور کمالات میں اس جیسا کوئی دوسرا نہیں۔ اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا اور نہ ہی اس نے کسی کو جنم دیا ہے۔ وہ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔ اس کی ذات فانی اور حادث (جو پہلے موجود نہ ہوں) جیسی خصوصیات سے پاک ہے۔

یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام کی نسبت جو الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں اس کا بطلان بھی کر دیا گیا کہ وہ الٰہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جو پیدا ہو، رہنے اور جینے میں کسی کا محتاج ہو وہ الٰہ نہیں ہوسکتا۔ الٰہ تو وہ ذات ہے جو صمد ہے، کائنات کی ہر مقدس ہستی اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ بے نیاز ہے۔ یاد رہے کہ یہ اُس کی ساری صفات ذاتی، لافانی اور لا محدود ہیں۔ مخلوق کے تمام کمالات خالق و مالک کے عطا کردہ ہوتے ہیں، فانی، محدود اور حادث ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے اور صفاتی نام بے شمار ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس نے یاد کر لئے وہ جنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا فرمایا۔ زمین وآسمان، ستارے اور سیارے، انسان وحیوان اور دیگر مخلوقات میں اپنی ذات وصفات اور قدرت وکمال کی بے شمار نشانیاں رکھی ہیں۔ تھوڑی عقل والے انسان پر بھی اس کا موجود ہونا، ایک ہونا، قادر وحکیم ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہو جاتا ہے۔

---

(۱) الاخلاص، ۱۱۲: ۱۔۴

تاریخِ انسانی شاہد ہے کہ صرف عقل اس ذات والا صفات تک رسائی اور اس کے عرفان کے لیے ناکافی ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرماتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور قرب و وصال کی طرف عقلِ انسانی کی رہنمائی فرمائی۔ وحدانیتِ باری تعالیٰ پر انہوں نے ثبوت و شواہد مہیا کئے۔ اپنی پاکیزہ زندگی اور فطری دلیلوں کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات سے وہ معجزات دکھا کر اللہ رب العالمین کی توحید کے سبق کو انسانوں کے قلب و ذہن پہ نقش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، سیدنا محمد ﷺ کو عظیم آیاتِ بینات اور کمالات واختیارات کے ساتھ اسی مقصدِ عظیم کے لیے مبعوث کیا گیا۔

کفر و شرک کے اس دور میں بے شمار خداؤں کے پجاریوں کے درمیان سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ توحید کے علمبردار بن کر تشریف لائے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء علیہم السلام سے کہیں زیادہ کمالات و معجزات عطا فرمائے، مقامِ حبیب عطا کیا، اپنی ذات وصفات کا مظہرِ اتم بنایا اور آپ ﷺ ہی کو یہ اعزاز عطا فرمایا کہ شبِ معراج لامکاں میں بلا کر جسمانی آنکھوں سے اپنی شان کے مطابق اپنی ذات کی زیارت کروائی اور ان سے ہی اپنی توحید کا اعلان کروایا:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ٥﴾

''(اے حبیب!) فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا٥''

قرآن ہم پہ واضح کرتا ہے کہ وہ اپنی توحید کا اعلان بھی اپنے نبی کے ذریعے کرتا ہے اور تمہیں اس کا قرب و معرفت بھی اس کے وسیلہ سے مل سکتا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں ائمۂ دین اور صوفیاء عظام رحمہم اللہ کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص خدا کو مانے اور رسول ﷺ کو نہ مانے اس کا ایمان قبول نہیں۔ جیسے قرآن مجید میں رسول ﷺ کے ساتھ بغض و حسد رکھنے والوں کے بارے فرمایا گیا کہ وہ

مومن نہیں ہیں۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۱)

’’اور لوگوں میں سے بعض وہ (بھی) ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور یومِ قیامت پر ایمان لائے حالاں کہ وہ (ہرگز) مومن نہیں ہیںo‘‘

صرف عقیدۂ توحید کا قائل تو شیطان بھی تھا

جی ہاں! قرآن بتاتا ہے کہ وہ توحید کا قائل، سجدے کرنے والا اور عبادت گزار تھا۔ اس کے علاوہ اسے معلم الملائکہ بھی کہا جاتا ہے۔ وہ بہت بڑا توحید پرست تھا۔ لیکن وہ پہلے نبی سیدنا آدم علیہ السلام سے حسد کرنے اور بغض رکھنے لگا اور ان کی عظمت و شان کا منکر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر بھی ان کی تعظیم نہیں کی، بلکہ اپنے آپ کو ان سے بہتر کہنے لگا اور ان کو بشر کہہ کر ان کی توہین کی تو اللہ تعالیٰ نے عبادت و ریاضت سمیت اس کے عقیدۂ توحید کو رد کر دیا اور حکم دیا:

﴿قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ.﴾ (۲)

’’(اے بے ادب) نکل جا یہاں سے تو مردود ہےo‘‘

اور دوسری طرف حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام کی قیادت میں تمام فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی۔ معلوم ہوا توحید کا قائل ہونا لیکن نبی ﷺ کی عظمت و کمال کا انکار کرنا، شانِ نبوت میں تنقیص کرنا اور نبی ﷺ کو عام بشر خیال کرنا یہ شیطانی نظریہ ہے۔ اس کے برعکس اللہ کی وحدانیت و صمدیت پہ کامل یقین رکھنا اور نبی کی عظمت و کمالات کو تسلیم کرنا یہ

---

(۱) البقرہ، ۲: ۸

(۲) الحجر، ۱۵: ۳۴

جرائیلی نظریہ ہے۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ہم ایمانِ کامل اور دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات اور جملہ صفاتِ کمالیہ کو بے مثل یقین کرتے ہوئے ان برگزیدہ اور محبوب بندوں کی عظمت اور کمالات کو مانیں جن کو قرآن نے بیان کیا ہے کیونکہ ان کو شان و مقام اسی ذات نے عطا کیا ہے جو ہمارا اللہ برحق ہے۔

المختصر

قیامت تک کے لیے یہی ضابطہ قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قربت و معرفت اسی خوش نصیب کو نصیب ہوتی ہے جو اس کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہوئے خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، امام الاوّلین والاخرین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت دل میں رکھے اور آپ کے جملہ عطا کردہ کمالات کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے آپ کی بتائی ہوئی راہ پر چلے۔ سب محبوب بندوں کو اس لیے مانا اور جانا جاتا ہے کہ ان کو عظمتیں اللہ تعالیٰ نے ہی عطا کی ہیں۔ ایمان مفصل کے مفہوم کو ہمیشہ زبانی یاد رکھیں:

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ.

’’میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر، اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر کا خالق اللہ ہے، موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔‘‘

گرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ

الحاصل

بحیثیتِ مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو لاحق ہونے والے تمام عیوب و نقائص سے بھی مبرا اور منزہ ہے۔لیکن کلمہ پڑھنے والوں میں کچھ لوگ معبودِ حقیقی کی ذات سے بھی عیوب و نقائص منسوب کرنے سے نہیں ڈرتے بلکہ وہ ایسے خود ساختہ عقائد سے اپنی علمیت کا اظہار کرنے کی کوششِ لا حاصل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے تو اپنی کتب میں یہاں تک لکھا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔''(۱)

حالانکہ قرآن و حدیث کے مطابق ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ اپنی ذات کی طرح اپنی صفاتِ کمالیہ کے لحاظ سے بھی بے مثل ہے۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ وہ مخلوق کو لاحق ہونے والے ہر عیب و نقص یعنی چوری، جھوٹ وغیرہ سے پاک، منزہ و مبرہ ہے۔ اس کی ذات سبحان ہے۔

﴿سُبْحَانَ اللهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ.﴾ (۲)

اسی طرح مولوی حسین احمد دیو بندی اپنی کتاب بُلْغَة الْحَيْران میں یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بندے کیا کریں گے۔ جب وہ اچھے یا برے کام کر لیتے ہیں تب اس کو معلوم ہوتا ہے۔''

حالانکہ تمام امتِ مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ علیم ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب کی خبر ہے۔

---

(۱) ۱۔ رشید احمد گنگوئی، فتاوی رشیدیہ، ۱:۱۹

۲۔ رشید احمد گنگوئی، تالیفات رشیدیہ: ۹۸

۳۔ خلیل احمد انبیٹھوی، تذکرۃ الخیل: ۱۳۵

(۲) الطور، ۵۲: ۴۳

ہماری گفتگو، ہماری نیتیں اور ہمارے سینوں میں پوشیدہ ارادے سب اسے معلوم ہیں۔

﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِo﴾ (۱)

''بے شک وہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ سینوں میں ہےo''

اسی طرح إیضَاح الْحَقِّ میں لکھا گیا ہے:

''خدا تعالیٰ کو زمان و مکان اور جہت سے پاک سمجھنا گمراہی ہے۔''

حالانکہ بحیثیت مسلمان ہم سب کا عقیدہ ہے کہ وہ ذات زمان و مکان، جسم اور جسمانیت کے تقاضوں سے پاک ہے۔ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ.﴾ (۲)

بولنے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے

اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حسین ہیں۔مخلوق کے ناموں میں جو خوبصورتی دکھائی دیتی ہے یہ بھی اسمائے حُسنٰی کے حسن کا عکس ہے۔ اس لیے جس لفظ میں کسی نقص، بے ادبی کا وہم ہو تو ایسا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے بولنا جائز نہیں ہے۔ عام بول چال میں بعض حضرات 'اللہ میاں' اور 'اللہ سائیں' کہہ دیتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض علماء نے بھی اپنی کتاب میں ''اللہ صاحب'' لکھا ہے۔ ہمارے عرف میں یہ لفظ مستعمل نہیں ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ 'میاں' اور 'صاحب' کا لفظ بیوی کے مقابل کیلئے بولا جاتا ہے۔ اسی طرح 'میاں' بوڑھے آدمی، گاؤں کے مولوی اور طوائف کے سرپرست کیلئے بولا جاتا ہے اور 'سائیں' فقیر کے لیے مستعمل ہے۔

سو ان الفاظ میں عیب اور بے ادبی کے معنیٰ پوشیدہ ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے اسمِ پاک کے ساتھ ایسے الفاظ کے استعمال سے بچنا ازحد ضروری ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ پر

---

(۱) الانفال، ۸: ۴۳

(۲) الشوریٰ، ۴۲: ۱۱

انہیں اسماء و صفات کا اطلاق کرنا چاہیے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوں، جن میں حسن ہو اور اس کے کمالِ جلالت اور بے پایاں رحمت کا اظہار ہو۔ اس لیے جب اسمِ ذات بولیں یا لکھیں تو عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے درج ذیل الفاظ استعمال کیجیے۔

اللہ تعالیٰ، اللہ جَلَّ سُبحَانُہٗ، اللہ تَبَارَکَ وتعالٰی، اللہ جَلَّ مَجْدُہٗ الْکَرِیْم، حَقْ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی.

''اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب تاجدارِ کائنات سیدنا محمد ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے ہم سب کو اپنی بے مثال ذات اور صفاتِ کمال کی معرفت نصیب فرمائے۔''

آمین بحق سید المرسلین۔

دوسرا باب:

رسالت

اسلامی عقائد میں عقیدۂ رسالت نہایت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کو مانے بغیر وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ کو مان بھی لے اس کا یہ ایمان قابل قبول نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان عقل وخرد کے ذریعے نظر وفکر کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ وہ صرف عقل کے بل بوتے پر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اس کے احکام و نواہی سے آ گاہی، قرب و معرفت اور سعادت و نجات کا مکمل راستہ معلوم نہیں کرسکتا۔

اس لئے ضروری تھا کہ خالق ومخلوق کے درمیان کوئی ایسا رابط و واسط ہو، جس کے ذریعے یہ حادث، فانی اور محتاج مخلوق اللہ ﷻ معبودِ حقیقی کی ذاتِ عالیہ اور صفاتِ کمالیہ کو جانے۔ احکام ونواہی سے آ گاہ ہو اور یہ جانے کہ کون سے افعال واعمال کیسے ادا کئے جائیں کہ وہ راضی ہوتا ہے اور کون سے قول وفعل سے وہ ناراض ہوتا ہے اور کیسے اس کا قرب ومعرفت نصیب ہوتی ہے۔تو اللہ ﷻ نے حضرتِ انسان پہ احسان فرماتے ہوئے اپنے اور اس کے درمیان جو رابط و واسط قائم فرمایا اسی کو نبوت اور رسالت کہا جاتا ہے۔

نبی اور رسول

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جن برگزیدہ بندوں کو اپنا پیغام پہنچانے اور لوگوں کو اپنی طرف بلانے کے لئے بھیجا ہے انہیں نبی اور رسول کہتے ہیں۔ یہ خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں۔

امتیازی خصوصیات

تمام انبیائے کرام علیہم السلام مرد تھے۔ ریاضت وعبادت اور اپنی کوشش سے کوئی بھی نبی نہیں ہوسکتا۔ یہ محض اللہ کریم کی مہربانی ہے کہ جن نفوسِ قدسیہ کو اس نے منصبِ جلیلہ کے لئے منتخب کر لیا، وہ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی نگاہ میں پرورش پاتے رہتے ہیں۔ اسی لئے صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور جس کو حسن اور خوبی کہا جاتا ہے وہ نبی کی ذات میں موجود ہوتی ہے۔

نبی ہر نقص وعیب، قابلِ نفرت عادات و اطوار اور جسمانی امراض (سفید داغ جذام) وغیرہ سے محفوظ ومعصوم ہوتے ہیں۔ بلکہ چال چلن، شکل وصورت، حسب ونسب میں وہ سب سے اعلیٰ اور بے عیب ہوتے ہیں۔ وہ منتخب ومحبوب بندے عقلِ کامل کے مالک ہوتے ہیں۔ وقت کے کسی حکیم وفلسفی اور سائنس دان کی عقل کی پرواز ان کی فہم و فراست کی بلندی کی گرد کو بھی نہیں چھوسکتی۔

عظمت وکمال کے لحاظ سے عام مخلوق میں بلند و بالا ہوتے ہیں اور انہیں خالقِ کائنات کی بارگاہِ عالیہ میں خاص عزت و وجاہت حاصل ہوتی ہے۔ معصوم اور عظیم مخلوق فرشتوں میں سے بھی کوئی ان کا ہم پلہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ ان کی خدمت پر مامور ہوتے ہیں اور اپنے وقت کا بڑے سے بڑا ولی ان کے کسی ادنیٰ صحابی کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

اب دیکھئے! کیا عام انسان میں ایسی خصوصیات موجود ہوتی ہیں؟ تو جواب نفی میں ملے گا۔ آپ غور کریں ہم میں اگر گنتی کی چند خوبیاں موجود بھی ہیں تو دوسری طرف لاتعداد عیب، نقص اور خامیاں بھی موجود ہیں۔ ان بے شمار خامیوں میں سے چند ایک کی نشاندہی قرآن حکیم بھی فرماتا ہے:

﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا﴾ (۱)

---

(۱) بني اسرائيل، ۱۷: ۱۱

''اور (حقیقت یہ ہے) کہ انسان بڑا جلد باز (واقع ہوا) ہے۔''

﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ (۱)

''اور انسان (واقعی) بڑا ناشکرا ہے۔''

﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُوْرًا﴾ (۲)

''اور واقعی انسان بڑا تنگدل ہے۔''

﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ (۳)

''بے شک انسان بہت زیادتی کرنے والا، از حد ناشکرا ہے۔''

اب اگر ہم نبی کو محض اپنے جیسا بشر کہیں اور عام انسانوں کے زمرہ میں داخل کریں تو لا محالہ طور پر نبی کی ذات میں قرآن کے بتانے پر یہ نقائص ماننا پڑیں گے۔ حالانکہ صحابہ کرام ﷺ سے لے کر آج تک تمام اکابر اور جمہور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نبی ہر عیب ونقص سے پاک ہوتا ہے اور جو نبی کی ذات میں عیب ونقص مانے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانوں میں سے ہوتے ہیں، لیکن شان وعظمت اور عطا کردہ امتیازی خصوصیات کی وجہ سے عام انسان میں اور ان میں زمین وآسمان سے زیادہ فرق ہوتا ہے۔

نبی اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے

نبی اپنی قوم میں اللہ تعالیٰ کا نائب (نمائندہ) ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷:۶۷

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷:۱۰۰

(۳) ابراہیم، ۱۴:۳۴

﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ (۱)

''اور یاد کرو جب فرمایا تمہارے رب نے فرشتوں سے کہ بیشک میں مقرر کرنے والا ہوں زمین میں ایک نائبo''

خلیفہ اسی کو کہا جاتا ہے جو کسی کے ملک وسلطنت میں اس کے نمائندہ کی حیثیت سے اس کے جاری کردہ احکام کی تعمیل کرائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو انتہائی قرب کی منزل عطا فرماتا ہے۔

نبی کا سینہ مہبطِ انوارِ الٰہی کا خزینہ اور ذاتِ ربانی کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے عام انسان فیضِ الٰہی سے مستفیض ہوتے ہیں، تزکیۂ نفس اور قرب کی منازل طے کرتے ہیں۔ اس لئے قرآن بتاتا ہے کہ نبی کا قول اللہ تعالیٰ کا قول، نبی کا فعل اللہ تعالیٰ کا فعل اور نبی کی مرضی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ.﴾ (۲)

''جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی۔''

مزید اپنے نائب کی اپنی بارگاہ میں قرب وعظمت کو یوں واضح فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ.﴾ (۳)

''(اے جان عالم) بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔''

نبی کا حکم خدا کا حکم، اس کی نہی خدا کی نہی ہوتی ہے۔ اس کو کسی چیز کے حلال وحرام کرنے کا بھی اختیار ہوتا ہے۔

---

(۱) البقرة، ۲: ۳۰

(۲) النساء، ۴: ۸۰

(۳) الفتح، ۴۸: ۱۰

نبی (نائبِ خدا) قوم کے درمیان

جب وہ توحید کا علمبردار اور معبودِ حقیقی کا نائبِ خاص اس کا پیغام لے کر بت پرستوں، منکروں اور گمراہوں کے درمیان اعلانِ نبوت کرتے ہوئے اسلام کا بنیادی سبق (توحید) لاَ اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ پڑھاتا ہے، تو وہ نبی کے لیے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیتے تھے۔ لوگ جان کے دشمن ہو جاتے، لیکن معبودِ حقیقی کا نمائندہ پہاڑ سے زیادہ ثابت قدمی دکھاتا ہے اور معبودانِ باطلہ کے ماننے والوں کے سوالات کا جواب دیتا ہے اور ان کے طلب کرنے پر دلائل ومعجزات دکھا کر اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور اپنی نبوت کی صداقت واضح کرتا ہے۔

قرآن بتاتا ہے کہ ایسے مرحلہ پر وہ خاموشی نہیں دکھاتا کہ میں بے بس ہوں، بے اختیار ہوں۔ میرے پاس ایسا کوئی کمال نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ وہ اس لئے کہ خالقِ دو جہاں ارشادفرماتا ہے:

﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰت.﴾ (۱)

''یقیناً ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ۔''

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے منکروں اور دشمنوں کے درمیان انہیں ہدایت دینے کے لئے محض مجبور بے اختیار نہیں بھیجا بلکہ انہیں باکمال و با اختیار بنا کر بھیجا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی علیہ السلام معاشرے کی ضرورت اور عوامی رجحان کے مطابق عام لوگوں سے بڑھ کر کمال دکھاتے ہیں۔

لہٰذا کسی نبی علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت و اختیار سے کوئی ایسا امر وقوع پذیر ہو جو عادت کے خلاف ہو اس عطا کردہ طاقت کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ عام انسان اس کے کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔ درحقیقت اس سے دعویٰ نبوت کی عملی تصدیق ہوتی

(۱) الحدید، ۵۷: ۲۵

ہے۔ اسے دلیلِ نبوت سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس کے صدور سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سچے نبی کی حقانیت اور صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ یوں نبی کو قوم پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ پھر لوگ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ توحید و نبوت کے قائل ہوتے ہیں۔ عرفانِ الٰہی اور محبتِ رسول میں گھائل ہوتے ہیں، پھر وہی دروازۂ نبوت کے سائل ہوتے ہیں۔

دیکھئے قرآن نے چند انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات بیان کئے ہیں:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر آتشِ نمرود کا ٹھنڈا اور سلامتی والا ہو جانا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا یدِ بیضاء دکھانا اور عصاء سے بارہ چشمے جاری ہونا۔

سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز کی دلکشی اور دستِ اقدس میں لوہے کا نرم ہونا۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کا عظیم سلطنت کا حاکم ہونا، ہوا کا تابع ہونا اور دور سے چیونٹی کی آواز سننا۔

ہمارے نبی سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین ﷺ یعنی تاجدارِ ختمِ نبوت ہیں۔ یوں تو ہر نبی احکامِ سلطنت کے نفوذ اور امورِ تکوینیہ میں اللہ تعالیٰ کا نائب و خلیفہ ہوتا ہے۔ خلیفہ تو ہوتا ہی وہ ہے جو اس کے اذن و عطا سے اس کے ملک میں حکم جاری اور تصرف کرے۔ ہمارے نبی ﷺ تو امام الانبیاء اور خالقِ دو جہاں کے خلیفۂ اعظم ہیں۔

فَهُوَ ﷺ عَلَى الحَقِيْقَةِ الْخَلِيْفَةُ الأَعْظَمُ،... وَلَوْ لَاهُ مَا خَلَقَ آدَمُ بَلْ (وَلَا، وَلَا). (۱)

''یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدس ہی حقیقت میں خلیفۂ اعظم ہے اور اگر یہ ذاتِ گرامی نہ ہوتی تو آدم علیہ السلام ہی پیدا نہ ہوتے بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا۔''

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام محدود وقت، علاقہ، قوم اور قبیلہ کی

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۱: ۲۱۸

قید کے ساتھ مبعوث کئے گئے اور آپ کو رب العالمین نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا۔ آپ ماضی، حال اور مستقبل کے رسول ﷺ ہیں۔

اُرْسِلْتُ اِلیٰ الْخَلْقِ کَافَّۃً.(۱)

''مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔''

آپ ﷺ ساری کائنات کے رسول ہیں۔ قانونِ قدرت کے مطابق ہر امت کے کمالات سے بڑھ کر کمالات اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو عطا کرتا ہے تاکہ امت مغلوب ہو اور اس نبی ﷺ کا طرۂ امتیاز اپنی قوم میں بلند رہے۔ آخری امت نالائق امت نہیں ہے بلکہ وہ ایجادات، علمی عروج، طب و حکمت اور نت نئے سائنسی کرشمے جو پہلی امتوں کے خواب و خیال میں بھی نہ تھے، یہ امت دکھا رہی ہے اور معلوم نہیں قیامت تک کیا کیا دکھائے گی۔ اب اللہ تعالیٰ قادر و قدیر نے جس کو اس آخری امت کا نبی و رسول ﷺ بنایا اس کو اپنی امت پر غلبۂ کمال دینے اور پھر قیامت تک آنے والی تمام امت میں شان و عظمت اور طرۂ امتیاز بلند رکھنے کے لئے معلوم نہیں کتنے اور کیا کیا کمالات و معجزات عطا کئے ہوں گے۔

قرآن بتاتا ہے کہ ایک دو معجزات نہیں بلکہ آپ کی ذات کو ہی سراپا معجزہ بنایا گیا:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۝﴾(۲)

''اے لوگو! آ چکی ہے تمہارے پاس ایک (روشن) دلیل تمہارے پروردگار کی

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، ۱: ۳۷۱، رقم: ۵۲۳

۲۔ الترمذی، السنن، کتاب السیر، باب ما جاء فی الغنیمۃ، ۴: ۱۲۳، رقم: ۱۵۵۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۱۱، رقم: ۹۳۲۶

(۲) النساء، ۴: ۱۷۴

طرف سے۔''

برہان کا لغوی معنی دلیل ہے۔ معجزہ بھی دلیل ہی ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کی ذات سراپا معجزہ ہے اور جسم پاک کا ہر ہر عضو اپنے اندر بے شمار برکت و اعجاز رکھتا ہے۔

آپ ﷺ کا سفر معراج

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا.﴾ (۱)

''(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں۔''

آپ ﷺ کا سفر بھی ایسا بے مثال معجزہ ہے کہ اپنے اندر سینکڑوں معجزات وکمالات رکھتا ہے۔ قیامت تک انسانیت میں کوئی کمالِ نبوت کی گرد کو بھی نہیں چھو سکتا۔ لا تعداد کمالات جو کتبِ احادیث و تفاسیر کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ جو امت میں زبانِ زدِ عام ہیں۔ چند ایک برکت کیلئے پیش کئے جاتے ہیں:

چاند کا دو ٹکڑے ہونا

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۝﴾ (۲)

''قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند شق ہو گیا۝''

مشرکین نے حضور نبی اکرم ﷺ سے معجزے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دکھائے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَی عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ شِقَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۱

(۲) القمر، ۵۴: ۱

اشْهَدُوا.[(۱)]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چاند کے شق ہونے کا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد میں ہوا، یعنی دو ٹکڑے ہوگئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اس پر گواہ رہنا۔''

آسمان کے ستاروں کی تعداد اور امتی کے اعمال کا جاننا

یہ بھی حضور ﷺ کا خاصہ ہے۔ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں اپنے امتیوں کو ان کے چمکدار چہروں سے پہچان لوں گا جو کہ وضو کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے۔[(۲)]

پتھروں اور درختوں کا السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ کے الفاظ سے سلام پڑھنا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ.[(۳)]

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب سؤال المشرکین أن یریھم النبی ﷺ آیة فأراھم انشاق القمر، ۳: ۱۳۳۰، رقم: ۳۴۳۷، ۳۴۳۸، ۳۴۳۹

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الطھارة، باب استحباب إطالة الغرة والعجیل فی الوضوء، ۱: ۲۱۶، رقم: ۲۴۶

(۳) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، ۵: ۵۹۳

۲۔ حاکم، المستدرک، کتاب تواریخ، المتقدمین من الأنبیاء والمرسلین، ۲: ۶۷۷، رقم: ۴۲۳۸

''میں مکہ مکرمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا، ہم بعض اطراف کی طرف چلے تو جو پہاڑ اور پتھر آپ کے سامنے آتا السلام علیک یا رسول اللہ کہتا''۔

ڈوبا ہوا سورج واپس آنا

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُوْحَى إِلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اللَّهُمَّ! إِنَّ عَلِيًّا كَانَ فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ. قَالَتْ أَسْمَاءُ رضی اللہ عنہا: فَرَأَيْتُهَا غَرَبَتْ وَرَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ. (۱)

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ.

''حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ ﷺ کا سرِ اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا، وہ عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سورج واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں: میں نے اسے غروب ہوتے ہوئے بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوا۔''

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۱۴۷، رقم: ۳۹۰
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۹۷
۳۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ۵: ۲۰۵
۴۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایہ، ۶: ۸۳

انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا

حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ روایت کرتے ہیں:

عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رِكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ مَا لَكُمْ قَالُوا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرِّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَثُورُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُونِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً۔ (۱)

''کہ حدیبیہ کے روز لوگوں کو پیاس لگی اور نبی کریم ﷺ کے حضور ایک چھاگل رکھی ہوئی تھی جس سے آپ نے وضو فرمایا، پھر لوگ آپ کے گرد آ کر جمع ہوگئے۔ دریافت فرمایا، تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ عرض گزار ہوئے، ہمارے پاس وضو کے لیے پانی نہیں ہے، بس یہی ذرا سا پانی ہے جو آپ کے حضور رکھا ہوا ہے پس آپ نے اپنا دست مبارک چھاگل میں ڈالا تو پانی آپ کی انگشت ہائے مبارک سے ابل پڑا جیسے چشمے۔ پس ہم نے پیا اور وضو کیا۔ میں (سالم راوی) نے دریافت کیا، آپ اس وقت کتنے تھے؟ فرمایا، اگر ہم لاکھ ہوتے تب بھی پانی سب کے لیے کافی ہوتا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔''

جنگِ موتہ کا آنکھوں دیکھا حال مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام ﷺ کو بتانا

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، ۳: ۱۳۱۱، رقم: ۳۳۸۳

خَبَرُهُمْ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ حَتَّى فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ.(۱)

''نبی کریم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی خبر آنے سے پہلے ان کے شہید ہو جانے کے متعلق لوگوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے سنبھالا ہوا ہے لیکن وہ شہید ہوگئے۔ پھر جعفر نے جھنڈا سنبھال لیا، تو وہ بھی شہید ہوگئے۔ پھر ابن رواحہ نے جھنڈا سنبھالا ہے اور وہ بھی جام شہادت نوش کرگئے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ کی چشمان مبارک اشک بار تھیں یہاں تک کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا سنبھال لیا ہے اور اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح مرحمت فرما دی۔''

خارجیوں کے بارے خبر دینا

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے اس حوالے سے ایک طویل روایت منقول ہے جس میں آقا ﷺ نے واضح طور پہ اس گروہ کی نشاندہی فرمائی۔

عَنْ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ ؓ يَقُولُ بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ؓ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِي أَدِيمٍ مَقْرُوظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا قَالَ فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ وَأَقْرَعَ بْنِ حابِسٍ وَزَيْدِ الْخَيْلِ وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ وَإِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهَذَا مِنْ هَؤُلَاءِ قَالَ فَبَلَغَ ذَلِكَ

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة مؤته من أرض الشام، ۴: ۱۵۵۴، رقم: ۴۰۱۴

النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ أَلَا تَأْمَنُونِي وَأَنَا أَمِينُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِينِي خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ مُشَمَّرُ الْإِزَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اتَّقِ اللهَ قَالَ وَيْلَكَ أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللهَ قَالَ ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ لَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي فَقَالَ خَالِدٌ وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ قَالَ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِىءِ هَذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَأَظُنُّهُ قَالَ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُودَ.(۱)

''حضرت ابوسعید خدری ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت علی ﷺ نے یمن سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چمڑے کے تھیلے میں بھر کر کچھ سونا بھیجا، جس سے ابھی مٹی بھی صاف نہیں کی گئی تھی۔ حضور نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم فرمادیا، یعنی عیینہ بن بدر، قرع بن حابس، زید بن خیل اور چوتھے علقمہ یا عامر بن طفیل کے درمیان۔ اس پر آپ کے اصحاب میں سے کسی نے کہا' ان لوگوں سے تو ہم زیادہ حق دار تھے جب یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے امانتدار شمار نہیں کرتے حالانکہ آسمان والے کے نزدیک تو میں امین ہوں اُس کی خبریں تو میرے پاس صبح وشام آتی رہتی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر ایک آدمی کھڑا ہوگیا، جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، رخساروں کی

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث علی بن أبي طالب و خالد بن ولید الی الیمن قبل حجة الوداع، ۴: ۱۵۸۱، رقم: ۴۰۹۴

ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں، اونچی پیشانی، گھنی داڑھی، سر منڈا ہوا اور اونچا تہ بند باندھے ہوئے تھا، وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! خدا سے ڈرو۔ آپ نے فرمایا: تیری خرابی ہو، کیا میں خدا سے ڈرنے کا تمام اہل زمین سے زیادہ مستحق نہیں ہوں؟ پھر وہ آدمی چلا گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! کیا میں اس کی گردن اڑا دوں؟ فرمایا ایسا نہ کرو شاید یہ نمازی ہو۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ ایسے نمازی بھی تو ہوسکتے ہیں کہ جو کچھ ان کی زبان پر ہے وہ دل میں نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں اور ان کے پیٹ چاک کروں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے پھر اس کی جانب توجہ فرمائی اور وہ پیٹھ پھیر کر جارہا تھا تو اس وقت فرمایا کہ اس کی پشت سے ایسی قوم پیدا ہوگی جو اللہ کی کتاب کو بڑے مزے سے پڑھے گی، لیکن قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے۔ جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میں اُن لوگوں کو پاؤں تو قوم ثمود کی طرح انہیں قتل کردوں۔“

قبروں کا حال جاننا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

”ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم ایک کشادہ وادی میں پہنچے، حضور نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے گئے، میں چمڑے کے ایک تھیلے میں پانی لے کر آپ کے پیچھے گیا، حضور نبی اکرم ﷺ نے دیکھا تو آپ کو آڑ کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی، وادی کے کنارے دو درخت تھے، حضور نبی اکرم ﷺ ان میں سے ایک درخت کے پاس گئے، آپ نے اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی، آپ نے فرمایا: اللہ کے حکم سے میری اطاعت کر، وہ

درخت اس اونٹ کی طرح آپ کا فرمانبردار ہو گیا جس کی ناک میں نکیل ہو اور وہ اپنے ہانکنے والے کے تابع ہوتا ہے، پھر آپ دوسرے درخت کے پاس گئے اور اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑ کر فرمایا: اللہ کے اذن سے میری اطاعت کر، وہ اسی درخت کی طرح آپ کے تابع ہو گیا، حتیٰ کہ جب آپ دونوں درختوں کے درمیان پہنچے تو آپ نے ان دونوں درختوں کو ملا دیا اور فرمایا: اللہ کے اذن سے تم دونوں جڑ جاؤ، سو وہ دونوں درخت جڑ گئے، حضرت جابر ﷛ نے کہا میں اس خیال سے نکلا کہ کہیں حضور نبی اکرم ﷺ مجھے قریب دیکھ کر کہیں دور چلے جائیں میں بیٹھا ہوا اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا، میں نے اچانک دیکھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور ان درختوں میں سے ہر ایک درخت اپنے اپنے تنے پر کھڑا ہوا الگ ہو رہا ہے، میں نے دیکھا ایک لحظہ حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے رہے، پھر آپ نے اپنے سر سے اس طرح اشارہ کیا، ابو اسماعیل نے اپنے سر سے دائیں بائیں اشارہ کر کے دیکھا، پھر آپ میری طرف آنے لگے، جب آپ میرے پاس پہنچے تو فرمایا: اے جابر تم نے دیکھا تھا جہاں میں کھڑا تھا، میں نے کہا جی یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ان دو درختوں کے پاس جاؤ اور ان میں سے ہر ایک کی ایک ایک شاخ کاٹ کر لاؤ، اور جب اس جگہ پہنچو جہاں میں کھڑا تھا تو ایک شاخ اپنی دائیں جانب اور ایک شاخ اپنی بائیں جانب ڈال دینا، حضرت جابر ﷛ کہتے ہیں کہ میں نے کھڑے ہو کر ایک پتھر کو تیز کیا، پھر میں ان درختوں کے پاس گیا اور ہر ایک سے ایک ایک شاخ توڑ لی، پھر میں ان کو گھسیٹتا ہوا اس جگہ لے آیا جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے تھے، میں نے ایک شاخ اپنے دائیں جانب اور دوسری بائیں جانب ڈال دی، پھر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچا اور کہا یا رسول اللہ! میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق کر دیا، مگر اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں اس جگہ دو قبروں کے پاس سے گزرا جن

میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا، میں نے ان میں تخفیف عذاب کے لیے اپنی شفاعت کو پسند کیا، جب تک وہ شاخیں تر رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔''(۱)

جنگِ بدر سے ایک دن پہلے بتانا کہ کون کافر کہاں مرے گا

حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ

''جب حضور نبی اکرم ﷺ کو ابو سفیان کے (قافلہ کے) آنے کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، حضرت ابو بکر نے کوئی مشورہ دیا، آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر حضرت عمر نے کوئی مشورہ دیا، آپ نے ان سے بھی اعراض کیا، پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں گھوڑے دوڑا دیں گے، اگر آپ ہمیں برک الغماد تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم ایسا کریں گے، تب حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو بلایا، لوگ آئے اور وادی بدر میں اترے، وہاں قریش کے پانی پلانے والے ملے، ان میں بنی حجاج کا ایک سیاہ فام غلام تھا، صحابہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سوال کیا، اس نے کہا مجھے ابو سفیان کا کوئی پتا نہیں! لیکن یہاں ابو جہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف ہیں، جب اس نے یہ بتایا تو صحابہ نے اس کو پیٹنا شروع کیا، اس نے کہا اچھا میں تمہیں ابو سفیان کے متعلق بتاتا ہوں، جب انہوں نے اس کو چھوڑ کر ابو سفیان کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا مجھے ابو سفیان کا کوئی پتا نہیں لیکن یہاں لوگوں میں ابو جہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الزهد و الرقائق، ۴: ۲۰۳۶، رقم:

خلف ہیں، جب اس نے یہ کہا تو انہوں نے پھر مارنا شروع کر دیا، اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، جب یہ سچ بولتا ہے تو تم اس کو مارتے ہو اور جب یہ جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کو چھوڑ دیتے ہو، پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے، آپ زمین پر اس جگہ اور اس جگہ ہاتھ رکھتے، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی کافر متجاوز نہیں ہوا، (یعنی جس جگہ آپ نے جس شخص کا نام لے کر ہاتھ رکھا تھا وہ کافر اسی جگہ گر کر مرا)۔''(۱)

قیامت تک ہونے والے واقعات کا تھوڑے سے وقت میں بتا دینا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

يَقُولُ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ ﷺ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ. (۲)

''نبی کریم ﷺ ایک روز ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو آپ نے مخلوق کی پیدائش کا ابتدا سے ذکر فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ جنتی اپنے مقام پر پہنچ گئے اور دوزخی اپنے پر۔ پس اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا اسے جو بھول گیا۔''

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد و السير، باب غزوة البدر، ۳: ۱۴۰۴، رقم: ۱۷۷۹

(۲) بخاری، الصحيح، كتاب بدء الخلق، ۳: ۱۱۶۶، رقم: ۳۰۲۰

اوروں کو دیئے معجزے خدا نے
معجزہ بن کے آیا ہمارا نبی

یہود ونصاری شرک میں مبتلا ہوگئے

اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ آیاتِ بینات میں غور وفکر کرنے سے اس کی قدرت و عظمت اور حکمت وکبریائی ہر آن عیاں ہوکر صاحبِ نظارہ کو منزلِ عرفان کے حصول کی جستجو کا راہی بنا دیتی ہے۔ امت کے لیے نبی ﷺ کی ذات آیتِ عظمیٰ ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی کی ذات اقدس میں اہلِ نظر کو قدرتِ الٰہی اور عرفانِ الٰہی کے جلوے دکھائی دیتے ہیں جو کہیں اور دکھائی نہیں دیتے۔ جب یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کا تورات ازبر سنانا اور سو سال بعد زندہ ہونا دیکھا، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرتے، کوڑھی کو شفا بخشتے، نابینا کو بینا کرتے اور غیب کی خبریں سناتے دیکھا اور ان قوموں نے ان مقدس ہستیوں میں خداداد قوت وطاقت اور کمالات ومعجزات دیکھے تو ان کے بارے میں غلو اور افراط کا شکار ہوگئے۔ کیونکہ یہ ایسے امور تھے کہ عام انسان ان کی قدرت نہیں رکھتا۔ انہی کا بتایا ہوا اسلام کا بنیادی سبق عقیدۂ توحید بھول گئے۔ انہیں ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ.﴾(1)

''اور کہا یہود نے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کہا نصرانیوں نے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔''

حالانکہ اس غلط فہمی کا سدِ باب کرنے کے لیے ہر نبی ﷺ نے جہاں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی وہاں اپنی صداقت اور اس کی واحدنیت ثابت کرنے کے لیے اسی کے

(۱) التوبہ، ۹: ۳۰

عطا کردہ کمالات کا اظہار کرتے ہوئے واضح انداز میں وضاحت کی کہ ان تمام کمالات ومعجزات کے باوجود میں خدا نہیں، خالقِ حقیقی نہیں بلکہ معبودِ حقیقی کا بندہ، خالقِ حقیقی کی مخلوق اور اس کی عبادت کرنے والا ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ.﴾ (۱)

''(اچانک) وہ بچہ بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔''

اور فرمایا:

﴿وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ.﴾ (۲)

''اور میں زندہ کرتا ہوں مُردے کو اللہ کے حکم سے۔''

بِاِذْنِ اللّٰهِ کی قید لگا کر اپنے آپ سے الوہیت کی نفی کی ان کمالات کے باوجود میں خدا نہیں ہوں بلکہ سچے خدا جل جلالہٗ کا بندہ ہوں۔

حضور سید المرسلین ﷺ کی ذات ہی سراپا معجزہ بنا دی گئی۔ ان کے متعلق بھی خدشہ تھا کہ عطا کردہ کمالات ومعجزات دیکھ کر ان کی امت بھی پہلی امتوں کی طرح کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے اور آپ کے بارے میں غلو و افراط کا شکار ہو کر آپ کو خدا یا خدا جل جلالہٗ کا بیٹا نہ کہنا شروع کر دے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ آپ صفتِ بشریت سے متصف ہیں پھر بھی اس خدشہ کا ابتداء ہی سے ازالہ کرنے کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی اداؤں سے ہمہ وقت بندگی کا اظہار فرمایا۔

نماز اور کلموں میں بھی عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ہی کا سبق یاد کروایا۔ اس لئے خاص اہتمام کے ساتھ ارشادِ خداوندی ہوا:

(۱) مریم، ۱۹: ۳۰
(۲) آل عمران، ۳: ۴۹

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِد.﴾ (۱)

''(اے پیکر رعنائی و زیبائی!) آپ فرمایئے کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح، وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا خدا ﷻ صرف اللہ وحدہ ہے۔''

اس فرمانِ عالیشان سے سرکارِ دو جہاں تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے بارے میں پیدا ہونے والے خدشات کا ازالہ کر دیا گیا کہ یہ غیب کی خبریں دینا، سورج واپس پلٹا دینا، تھوڑے وقت میں معراج کرنا، انگلیوں سے چشمے جاری کرنا وغیرہ انسانِ کامل اور عبدِ خاص مصطفیٰ ﷺ کے کمالات ہیں۔

امتِ محمدیہ شرک سے محفوظ ہے...... اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

اسلام کا معنیٰ ہی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کا ہے۔ داعیٔ اسلام سیدنا محمد ﷺ چونکہ آخری امت کے آخری رسول ہیں اور آپ پہ نازل ہونے والا قرآن بھی آخری آسمانی کتاب ہے۔ اس کی حفاظت خود وہ قادر قدیر فرما رہا ہے۔ اس لئے وہ ہدایت کا سر چشمہ امتِ مرحومہ میں ہمیشہ موجود بھی رہے گا اور محفوظ بھی۔ بِحَمْدِ اللّٰہِ ہمارے نبی ﷺ نے اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں کو قرار دیا وہ آج بھی امت میں موجود ہیں۔

۱) اللہ کو وحدہٗ لاشریک ماننا اور سیدنا محمد ﷺ کو اس کا عبدِ مقدس اور رسولِ برحق ماننا۔

۲) نماز قائم کرنا۔

۳) رمضان کے روزے رکھنا۔

۴) زکوٰۃ دینا۔

۵) صاحبِ استطاعت کے لئے خانہ کعبہ کا حج کرنا۔

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزے دیکھ کر انہیں ابن اللہ کہنا شروع

(۱) الکہف، ۱۸: ۱۱۰

کر دیا۔ الوہیت کی نسبت ان کی طرف کر رہے ہیں۔ لیکن ہم مسلمان اپنے نبی ﷺ کی ذات جو کہ سراپا معجزہ ہے، ان کے تمام معجزات و کمالات، غیب کی خبریں دینے سے لے کر لمحہ بھر میں معراج کرنا، چاند کو اشارے سے دو ٹکڑے کرنا و دیگر بے شمار معجزات کو دل و جان سے تسلیم کرنے کے باوجود انہیں معبودِ حقیقی کا محبوب بندہ اور رسولِ برحق ہی مانتے ہیں۔ امتِ محمدیہ کے پہلے فرد نے جو کلمہ توحید و رسالت پڑھا آج بھی امت وہی کلمہ پڑھ رہی ہے۔ سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے اولین امتیوں کو کلموں اور نمازوں میں جن شہادتیں کی تعلیم دی تھی آج بھی امت کی صفیں ان ہی سے گونج رہی ہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

کیونکہ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ نے شرک کو ہمیشہ کے لئے شکست دے دی ہے اور توحید کا علم ہمیشہ کے لیے بلند کر دیا ہے۔ شرک کی نجاست سے امت کے دور رہنے کا اعلان آپ نے ظاہری حیات کے آخری ایام میں شہدائے احد کی قبروں پہ دعا فرمانے کے بعد صحابہ کرام ﷡ کے بڑے اجتماع میں کیا:

وَاِنّي وَاللهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِي. (۱)

''اور اللہ کی قسم بیشک مجھے اس بات کا بالکل خطرہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب دفن الرجلین و الثلاثة فی قبر، ۱/ ۴۵۱، رقم: ۱۲۷۹
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبیا ﷺ، ۴: ۱۷۹۵، رقم: ۲۲۹۶

ہمارے پیارے آقا ﷺ نے گارنٹی دے دی میری امت گنہگار تو ہوسکتی ہے، دنیا سے محبت کرنے والی ہو گی لیکن مشرک نہیں ہو گی۔ یہ سچے نبی ﷺ کی سچی خبر ہے کہ یہ امت خدا پرست ہی رہی گی۔ اب اردگرد کے ماحول میں امت کا مجموعی سروے بھی کیا جاسکتا ہے۔ اگر دین کے مبلغ کے روپ میں کوئی شخص سادہ لوح مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگاتا ہوا نظر آئے، امت میں فتنہ اٹھاتا ہوا نظر آئے تو جان لو کہ وہ کائنات کا جھوٹا انسان ہے، کیونکہ مسلمان عمل کے لحاظ سے جیسا بھی ہو، عملی دنیا سے بے شک بہت دور ہو دل و زبان سے یہی اقرار کرتا رہتا ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ.

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔''

المختصر اللہ کی شانِ جود و عطا پہ یقین اور صاحب قرآن سیدنا محمد ﷺ سے محبت و عقیدت رکھتے ہوئے جب ایک مسلمان تعوذ وتسمیہ اور درود شریف پڑھنے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت و مطالعہ کرتا ہے تو وہی خوش نصیب تعلیماتِ قرآنی کی روح تک پہنچنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے روحانی کمالات تسلیم کرنے والا ہی قرآن سے ہدایت وحکمت اور اسرار و رموز حاصل کرسکتا ہے۔ ورنہ قرآنِ پاک خود اعلان کرتا ہے۔ جہاں اس سے بہت سے لوگ ہدایت حاصل کرتے ہیں، وہاں بہت سے لوگ اس کو پڑھ کر گمراہ بھی ہوتے ہیں:

﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا.﴾ (۱)

''گمراہ کرتا ہے اللہ اس سے بہتیروں کو اور ہدایت دیتا ہے اس سے بہتیروں کو۔''

یہی وجہ ہے کہ بہت سے کم فہم علماء قرآنِ مجید کے لفظوں کے ہیر پھیر اور فلسفیانہ موشگافیوں میں اُلجھ کر محض لفظی مفہوم کی پیروی کرتے ہیں اور اپنی عقل کو ہی عقلِ

---

(۱) البقرہ، ۲: ۲٦

کل سمجھتے ہیں۔ ماقبل ہزاروں علماء ربانیین ،مفسرین ومترجمین کے خلاف تفسیر بالرائے اور لفظی ترجمہ کر کے اپنے علمیت دکھانے کے زعم میں ایک نئے خود ساختہ عقیدہ کے بانی بن گئے۔فرقہ وہابیہ کی عمر تقریباً ڈیڑھ سو سال ہو گی۔ اب اس کے پیروکار جس مسلمان کو اپنے عقیدہ کے خلاف دیکھتے ہیں اس کو مشرک اور بدعتی خیال کرتے ہیں۔ اس فرقہ کے کم فہم، نام نہاد اور خود ساختہ موحّدین قرآنِ مجید کی حقیقی روح تک بغیر رسائی کے اور سلف صلاحین اولیائے کاملین کے عقیدہ سے اختلاف کرتے ہوئے فتویٰ بازی کر کے امتِ مسلمہ میں اختلاف و انتشار کی سازش کرنے میں مصروف ہیں۔

تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ ماضی میں مسلمانوں کے کئی گمراہ فرقوں نے قرآنی الفاظ کے ظاہری معنی سے دھوکا کھایا اور پھر تمام امت پر کفر کے فتوے لگاتے ہوئے خود بھی کفر کی گرداب میں ایسے گرے کہ ہمیشہ کے لئے ختم ہی ہو گئے۔ فتنہ خلقِ قرآن، فرقہ قدریہ، فرقہ جبریہ، فرقہ معتزلہ اور فرقہ ظاہریہ، یہ سب مکافاتِ عمل کا شکار ہو کر صفحۂ ہستی سے ناپید ہو گئے۔ یہ سب اہلِ سنت والجماعت ہی سے خارج ہوئے تھے۔ چونکہ وہ دینِ فطرت کی فطری تعبیر و تفسیر سے اعراض کرتے ہوئے، غیر فطری عقائد و نظریات اپناتے ہوئے ظاہری معنی میں الجھ گئے اس لئے وہ ہمیشہ کے لئے اپنی موت مر گئے۔

موجودہ دور میں فرقۂ وہابیہ بھی ماضی کے ناپید ہونے والے فِرَقِ باطلہ کے عقائد کا پرچار کرتے ہوئے سلف صالحین سمیت کروڑوں مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتا ہے جو کہ قرآنی تعلیمات کی روح کے سرا سر خلاف ہے۔ دیکھیں قرآن پاک میں تقریباً 168 مرتبہ مختلف آیات میں اللہ کے علاوہ الوہیت کی نفی کی گئی ہے۔ آیات میں اللہ جنہیں ''شُرَکَآءِ یَ'' میرے شریک کہہ کر بیان کرتا ہے وہ کون ہیں؟ اور مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اور غَیْرُ اللّٰہِ سے جنہیں تعبیر کیا گیا ہے ان سے کون مراد ہیں؟ کن لوگوں کو مشرک کہا گیا؟ جن لوگوں کے نصیب میں قرآن سے ہدایت ہوتی ہے انہیں زیادہ دیگر کتب کی ورق گردانی کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ ان آیاتِ مبارکہ کے سیاق وسباق کو ہی دیکھ لیں تو مفہوم نکھر کر

سامنے آ جاتا ہے کہ ان سے مراد وہ بت ہیں جنہیں مشرکینِ مکہ اِلٰہ کے طور پر پوجتے تھے اور اللہ کی الوہیت میں ان بتوں کو شریک کرتے تھے۔

مزید تسلی کے لیے اگر ائمۂ مجتہدین اور جید مفسرین کی تفاسیر مثلاً جلالین، روح المعانی، روح البیان وغیرہ اور ان آیاتِ مقدسہ کے شانِ نزول کو بھی دیکھا جائے تو اسی مفہوم کی مزید تائید ہوتی ہے کہ ان سے مراد مشرکینِ مکہ اور ان کے وہ بت ہیں جنہیں وہ پوجتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ درج ذیل جیسی کئی آیات مبارکہ میں اللہ نے اپنے علاوہ کسی دوسرے کے الٰہ (معبود) ہونے کی نفی فرمائی ہے:

﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ.﴾ (۱)

''نہیں کوئی معبود سوائے میرے پس مجھ سے ہی ڈرا کرو''

﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ.﴾ (۲)

''نہیں ہے کوئی خدا بجز میرے پس میری عبادت کیا کرو''

ان آیات میں بھی کفار جن بتوں کی پوجا کرتے تھے ان سب کی نفی کی گئی ہے۔لیکن پورے قرآن میں صفات کی نفی نہیں کی گئی ہے کہ:

لَا كَرِيْمَ إِلَّا أَنَا، لَا رَحِيْمَ إِلَّا أَنَا، لَا نُوْرَ إِلَّا أَنَا.

''میرے علاوہ کوئی کریم، رحیم، نور نہیں ہے۔''

جس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ صفات کی بھی نفی ہے۔ اگر چند مقامات پر نفی ہے تو صرف ذاتی اور حقیقی کمال کی ہے نہ کہ عطائی کمالات واختیارات کی نفی ہے۔قرآنِ پاک

---

(۱) النحل، ۱۶: ۲

(۲) الانبیاء، ۲۱: ۲۵

کی متعدد آیات گواہ ہیں۔ اللہ خود ان صفاتِ عالیہ اور کمالات و اختیارات کا تذکرہ فرماتا ہے جو اس نے انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کو عطا فرمائے ہیں۔خصوصاً وہ کمالاتِ عالیہ اور صفاتِ عظیمہ جو اس نے سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائے اور ان کو مخصوص انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ ان صفاتِ عالیہ کے بیان سے جہاں ان محبوبانِ بارگاہِ ایزدی کی عظمت و شان کا اظہار ہے۔ وہاں اللہ کی شانِ جود و عطا کا بھی برملا اعلان ہے کہ مقبولانِ خدا، بارگاہِ قدرت الٰہیہ کے مظاہر ہوتے ہیں۔لیکن شومیٔ قسمت فرقہ وہابیہ سے تعلق رکھنے والے علماء اپنی کتاب اور تقاریر میں کافروں اور بتوں کے حق میں نازل شدہ آیاتِ قرآنیہ کو انبیاء عظام علیہم السلام ، اولیاء کرام علیہم الرحمۃ اور خصوصاً سید المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ پہ چسپاں کر کے ان کو اپنے خود ساختہ عقیدہ کی تائید میں بے بس اور بے اختیارات کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔

جو مسلمان قران و حدیث سے ثابت اور سلف صالحین کے تائیدی عقیدہ کے مطابق ان محبوب بندوں خصوصاً تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کے کمالات و اختیارات کو مانیں ان پر یہ کفر اور شرک کے فتوے لگاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک شانِ رسالت کے انکار کا نام توحید ہے اور یہ شیطانی نظریہ ہے۔ کتاب التوحید، تقویۃ الایمان اور کشف الشبہات جیسی سینکڑوں کتب میں ایسا ہی مواد موجود ہے جن کے مختلف زبانوں میں تراجم کر کے سعودی حکومت حجاجِ کرام میں تقسیم کر رہی ہے۔ ان کتب میں انہوں نے اپنے علاوہ پوری امت کو کافر اور مشرک لکھا ہے۔ **العیاذ باللہ**۔

حالانکہ جاہل سے جاہل مسلمان بھی اللہ کے سوا کسی کو إلہ نہیں مانتا۔ کتبِ حدیث اور تاریخِ اسلامی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے تھے جو نماز، روزہ اور دیگر عبادات میں بڑی پابندی کا مظاہرہ کرتے، ظاہری صورت میں بڑے متقی اور عبادت گزار دکھائی دیتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے مقابلہ میں اپنی عبادت کم خیال کرتے تھے۔

وہی بظاہر دیندار لوگ کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی قرآنی آیات کو ایمان والوں پر چسپاں کرتے تھے جس کی وجہ سے صحابہ کرام ﷺ انہیں ناپسند کرتے اور ایسے لوگوں کو ساری مخلوق سے بدتر جانتے تھے۔

ایک روایت ملاحظہ فرمائیں:

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ (الخوارج) شِرَارَ خَلْقِ اللهِ وَقَالَ: إِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا إِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ. [1]

''سیدنا ابن عمر ﷺ خارجیوں کو ساری مخلوق سے بدتر جانتے تھے۔ کیونکہ وہ کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو مومنین پر چسپاں کرتے تھے۔''

اب سلف صالحین، اولیاءِ کاملین اور علماءِ ربانیین رحمہم اللہ تعالیٰ کے برعکس خود ساختہ عقیدہ اختیار کرنے والے اور قرآنی آیات کا ترجمہ اور تفسیر کرنے والے اور صحابہ کرام ﷺ اہل بیتِ اطہار ﷺ اور دیگر ائمہ کرام و اولیاءِ کاملین رحمہم اللہ تعالیٰ سمیت موجودہ دور کے کروڑوں مسلمانوں کے عقائد کو ''شرکیہ عقائد'' کہنے والے ذرا سوچیں یومِ حساب سے ڈریں کہ بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات انبیاء کرام اور اولیاء کرام پر چسپاں کر کے کن لوگوں کے نقش قدم پہ چل رہے ہیں۔ سادہ لوح صحیح العقیدہ مسلمان کو ابوجہل مشرک سے تشبیہ دینے سے پہلے ذرا اپنی صورت، کردار اور عقائد سمیت آئینہ خارجیت کے سامنے کھڑے ہوں! غور سے دیکھیں کہ کہیں تم وہی تو نہیں ہو۔

اگر وہی ہو تو پھر سیدنا ابن عمر ﷺ کا فتویٰ ملاحظہ کر لو اور مزید اپنے بناوٹی عقیدہ کے مطابق جو عامیانہ الفاظ اور عبارات بارگاہِ نبوت کے بارے لکھے اور کہے گئے ہیں اور جو آئے دن استعمال ہوتے ہیں۔ مرنے سے پہلے کسی لمحے تنہائی میں ان کے بارے بھی ضرور سوچ لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخرت تباہ ہو جائے کیونکہ قرآنِ مجید میں متعدد آیات

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين و قتالهم باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، ۶: ۲۵۳۹

میں خود اللہ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا ہے۔ کئی آیات میں بارگاہِ نبوت کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ ایک دوسرے کی طرح بلانے سے بھی منع کیا ہے۔ جب پکارو القاب سے پکارو۔ یا رسول اللہ! یا حبیب اللہ! یا نبی اللہ! یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کرام ﷡ اور نبی کریم ﷺ کے رشتہ دار ہونے کے باوجود اُم المومنین سیدہ عائشہ ﷝ اور سیدنا ابوبکر صدیق ﷛ سمیت سب جب پکارتے یَا رَسُوْلَ اللہ ہی کہتے۔

کتبِ حدیث میں دیکھیں کسی نے یہ نہیں کہا کہ میں اپنے بھائی سے اور کسی زوجہ خاتون نے یہ نہیں کہا کہ میں اپنے خاوند سے اور کسی داماد نے یہ نہیں کہا کہ میں اپنے سسر سے روایت کرتا ہوں۔ سب روایت کرتے وقت یہی کہتے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ! صحابہ کرام ﷡ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عامیانہ الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے۔ جبکہ بعض لوگ، سرکارِ دو عالم ﷺ کو بڑا بھائی اور اپنے جیسا بشر کہنے کو ہی سارا دین سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ نے ذومعنیٰ الفاظ بھی بارگاہ نبوی میں کہنے کرنے سے منع کر دیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا.﴾ (۱)

”اے ایمان والو! (میرے حبیب سے کلام کرتے وقت) مت کہا کرو ”رَاعِنَا“ بلکہ کہو ”انْظُرْنَا“ اور (ان کی بات پہلے ہی) غور سے سنا کرو۔“

رَاعِنَا. (ہماری رعایت فرمایئے) یہ ذومعنیٰ لفظ ہے۔ یہودیوں کی عبرانی زبان میں اس لفظ میں بے ادبی اور گستاخی پائی جاتی ہے۔ ذاتِ خداوندی کو اپنے محبوب نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا اتنا خیال ہے کہ بارگاہِ رسالت میں یہ لفظ بولنے سے منع کر دیا کہ اس میں گستاخی اور بے ادبی کا شائبہ موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام ﷡ سے لے کر آج تک علماءِ ربانیین، ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایسے الفاظ جن میں بے ادبی اور گستاخی کا شائبہ موجود ہو ان الفاظ کا بارگاہِ رسالت میں استعمال نا مناسب، ناجائز بلکہ حرام ہے اور اگر کوئی مسلمان عامیانہ الفاظ بے ادبی اور گستاخی یا آپ ﷺ کی

(۱) البقرہ، ۲: ۱۰۴

قدر و منزلت گھٹانے کی غرض سے جان بوجھ کر استعمال کرتا ہے وہ بالاجماع بے ایمان ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

خدارا!

شرک و بدعت کے فتوؤں کی مشین کے switch کو off کریں۔ اندھیری قبر کی تاریکی اور تنہائی کو مدِ نظر رکھیں اور اپنی کتب میں بارگاہِ نبوت میں جو عامیانہ الفاظ و عبارات لکھی ہیں اور مقاماتِ نبوت ﷺ کو حاسدانہ نظروں سے دیکھ کر لوگوں کے دلوں سے محبت وعظمتِ رسول ﷺ نکالنے کے لئے جو سوقیانہ باتیں لکھی گئی ہیں یا کہی جاتی ہیں انہیں بھی پیش نظر رکھیں۔ کیا ایک کلمہ گو کو ایسی باتیں زیب دیتی ہیں؟ کیا محسنِ کائنات ﷺ جس نے ہمیں جہنم سے نکال کر جنت کی راہ دکھائی ان کے احسانات کا یہی صلہ ہے؟ کہیں یہ احسان فراموشی تو نہیں ہے؟ کہیں یہ باتیں اللہ کی ناراضی کا سبب تو نہیں بن جائیں گی؟ اگر ایمانی حرارت موجود ہو گی تو ضرور سوچ کے زاویوں میں تبدیلی آئے گی۔ اِن شَآءَ اللہ عنقریب ہماری زندگی کی مہلت ختم ہونے والی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے ادب ہونے کی وجہ سے اعمال کی ساری پونجی ہی غارت ہو جائے۔ قبر میں تجھ سے فیصلہ کن سوال سرورِ کائنات ﷺ کی جلوہ گری پر یہی ہوگا۔

مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ؟(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، ۱: ۴۶۲، رقم: ۱۳۰۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنة و صفة نعیمها و أهلها، باب عرض مقعد المیت من الجنة أو عله و إثبات عذاب القبر والتعوذ منه، ۴: ۲۱۹۹، رقم: ۲۸۷۰

۳۔ ابو داؤد، السنن، کتاب السنة، باب فی المسألة في القبر و عذاب القبر، ۴: ۲۳۸، رقم: ۴۷۵۱

''اس رجل مقدس کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟''

یعنی مرنے سے پہلے تیرا ان کے بارے میں کیا عقیدہ تھا؟ یہ یاد رہے کہ شرک کے ارتکاب کی طرح بارگاہِ نبوت ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی کی وجہ سے بھی اعمالِ صالحہ ضائع کر دیئے جاتے ہیں۔

اے اللہ کریم! جس طرح تو نے امتِ مرحومہ کو شرکِ جلی کی لعنت سے محفوظ فرمایا ہے اسی طرح امت کو بے ادبی اور گستاخی کی لعنت سے بھی محفوظ فرما۔

آمِيْنَ بِحَقِّ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ أَجْمَعِيْنَ.

اب مزید کمالات و اوصاف جو مالک الملک نے اپنی بارگاہ سے نظام کائنات چلانے کی حکمتوں کے پیشِ نظر اپنی مخلوق کو عطا کئے، خصوصیت کے ساتھ وہ اوصافِ مقدسہ جو اپنے انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ان میں سے چند ایک کا ذکر قرآن و حدیث کی روشنی میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ شکوک وشبہات دور ہوں، کمالاتِ نبوت کی عظمت قلب میں جاگزیں ہو اور رب العزت کی شانِ صمدیت کے نور سے ظاہر و باطن روشن ہو۔

❁ تیسرا باب:

رحمت

اللہ رحمٰن اور رؤف و رحیم ہے۔

﴿حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ٥﴾ (۱)

''بہت ہی خواہش مند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں کیساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا۔ بہت رحم فرمانے والا ہے٥ ''

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ٥﴾ (۲)

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو، مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے٥''

جب بندۂ مومن جس کے نصیب میں قرآنِ مجید سے ہدایت لکھی ہوتی ہے وہ ان آیاتِ مبارکہ کی تلاوت کرتا ہے تو رب العلمین کے جود و عطا پر سبحان اللہ کا ورد کرتا ہے کہ اس نے دیگر صفاتِ کمالیہ کی طرح صفتِ رحمت میں بھی نبی کریم ﷺ کو اپنا مظہرِ اتم بنایا ہے۔

رَحْمَة لِّلْعٰلَمِيْنَ آپ کا وصفِ خاص ہے۔ عالمین عالم کی جمع ہے۔ اللہ کے سوا جن و انس و ملائکہ سمیت کائنات کی ہر شے عالم میں شمار ہوتی ہے اور آپ کی رسالت

---

(۱) التوبہ، ۹:۱۲۸

(۲) الانبیاء، ۲۱:۱۰۷

کی طرح آپ کی رحمت بھی عام ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی شانِ رحمت کو خود یوں بیان فرمایا:

اَنَا مُحَمَّدٌ، وَاَنَا اَحْمَدُ، وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ. (۱)

''میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں نبی رحمت ہوں۔''

رب العالمین نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر اس منصب کے اکمال کے لئے مزید کمالات عطا کر دیئے۔ مثلاً بعد از وصال زندہ ہونا، میت کے حال سے باخبر ہونا، رحمت پہنچانے کی قدرت و اختیار کا ہونا، روحانیت اور نورِ نبوت کے لحاظ سے مرحوم کے قریب ہونا۔

لغوی اعتبار سے بھی رحمت کے معنیٰ ہمدردی، غمگساری، محبت اور خبر گیری کے ہیں۔ جس طرح ربِ کائنات کی ربوبیت سے کوئی چیز بالانہیں اسی طرح حضور ﷺ کی خبر گیری اور فیضانِ رحمت سے بھی کوئی شے باہر نہیں بلکہ آپ ﷺ کے وسیلۂ رحمت سے ہی ربوبیت کا فیض تقسیم ہو رہا ہے۔

روح المعانی و دیگر تفاسیر میں علماءِ ربانیین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ہر نعمت خواہ وہ کسی نوعیت کی ہو، روزِ اول سے لے کر قیامت تک جس کو بھی ملی ہے یا ملے گی آپ ﷺ کے ذریعے ہی تقسیم ہوتی ہے۔ چونکہ آپ ﷺ اللہ کے خلیفۂ اعظم ہیں۔ خود ارشاد فرماتے ہیں:

وَاللّٰهُ الْمُعْطِيْ وَأَنَا الْقَاسِمُ. (۲)

''اللہ عطا فرمانے والا ہے اور میں تقسیم کرنیوالا ہوں۔''

اس کے علاوہ قرآنی آیاتِ مبارکہ گواہی دے رہی ہیں کہ اس بے نیاز ذات

---

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۰۵، رقم: ۲۳۴۹۲

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب قول اللہ تعالٰی (فان للہ خمسه وللرسول)، ۳: ۱۱۳۴، رقم: ۲۹۴۸

نے اپنی صفات عالیہ مثلا زندہ کرنا، شفا دینا، موت دینا اور دیگر کئی صفات مخلوق کو عطا فرمائی ہیں۔

﴿وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۝﴾ (۱)

''اور میں تندرست کر دیتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور (لا علاج) کوڑھی کو اور میں زندہ کرتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے۝ ''

اس کے باوجود وہ اپنی ذات وصفات میں ہر آن معبودِ حقیقی کے محتاج ہیں۔

(۱) آل عمران، ۴۹:۳

❁ چوتھا باب:

شانِ شاہدیت

اللہ اپنی صفاتِ کمالیہ ذاتیہ، علم، سمع، بصر اور قدرت کے لحاظ سے کائنات میں اپنی صمدیت کے لائق حاضر و ناظر ہے۔ اس معبودِ حقیقی نے اپنی مخلوق کو بھی اس کی حیثیت کے مطابق صفتِ حاضر و ناظر عطا فرمائی ہے۔ عام انسانوں کو بھی جہاں تک اس کی نظر کام کرتی ہے یا کرے وہ بھی ناظر ہے۔ جس جگہ (مکان وحجرہ) میں وہ تصرف کر سکے وہاں تک وہ حاضر بھی ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ شیطان لعین اپنی حیثیت کے مطابق یہ صفت رکھتا ہے جبکہ قرآن مجید میں اس نے اعتراف کیا ہے کہ اس میں بے شمار انسانی مخلوق میں سے ہر ایک کی راہ میں بیٹھنے اور ان پر چاروں طرف سے حملہ کرنے کی قوت موجود ہے۔

﴿قَالَ اَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَo قَالَ اِنَّکَ مِنَ الۡمُنۡظَرِیۡنَo قَالَ فَبِمَاۤ اَغۡوَیۡتَنِیۡ لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَاطَکَ الۡمُسۡتَقِیۡمَo ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَیۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ ؕ وَلَا تَجِدُ اَکۡثَرَهُمۡ شٰکِرِیۡنَo﴾ (۱)

''بولا مہلت دے مجھے اس دن تک جب لوگ قبروں سے اٹھائیں جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے۔ کہنے لگا اس وجہ سے کہ تو نے مجھے (اپنی رحمت سے) مایوس کر دیا میں ضرور تاک میں بیٹھوں

(۱) الاعراف، ۷: ۱۴-۱۷

گا ان (کو گمراہ کرنے) کیلئے تیرے سیدھے راستہ پر۔ پھر میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (بہکانے کیلئے) ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے اور تو نہ پائے گا ان میں سے اکثر کو شکر گزار۔‘‘

سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی بھی تائید کرتا ہے:

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ. (۱)

’’بے شک شیطان ابنِ آدم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔‘‘

یہ بات بھی دلیل ہے کہ شیطان کو ہر انسان کے ساتھ رہنے کی قوت حاصل ہے۔ یعنی وہ اپنی شیطنت کے لحاظ سے حاضر و ناظر ہے۔

اسی طرح پوری دنیا میں اربوں انسان بسنے والے ہیں اور ایک وقت میں متعدد انسان مرتے ہیں اور ان سب کی روح قبض کرنے والا ایک ہی ہے۔ اس کا نام عزرائیل علیہ السلام ہے۔ ان کی ذات میں بھی یہ طاقت ان کی شان کے لائق موجود ہے۔ اور منکر نکیر دو فرشتے ہیں جو قبر میں مردے سے سوال کرنے کے لئے آتے ہیں۔ پوری دنیا میں بیک وقت سب مردوں کے پاس حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور سوالات کرتے ہیں۔

احادیث کے مطابق تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بیت المقدس میں جمع ہونا نماز پڑھنا اور ملاقات کرنا ثابت ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی متعدد مقامات پر جلوہ گری کی قوت بعد از

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاعتکاف، باب زیادة المرأة زوجها فی اعتکافه، ۲: ۷۱۷، رقم: ۱۹۳۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب السلام، باب بیان أنه یستحب لمن رؤی خالیا بإمرأة وکانت زوجة أو محرما له أن یقول هذه فلانة لیدفع ظن السوء به، ۴: ۱۷۱۲، رقم:

وصال بھی عطا فرمائی۔ شبِ معراج حضور ﷺ فرماتے ہیں:

مَرَرْتُ عَلَى مُوْسٰى وَهُوَ يُصَلِّيْ فِي قَبْرِهٖ.(۱)

''جب میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گذرا وہ نماز پڑھ رہے تھے۔''

جب مسافرِ لامکاں بیت المقدس پہنچے تو وہاں استقبال کرنے والوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا اَوَّلُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا آخِرُ کے الفاظ میں سلام عرض کر رہے تھے۔(۲)

اور چھٹے آسمان پر اسی لمحے گزر ہوا تو وہاں بھی موجود تھے اور آپ ﷺ سے ہمکلام ہوئے۔

اللہ نے اپنی عادتِ مقدسہ کے مطابق اپنی شانِ شاہدیت میں بھی اپنے محبوب سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ والا صفات کو اپنا مظہر اتم بنایا۔ اس لئے سلف صالحین، متقدمین، متاخرین، محققین، محدثین، مفسرین، اولیاءِ کاملین اور علماءِ ربانیین رحمہم اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کی شانِ شاہدیت (حاضر وناظر) کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح آسمان کا سورج اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر ہے لیکن وہ اپنی روشنی اور نورانیت کے

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسى عليه السلام، ۴: ۱۸۴۵، رقم: ۲۳۷۵
۲۔ نسائی، السنن، کتاب قيام الليل و تطوع النهار، باب صلاة نبي الله موسى عليه السلام، ۳: ۲۱۵، رقم: ۱۶۳۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۹۵، رقم: ۲۰۶۱۶
۴۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۱۱: ۱۱۱، رقم: ۱۱۲۰۷

(۲) ۱۔ طبری، جامع البيان فی تأويل القرآن، ۱۵: ۶
۲۔ ثعلبي، کشف البيان، ۶: ۵۸
۳۔ ابن کثير، تفسير القرآن العظيم، ۳: ۶

ساتھ روئے زمین پر موجود ہے۔ اسی طرح حیاتِ حقیقی کے ساتھ سیدنا محمد رسول ﷺ اپنے جسم بشری کے ساتھ گنبدِ خضراء میں موجود ہیں لیکن اللہ کی عطا کردہ صفات نورانیت، روحانیت، علمیت اور رحمت کے ساتھ پوری کائنات پر جلوہ فرما ہیں۔ یہ یاد رہے کہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ آپ جسمِ بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اللہ کے اذن سے جہاں کرم فرمانے کے لئے تشریف لے جانا چاہیں تو لے جا سکتے ہیں۔ بے شمار کتب گواہ ہیں کہ اہل نظر و اہل دل آپ کی زیارت و جلوہ گری سے مشرف ہو چکے ہیں۔(۱)

اور دیگر کتب بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے شروع ہی سے قوتِ مشاہدہ آپ ﷺ کو عطا فرما دی تھی لیکن نزولِ قرآن کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے مشاہدہ و علمیت کی قوت میں اضافہ ہوتا رہا۔ اس لئے کسی مسلمان کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے کہ قرآن کے نزول کے دنوں میں بھی آپ ﷺ اپنی امت کے ہر ہر عمل پر حاضر و ناظر ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ قرآن مجید جو تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کے نزول کی تکمیل کے بعد آپ ﷺ اپنی امت کے جملہ اعمال پر اللہ کی عطا کردہ شانِ شاہدیت سے حاضر و ناظر ہیں۔

آیئے قرآن حکیم سے آپ ﷺ کی شانِ شاہدیت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًاo وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًاo﴾ (۲)

”اے نبی (مکرم!) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور

---

(۱) ۱۔ محمد انور شاہ کشمیری، فیض الباری
۲۔ اشرف علی تھانوی، جمال الاولیاء
۳۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، کمالات و حالات عزیزی
(۲) الاحزاب، ۳۳: ۴۵۔۴۶

خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا o ''

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ یوں رقمطراز ہیں:

''شاہد کا معنی گواہ ہے اور گواہ کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی۔''

چنانچہ علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مفردات میں لکھا ہے:

الشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ: أَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصْرِ أَوِ بِالْبَصِيْرَةِ. (۱)

''یعنی شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نور سے۔''

یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم نے تجھے شاہد بنایا لیکن جس چیز پر شاہد بنایا، اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو شہادتِ نبوت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی۔ یہاں اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی وسعت کا اظہار مطلوب ہے۔ یعنی حضور گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی تمام صفاتِ کمالیہ پر ۔۔۔۔۔ نیز حضور ﷺ اسلام، اس کے عقائد، اس کے نظامِ عبادات واخلاق اور اس کے سارے قوانین کی حقانیت کے بھی گواہ ہیں ۔۔۔۔ اور جب قیامت کے روز سابقہ امتیں اپنے انبیاء کرام ؊ کی دعوت کا انکار کر دیں گی کہ نہ ان کے پاس کوئی نبی آیا اور نہ کسی نے ان کو دعوتِ توحید دی اور نہ کسی نے انہیں گناہوں سے روکا۔ اس وقت بھرے مجمع میں اللہ تعالیٰ کا یہ رسول ﷺ انبیاء کرام ؊ کی صداقت کی گواہی دے گا ۔۔۔۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ اپنی امت کے اعمال پر گواہی

(۱) راغب أصفهانی، المفردات، ۱: ۲۶۷

دیں گے ــــــــــ کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا غلطی سرزد ہوئی۔ چنانچہ مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شَاهِدًا عَلَى أُمَّتِكَ. (۱)

''یعنی حضور اپنی امت پر گواہی دیں گے۔''

اپنی اس تفسیر کی تائید میں انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے:

اَخْرَجَ إِبْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ: قَالَ لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا وَيُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أُمَّتُهُ غَدْوَةً وَعَشِيَّةً فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَائِهِمْ وَلِذَالِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ. (۲)

''حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن میبّب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح شام حضور ﷺ کی امت حضور ﷺ پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ﷺ ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ ان پر گواہی دیں گے۔''

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تُرَاقِبُ أَحْوَالَهُمْ وَتُشَاهِدُ أَعْمَالَهُمْ ...وَتُؤَدِّيْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَدَآءً

---

(۱) ۱۔ رازی، التفسیر الکبیر، ۲۸: ۷۴
۲۔ طبری، جامع البیان فی تأویل القرآن، ۲۲: ۱۸
۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲۲: ۱۸
۴۔ سیوطی، الدر المنثور، ۶: ۲۲۴

(۲) ۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۰۰
۲۔ قرطبی، التفسیر، ۵: ۱۹۸

مَّقۡبُوۡلًا فِیۡمَالَهُمۡ وَمَا عَلَیۡهِمۡ. (۱)

''(حضور گواہی دیں گے اپنی امت پر کیونکہ) آپ ﷺ ان کے احوال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ اور روزِ قیامت ان کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔''

اس قول کی تائید میں علامہ آلوسی نے مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کا یہ شعر نقل کیا ہے۔

در نظر بودش مقامات العباد

زاں سبب نامش خدا شاهد نهاد

کہ بندوں کے مقامات حضور ﷺ کی نگاہ میں تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا اسم پاک شاہد رکھا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس مقام پر جو حاشیہ لکھا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، لکھتے ہیں:

''اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا ہے۔''(۲)

نیز جلیل القدر مفسرین اپنی اپنی تفسیروں، روح البیان، بیضاوی، جلالین، البحر المحیط اور ابن کثیر میں بھی ایک ہی جیسے الفاظ سے یہی دکھا رہے ہیں کہ قیامت کے دن ہمارے نبی ﷺ جن کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

تمام مکاتبِ فکر کے معتمد علیہ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مدارج

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۲۲: ۴۵

(۲) شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، الاحزاب، ۳۳: ۴۵، حاشیہ ۶۴، ماخوذ از ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ، ۴: ۸۱

النبوت میں یوں رقمطراز ہیں:

(شاھدا) یعنی عالم وحاضر بحالِ امت وتصدیق وتکذیب ونجات وھلاکت ایشاں۔ (۱)

''یعنی امت کے حال، ان کی نجات و ہلاکت اور تصدیق و تکذیب پر حاضر و عالم۔''

اس کے ساتھ موجودہ دور میں وہ لوگ جن کے پیروکار ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ کی اس صفت کا انکار کرتے ہیں۔ اور جو اپنے نبی ﷺ کی عطا فرمودہ اس صفت کو مانتے ہیں ان پر شرک کے فتوے لگاتے ہیں۔

اب آپ ذرا غور فرمایئے کہ اس آیت کی تفسیر ان کے اکابر کے نزدیک کیا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''اور ہر امت کا نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا تا کہ اپنی امت کے نیک و بد اور مطیع و عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیسا معاملہ حق کے پیغام اور پیغام بر کے ساتھ کیا۔''(۲)

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

''اور امت پر شاہد ہونے کا ایک مفہوم عام یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے سب افراد کے اچھے برے اعمال کی شہادت دیں گے۔''(۳)

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

---

(۱) شاہ عبد الحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ

(۲) شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، النمل، ۱۶: ۸۴، حاشیہ ۱۴۰

(۳) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن۔

''اور رسول اللہ ﷺ جو اپنے امتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں ان کی صداقت و عدالت پر گواہ ہوں گے۔''(۱)

اسی طرح غیر مقلدین کے جید رہنما قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں اور تکذیب کرنے والوں کی گواہی دیں گے۔''(۲)

مخالفین کی مذکورہ تفسیروں سے بھی بالکل عیاں ہو گیا کہ قیامت کے دن حضور ﷺ اپنی امت کی گواہی دیں گے اور دیو بند کے مولانا محمود الحسن صاحب کی تفسیر کے لحاظ سے ''کہ رسول ﷺ جو اپنے امتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں'' کے الفاظ سلف صالحین کے عقیدہ کی تائید کر رہے ہیں جس کی ترجمانی اس وقت اہل السنّت و الجماعت کر رہے ہیں۔

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مکتوبات برحاشیہ اخبار الاخیار میں امت کے علماء کا اس عقیدہ پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حقیقتِ حیات کے ساتھ باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

اور اسی طرح شارح بخاری امام زرقانی بھی اسی عقیدہ کی وکالت کر رہے ہیں:

إِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ فِي مُشَاهَدَتِهِ لِأُمَّتِهِ، وَمَعْرِفَتِهِ بِأَحْوَالِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَواطِرِهِمْ، وَذَلِكَ عِنْدَهُ جَلِيٌ لَا خِفَاءَ بِهِ. (۳)

''اپنی امت کا مشاہدہ فرمانے میں، امت کے حالات، دلی ارادوں اور رازوں کو پہچاننے میں نبی کریم ﷺ کی موت و حیات میں کچھ فرق نہیں۔ یہ تمام

(۱) شبير أحمد عثمانى، تفسير عثمانى، البقره ۲:۱۴۳ حاشيه ۲۰۱
(۲) شوكانى، فتح القدير۔
(۳) زرقانى، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ۳: ۵۹۵

چیزیں ان کے ہاں ظاہر ہیں۔ ان میں سے کوئی شئے پوشیدہ نہیں۔‘‘

آپ ﷺ کی شانِ شاہدیت (حاضر و ناظر) کو دوسری کئی آیات میں بھی بیان کیا گیا۔

﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.﴾ (۱)

’’بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے کہ گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت ہی خواہش مند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہےo‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور ﷺ کو خبر ہے تو ہمارے دکھ و تکلیف سے قلبِ مبارک کو رنج ہوتا ہے، اگر ہماری خبر ہی نہیں ہے تو رنج کیسا۔

دیگر آیاتِ مبارکہ میں بھی رحمت، علمیت اور نورانیت کے اعتبار سے بھی شاہدیت کو بیان کیا گیا ہے۔

متعدد احادیث میں بھی اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے۔

امام الصحابہ، خلیفۂ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا اثاثہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے قدموں میں پیش کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

يَا أَبَا بَكْرٍ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟

’’اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟‘‘

---

(۱) التوبہ، ۹: ۱۲۸

آپ ﷺ نے اپنے عقیدے کا یوں اظہار کیا کہ:

أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُوْلَهُ. (۱)

''میں ان کیلئے اللہ اور اس کا رسول ﷺ چھوڑ آیا ہوں۔''

آپ ﷺ کا بھی ایمان تھا کہ تاجدارِ کائنات ﷺ جس طرح مسجد شریف میں جلوہ گر ہیں اسی طرح اپنی شانِ شاہدیت یعنی روحانیت، رحمت اور نورِ نبوت کے لحاظ سے ہمارے گھر میں بھی موجود ہیں۔

ویسے تو بہت سے احادیث سے شانِ شاہدیت واضح ہوتی ہے لیکن یہاں صرف ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

انسان کی میت جب قبر میں رکھی جاتی ہے قبر میں سرکارِ دو عالم ﷺ تشریف لاتے ہیں، نکیرین پوچھتے ہیں:

مَا تَقُوْلُ فِيْ هَذَا الرَّجُلِ؟ (۲)

''اس رجل مقدس کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب أبی بکر و عمر ﷺ، ۵: ۶۱۴، رقم: ۳۶۷۵

۲۔ ابوداود، السنن، کتاب الزکاۃ، باب في الرخصة في ذلك، ۲: ۱۲۹، رقم: ۱۶۷۸

۳۔ حاکم، المستدرك، کتاب الزکاۃ، ۱: ۵۴، رقم: ۱۵۱۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، ۱: ۴۴۸، رقم: ۱۲۷۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب عرض مقعد المیت من الجنة أو النار علیه، ۴: ۲۱۹۹، ۲۸۷۰

هذا اسم اشارہ قریب ہے جو نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری پہ دلالت کرتا ہے۔

اب وہ لوگ جو کمالاتِ نبوت کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر روز ہر لمحہ ہزاروں انسان مرتے ہیں کیا حضور ﷺ بیک وقت ہر قبر میں جا سکتے ہیں؟ حالانکہ موجودہ دور میں یہ کمال عقل سے ماوراء تو ہوسکتا ہے مگر عقل کے خلاف نہیں۔ ٹیلی ویژن کی ایجاد نے انسانی عقل کو اس کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ ایک شخص ٹی۔ وی اسٹیشن پر بیٹھا ہوا ہے۔ لاکھوں گھروں میں اپنا آپ دکھا سکتا ہے تو کیا اللہ کے محبوب ﷺ اللہ کی عطا کردہ طاقت سے ہر مرنے والے کو قبر میں زیارت نہیں کرا سکتے؟ عقل کمالِ نبوت کی گرد پہ قربان کرنے والے اولیاء کرام علیہم الرحمۃ اور اہلِ محبت اسی لئے موت سے ڈرنے کے بجائے موت کی تمنا کرتے ہیں۔ وہ یقین کامل رکھتے ہیں کہ موت انہیں اپنے پیارے نبی ﷺ کے قدموں میں پہنچا دے گی۔

ائمہ کرام، فقہاء محدثین اور علماء ربانیین علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اسی لئے نمازی کو نماز میں صیغۂ خطاب کے ساتھ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ (اے نبی آپ پر سلام ہو) سلام عرض کرنا واجب ہے۔ چونکہ خود آپ ﷺ نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں پس نمازی کو چاہیے کہ اس معنیٰ ومفہوم سے آگاہ رہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہو، تاکہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے منور اور فیض یاب ہو۔ (۱)

امام محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وَأَحضِرْ فِيْ قَلْبِکَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلامُ وَشَخْصَهُ الكَرِيْمَ وَقُلْ السَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ. (۲)

''اپنے دل میں نبی کریم ﷺ کو حاضر جانو پھر کہو السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ۔''

(۱) نواب صدیق حسین بھوپالی، مسك الختام فی شرح بلوغ المرام
(۲) غزالی، إحياء العلوم الدين، ۱: ۱۶۹

امام غزالیؒ اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہما الرحمۃ کے علاوہ اہلِ حدیث وہابیوں کے رہنما نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی مسک الختام شرح بلوغ المرام میں اہلسنت وجماعت کے اسی عقیدہ کی تائید کی ہے۔

اب نمازی نماز میں کیا خیال رکھے؟ آیئے فقہا کرام سے پوچھتے ہیں:

(وَيَقْصُدُ بِأَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ) مَعَانِيُهَا مُرَادَةٌ لَهُ عَلَى وَجْهِ (الْإِنْشَاء) كَأَنَّهُ يُحَيِّ اللّٰهَ تَعَالى وَيُسَلِّمُ عَلَى نَبِيِّهٖ وَ عَلَى نَفْسِهٖ وَأَوْلِيَائِهٖ (لَا الْإِخْبَارِ). (۱)

''التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے گویا وہ نمازی اللہ تعالیٰ کو تحیہ اور اپنے نبی ﷺ کو سلام عرض کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اور اپنے دوستوں کو سلام کہتا ہے۔ خبر دینے کے طریقے پر نہ ہو۔''

امام شامیؒ بھی لکھتے ہیں:

لَا يَقْصُدِ الْإِخْبَارَ، وَالْحِكَايَةَ عَمَّا وَقَعَ فِي الْمِعْرَاجِ مَنْهُ ﷺ. (۲)

''التحیات میں آپ ﷺ کی معراج کے کلام اور قصہ کی نیت نہ کرنا۔''

(معلوم نہیں ایک حنفی اس عقیدہ سے کیسے انکار کرتا ہے) مذکورہ بالا دلائل قرآن واحادیث کے کثیر دلائل میں سے چند ہیں۔

بہر حال صاف دل، حق کا متلاشی، خلوصِ دل سے سچائی تلاش کرنے والا موازنہ کر سکتا ہے۔ حقائق کے آئینہ میں بھی دیکھ سکتا ہے۔ وہابی فتنہ سے پہلے کسی نے بھی نبی

---

(۱) ۱۔ حصكفي، الدر المختار، ۱: ۵۱۰

۲۔ ابن نجيم حنفی، البحر الرائق، ۱: ۳۴۳

۳۔ شيخ نظام و علماء ہند، الفتاوى الهندية، ۱: ۷۲

(۲) ابن عابدين شامی، رد المختار، ۱: ۵۱۰

پاک ﷺ کے کسی کمال کا انکار نہیں کیا۔

اسی کمالِ شاہدیت سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جیسا محدث اس عقیدہ میں علماء اسلام کا اجماع بیان کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا انکار کرنے والے اور شرک کے فتوے لگانے والے سب بعد کی پیداوار ہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے سلف صالحین اور علماءِ ربانیین علیہم الرحمۃ کے خلافت امت میں ایک نئے فرقہ کی بنیاد رکھی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے کمالات کا انکار کرنا، شان نبوت میں تنقیص کرنا ان کا سب سے بڑا مشن ہے تا کہ لوگوں کے دلوں سے روحِ محمد ﷺ نکل جائے۔ اسی لئے سرکارِ دو عالم ﷺ کی شانِ شاہدیت کا بھی انکار کرتے ہیں۔

چنانچہ برعظیم میں تحریک وہابیہ کے بانی اسماعیل دہلوی نے سب سے پہلے اپنی کتاب ''صراطِ مستقیم'' میں یہ لکھا ہے کہ نماز میں حضور ﷺ کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ

''از وسوسئہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوی شیخ وامثال آں ازمظمین گو جناب رسال مآب باشد بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خوداست۔''(۱)

''زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب ﷺ ہی ہوں، اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔''

یہ مشہورِ زمانہ گستاخانہ عبارت حقیقت سے سینکڑوں میل دور ہے۔ دیکھیں کوئی نمازی نماز میں تاجدارِ کائنات ﷺ کا خیال کیسے روک سکتا ہے؟ جبکہ نماز ہے ہی سرکارِ دو

(۱) محمد اسماعیل دہلوی، صراط المستقیم: ۸۶

عالم ﷺ کی ادا، آپ ﷺ کا نام لے کر آپ ﷺ پر درود پڑھنا ہے اور التحیات میں حضور ﷺ کو سلام عرض کرنا ہے۔

ہم اتنا سوچ لیں کہ ایک طرف حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی اور حضرت امام غزالی علیہما الرحمہ جیسے امام، صحابہ کرام ﷺ کا نماز کے دوران حضورِ اکرم ﷺ کا دیدار اور تعظیم کرنا بیان فرما رہے ہیں۔

وَأَحْضِرْ فِيْ قَلْبِکَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَشَخْصَهُ الْكَرِيْمُ وَقُلْ السَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ. (۱)

''اپنے دل میں نبی کریم ﷺ کو حاضر جانو پھر کہو السَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ۔''

اور دوسری طرف اسماعیل دہلوی ہیں جو کہتے ہیں کہ نماز میں آپ ﷺ کا خیال لانا بدتر ہے۔

قلبِ سلیم والے کے لئے حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنا مشکل نہیں رہتا۔ یہ بات یاد رکھیں ایسے مولوی نے کام نہیں آنا۔ کام آئیں گے باذن الٰہی نبی پاک ﷺ کام آئیں گے۔ اس لئے کسی کے باطل قول کے لئے حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کرنا چاہئیں۔ ایسا نہ ہو کہ آخرت تباہ ہو جائے۔ (العیاذ باللہ)

---

(۱) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۱: ۱۶۹

❁ پانچواں باب:

علمیت

عالم الغیب فقط اللہ ﷻ ہی کی ذات ہے۔علم الٰہی دوسری صفاتِ کمالیہ کی طرح ایک بہت بڑی صفت ہے جو عموما اللہ ﷻ کے ساتھ ہی مختص ہے۔ خالقِ کائنات کا علم کائنات کی ہر شئی کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ صفت بھی دوسری صفات کی طرح قدیم، ازلی، ابدی، لامحدود اور ذاتی ہے۔

قرآن پاک کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ علم کو انسانیت کا زیور بنایا گیا اور سب سے پہلے انسان سیدنا آدم علیہ السلام جنہیں نبی ﷺ اور خلیفہ بنایا گیا۔ (علوم تکوینیہ) اور تمام اشیاء کے نام سکھائے گئے۔

﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا.﴾ (۱)

''اور اللہ نے سکھا دیئے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام ہیں۔''(جمال القرآن)

اسی طرح دیگر آیاتِ مبارکہ گواہی دے رہی ہیں:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا.﴾ (۲)

''اور یقیناً ہم نے عطا فرمایا داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم۔''(جمال القرآن)

حضرت خضر علیہ السلام کو علم لدنی سکھایا۔ اللہ ﷻ نے صفت علم میں بھی دیگر صفات

---

(۱) البقرہ، ۲: ۳۱

(۲) النمل، ۲۷: ۱۵

کی طرح اپنے محبوب بندوں انبیاء و رسل ﷺ کو مظہر بنایا اور اپنی امتوں میں انہیں برتری عطا فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء عظام ﷺ عطا کردہ علم غیب کی وجہ سے امورِ غیبیہ سے لوگوں کو آگاہ کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ ﷺ فرماتے ہیں:

﴿وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُم.﴾ (۱)

''اور میں بتلاتا ہوں تمہیں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع کر رکھتے ہو اپنے گھروں میں۔'' (جمال القرآن)

امام رازی علیہ الرحمۃ نے اس کا عنوان یوں ذکر کیا کہ

مِنَ الْمُعْجِزَاتِ إِخْبَارُهُ عَنِ الْغُيُوْبِ فَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالٰی حِكَايَةً عَنْهُ وَ أُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُوْا وَمَا تَدَّخِرُوْن فِي بُيُوْتِكُمْ وَفِيْهِ مَسْأَلَتَانِ اَلْمَسْأَلَةُ الْأُوْلٰى فَى هَذِه الآية قَوْلانِ أَحْدِهُمَا أنهُ عَلَيْه الصَّلَاة وَالسَّلَامُ كَانَ مِنْ أَوّلِ مَرَّةٍ يُخْبِرُ عَنِ الغُيُوْبِ رَوَى السُّدِي أَنَّهُ كَانَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، ثُمَّ يُخْبِرُهُمْ بِأَفْعَالِ آبَائِهِمْ وَ أُمَّهَاتِهِمْ وَكَانَ يُخْبِرُ اَلصَّبِيَّ بِأن أُمُّک قَدْ خَبَأتِ لَکَ كَذَا فَيَرْجِعُ الصِّبِيَّ إِلَى أن أَهْلِهِ وَيُبْكِيُ إِلى أَنْ يَأْخُذَ ذَلِکَ الشَّيْیءَ

ثُمَّ قَالُوْا لِصِبّيَانِهِم:لَا تَلعبُوْا مَعَ هَذَا السَّاحِرِ وَجَمَعُوْهُمْ فِيْ بَيْتٍ، فَجَآءَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَطْلِبُهُمْ، فَقَالُوْا لَهُ لَيْسُوْا فِيَ الْبَيْتِ فَقَالَ: فَمَنْ فِيْ هَذَا الْبَيْتِ قَالُوْا: خَنَازِيرُ قَالَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَذَلِکَ يَكُوْنُوْنَ فَإِذَا هُمْ خَنَازِيْرُ. (۲)

---

(۱) آل عمران، ۳: ۴۹

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۸: ۵۱

''آپ علیہ السلام نے بچپن میں ہی غیبی خبریں دینا شروع کر دی تھیں۔ سدی نے روایت کیا: آپ بچوں کے ساتھ کھیلتے پھر آپ بچوں کو ان کے والدین کے افعال کی خبریں دیتے۔ اور یہ بھی بتاتے کہ تمہاری ماں نے تمہارے لئے کیا چیز چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ پس بچہ اپنے گھر لوٹتا اور روتا یہاں تک کہ وہ چیز لے لیتا۔ پھر والدین نے اپنے بچوں سے کہا: اس جادوگر کے ساتھ نہ کھیلو۔ اور انہیں ایک گھر میں جمع کر دیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں بلانے کیلئے تشریف لائے۔ انہوں نے آپ علیہ السلام سے کہا: وہ گھر میں نہیں ہیں۔ پس آپ علیہ السلام نے پوچھا: اس گھر میں کون ہے؟ انہوں نے کہا: خنزیر ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ایسے ہی ہوں گے۔ پس وہ خنزیر تھے۔''

اسی طرح سرکارِ دو عالم ﷺ کے بارے میں قرآن نے بڑے واضح طور پر فرمایا:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍo﴾ (1)

''اور نبی غیب بتانے میں ذرا بخیل نہیںo'' (جمال القرآن)

جب ہدایت کا طلبگار خلوصِ نیت سے قرآنِ مجید کو کلامِ الٰہی سمجھتے ہوئے اس کی تلاوت کرتا ہے تو دو طرح کی آیتیں دیکھتا ہے۔ کچھ وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے سوا سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے اور کچھ وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا علم غیب عطا کرنے کا اعلان ہوتا ہے۔ اب قرآن و حدیث کی روشنی میں مزید وضاحت کرنے سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ غیب کسے کہتے ہیں۔

غیب علماء اسلام کی تصریح کے مطابق وہ چھپی ہوئی چیز ہے جو انسان کے حواس وشعور، قیاس اور قوتِ عقل کی رسائی سے بالا تر ہو اور جو چیز ان میں سے کسی ایک سے بھی معلوم ہو سکے وہ غیب نہیں رہتی۔ انسان، جن، فرشتے، علماء، اولیاء اور رسل علیہم السلام کوئی بھی

(۱) التکویر، ۸۱: ۲۴

غیب نہیں جان سکتے۔ اس صفت علم میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔ عالم الغیب کے علاوہ مخلوق میں غیب کوئی نہیں جان سکتا۔ ایسے مفہوم والی آیاتِ مبارکہ میں سے ایک درج ذیل ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ.﴾ (۱)

''آپ فرمایئے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔'' (جمال القرآن)

اسی طرح وہ آیاتِ مبارکہ جن میں علمِ غیب عطا کرنے کا اثبات موجود ہے ان میں سے بھی ایک قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًاo اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍo﴾ (۲)

''(اللہ تعالیٰ) غیب کو جاننے والا ہے پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو بجز اس رسول کے جس کو اس نے پسند فرما لیا ہو (غیب کی تعلیم کے لئے)۔''

(جمال القرآن)

اس کے علاوہ بہت ساری آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ صحیحہ سے نبی کریم ﷺ کا امورِ غیبیہ سے آگاہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کچھ آیات میں نفی اور بعض میں اثبات ہے تو کیا بعض آیات بعض آیات کی تکذیب کرتی ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں! یہ بات تو قرآن کی حقانیت کے ہی خلاف ہے۔ کیونکہ آیات کا ایک دوسرے کے خلاف نہ ہونا اس کا کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔

---

(۱) النمل، ۲۷: ۶۵

(۲) الجن، ۷۲: ۲۶-۲۷

اس لئے علماءِ حق نے اپنی تفاسیر و کتب میں اس کے متعلق تصریح فرمائی کہ وہ آیات قرآنیہ جن میں علم غیب کی نفی کی گئی ہو، ان کا ایسا مفہوم اور تشریح نہ کی جائے جو قرآن کی دوسری آیات کے خلاف ہو۔ کہیں آپ کا بتایا ہوا مفہوم قرآن کے بارے میں غلط فہمی کا سبب نہ بن جائے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ جن آیات میں نفی کی گئی ہے ان کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ﷻ کے بتائے بغیر کوئی بھی غیب سے آگاہ نہیں ہوسکتا۔

تمام کمالِ نبوت تسلیم کرنے والے اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ ﷻ کے علم غیب سے حضور ﷺ کے علم مبارک کو اتنی نسبت بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرے کو دنیا کے سمندروں سے ہے۔ اس کے تعلیم دینے سے، محدود اور حادث بھی ہے۔ اگر برابری نہیں تو شرک کیسے ہوگیا۔ یقیناً یہ شرک نہیں بلکہ ذاتِ نبی ﷺ میں علمِ غیب ماننا قرآن کی منشا اور عینِ توحید ہے۔

نبی کا معنی ہے:

اَلْمُخْبِرُ عَنِ الْغَيْبِ وَالْمُسْتَقْبِلِ. (۱)

''غیب اور مستقبل کی خبر دینے والا۔''

لیکن یہ یاد رہے وہ محدود علم بھی مخلوق کے اعتبار سے کل ہے۔ اتنا وسیع کہ عقلِ انسانی سے ماورآء ہے۔ وہ نادان ہیں جو اتنا، جتنا اور کتنا کے پیمانوں سے ناپنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اللہ ﷻ کی صفت جود و عطا کے انکاری ہوتے ہیں اور بارگاہِ رسالت ﷺ کے کمال کا انکار کرکے بے ادبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور ایمانی حلاوت سے بھی محروم رہتے ہیں حالانکہ اس کی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی خبر نہ ہوئی۔

﴿فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰىؕ﴾ (۲)

(۱) المنجد

(۲) النجم، ۵۳: ۱۰

''پس وحی کی اللہ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف جو وحی کی o'' (جمال القرآن)

﴿وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا.﴾ (۱)

''اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضلِ عظیم ہے o'' (جمال القرآن)

اور دیکھیں!

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا o

''اور نہیں دیا گیا ہے تمہیں علم مگر تھوڑا سا۔'' (جمال القرآن)

تمام جہان کے علم کو اللہ ﷻ قلیل فرماتا ہے جس کے علم کو وہ عظیم کہہ دے، اس کی عظمتوں کا کیا کہنا اور اس کی وسعتوں کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔ یہ تو دینے والا جانے یا پھر لینے والا جانے۔ تو آیئے جنہیں عطا کیا گیا، جنہیں رحمٰن نے خود پڑھایا ان ہی کے فرمان پہ یقین و ایمان رکھتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل ﷜ سے روایت ہے:

تاجدارِ کائنات ﷺ ایک دن صبح کی نماز سے لیٹ ہوگئے۔ بعد میں تشریف لائے۔ نماز ادا کی اور پھر صحابہ کرام ﷢ سے فرمانے لگے: میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نماز سے لیٹ کیوں ہوگیا ہوں۔

إِنِّیْ قُمْتُ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّیْتُ مَا قَدَرَ لِیْ فَنَعِسْتُ فِیْ صَلَاتِیْ حَتّٰی إِسْتَیْقَظْتُ فَإِذَا بَرِبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ احْسَنِ صُوْرَةٍ.

فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! تَدْرِیْ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَا الْأَعْلٰی؟

(۱) النساء، ۴: ۱۱۳

قُلْتُ: لَا أَدْرِيْ يَا رَبِّ! قَالَ يَا مُحَمَّدُ فِيْم يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الأَعْلٰى قُلْتُ: لَا أدْرِيْ رَبِّ.

فَرَايْتُهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُّ بَرْدَ أنَامِلِهِ صَدْرِیْ، فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيء وَعَرَفْتُ....... (۱)

''میں رات کو بیدار ہوا۔ مقدور بھر نماز ادا کی۔ مجھے نماز کے اندر اونگھ آ گئی، جب بیدار ہوا تو میں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں تھا۔ اس نے ارشاد فرمایا: اے محمد (ﷺ) کیا آپ جانتے ہیں کہ ملاء اعلی (فرشتے) کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں عرض کی: اے میرے پروردگار! میں نہیں جانتا۔ تو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ) جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) میرے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی۔ پس میرے لئے ہر شئی روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔''

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَتَانِي اللَّيْلَةَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ أَحْسَبُهُ قَالَ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِي فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ أَوْ قَالَ فِي نَحْرِي فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ. (۲)

---

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۵:۲۴۳، رقم: ۲۲۱۶۲

(۲) ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة، ص: ۵: ۳۶۶، رقم: ۳۲۳۳

''سیدنا ابن عباس ﷺ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رات کو اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی بڑی حسین اور پیاری صورت میں زیارت کی۔ سیدنا ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے رات کو زیارت کی۔ پس اللہ ﷻ نے فرمایا: اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ مقرب فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے عرض کیا! نہیں اے اللہ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی جس کی ٹھنڈک میں نے پستانوں میں پائی۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا اپنے سینے میں۔ پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور جو کچھ زمین میں تھا۔''

ویسے تو سب ہی حضور ضیاء الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہی خوشہ چینی ہے۔ یہاں بھی ضیاء القرآن سے ہی احادیث کے تراجم پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

امام الہند حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ارشاد نبوی ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم جزوی و کلی مجھے حاصل ہوگئے۔ میں نے ان کا احاطہ کرلیا۔(۱)

نبی کریم ﷺ کا کسی موقع پر خاموشی اختیار فرمانا، اس بات کا ظاہر نہ فرمانا مصلحت اور بے شمار حکمتوں کے تحت ہوتا تھا۔ یہ علم کے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا اور کبھی کبھی آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ اللہ ﷻ ہی جانے یا اللہ ﷻ کے سوا کوئی نہ جانے یا مجھے کیا معلوم۔ یہ کلمات ذاتی علم کی نفی کے لئے فرمائے گئے ہیں اور کبھی تواضع کا اظہار بھی مقصود ہوتا اور مخاطب کو خاموش کرنا بھی ہوتا ہے۔ ورنہ نبی کریم سید المرسلین ﷺ کی نظروں سے کیا چیز چھپی رہ سکتی ہے جو غیب الغیب رب العالمین کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

(۱) شاہ عبد الحق محدث دہلوی، اشعۃ اللمعات

ویسے تو بے شمار احادیث ہیں لیکن یہاں صرف ایک حدیث پیش کرتا ہوں:

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ ﷺ يَقُولُ قَامَ فِينَا النَّبِيُّ ﷺ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ. (۱)

''طارق بن شہاب ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق ﷺ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ ایک جگہ پر ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ہمیں کائنات کے شروع ہونے سے لے کر جنتی لوگوں کے اپنی جگہ پر پہنچنے اہل دوزخ لوگوں کے اپنی جگہ پر پہنچنے تک بتلا دیا۔ اس کو یاد رکھا، جس نے اسے یاد رکھا۔ اور اس کو بھلا دیا، جس نے اسے بھلا دیا۔''

باذنِ الٰہی غیب دان نبی ﷺ ماضی حال اور مستقبل کے حالات و واقعات کا علم رکھتے ہیں۔ صحابہ کرام ﷺ اور اہلِ بیت اطہار ﷺ سے لے کر آج تک علماء ربانیین اور اولیاء کاملین علیہم الرحمۃ سمیت جمہور مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے۔ سینکڑوں کتب وتفاسیر و احادیث اس پر گواہی دے رہی ہیں۔ باوجود قرآن و حدیث کے دلائل کے اگر شیطان کی وکالت کرتے ہوئے شیطان کے علم کو سرکار دو عالم ﷺ کے علم سے زیادہ مانے، تو یہ ان کی عقل نازیبا کی سوچ تو ہوسکتی ہے، اہل ایمان کا عقیدہ نہیں ہوسکتا۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب دیو بندی لکھتے ہیں:

''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی و هو الذي يبدأ الخلق ـــ ۳: ۱۱۶۶، رقم: ۳۰۲۰

سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نصِ قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"(۱)

یا کوئی آپ کے علم عظیم کو جانور اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دے۔ جیسے مولوی اشرف علی تھانوی دیو بندی صاحب لکھتے ہیں:

"پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔"(۲)

(۱) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، براہین قاطعہ
(۲) اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان، ۸

۞ چھٹا باب:

حیات

اللہ ﷻ کی صفتِ حیات پر سب کا ایمان ہے۔

﴿اَلْحَیُّ الْقَیُّوْم.﴾ (۱)

''وہ زندہ ہے سب کو زندہ رکھنے والا ہے۔''(جمال القرآن)

اسی کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اسی خالقِ حقیقی نے زمین کی وسعتوں میں کثیر مخلوق کو مختلف نوعیت و کیفیت کی جان و حیات دے کر رونقوں کا سبب بنایا۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ حسبِ عادت انسان کو ہی اس صفتِ حیات کا بھی شاہکار بنایا۔ لیکن اہل ایمان اللہ ﷻ کے لئے جو حیات مانتے ہیں ایسی حیات نہ اپنے لئے مانتے ہیں نہ کسی اور کے لئے مانتے ہیں۔ اللہ ﷻ کے لئے حیات، ذاتی، لامحدود اور غیر فانی ہے جبکہ بندے کے لئے حیات عطائی، محدود اور حادث ہے۔

ایک انسان کو زندگی کے مختلف مدارج و احوال سے گزرنا پڑتا ہے جہاں وہ قیوم ذات اپنی قدرتِ کاملہ کی کاری گری دکھاتے ہوئے اس کو زندہ رکھتی ہے۔ وہ ماں کے پیٹ میں بھی زندہ رہتا ہے۔ ولادت ہوئی، ماں کے بطن کی تنگی و تاریکی سے نکل کر دنیا میں آ گیا ہے۔ اب بھی زندہ ہے۔ لیکن یہ زندگی اپنے احوال کے لحاظ سے بطن کی زندگی سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ قانونِ موت طاری ہوا، روح جسم سے نکلی اور وہ قبر میں چلا گیا۔ لیکن ہے اب بھی زندہ، فرق اتنا ہے کہ یہ زندگی بھی اور طرح کی ہے۔

---

(۱) البقرہ، ۲: ۲۵۵

قرآن و حدیث کے مطابق برزخی حیات مومن اور کافر دونوں کو حاصل ہے۔ کافر اور فاسق کو قبر میں عذاب ہوتا ہے، صالح مسلمانوں کو قبر میں اجر وثواب ملتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ برزخی حیات کا معاملہ دنیوی زندگی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ویسے تو عام انسانوں کا جسم کچھ عرصہ میں ریزہ ریزہ ہوکر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن تحقیق یہی ہے کہ انسان کا اصل اجزاء کو قادر و قدیر خدا ﷻ قائم رکھتا ہے۔ روح جو زندہ ہی ہوتی ہے اس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح ثواب و عذاب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نکیرین کے سوالات، عذابِ قبر اور نیکو کار کے لئے ثواب، مرنے کے بعد برزخی زندگی کو ثابت کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں کثیر دلائل موجود ہیں۔ بخاری سے لے کر کتبِ فقہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی شریعت کا یہ حکم ملتا ہے کہ جب قبرستان جاؤ تو قبر والوں کو سلام کرو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ .... الخ. (۱)

''اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو۔''

اور زندہ کو ملتے وقت السلام علیکم کہنے کا طریقہ جاری و ساری ہے۔ اور کوئی مسلمان زندہ سویا ہوا ہو یعنی نہ سنتا ہو اس کا سلام کرنا منع ہے۔ اس کے برعکس سرور دو عالم ﷺ نے اپنی شریعت میں السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ کا طریقہ جاری کرکے اپنی امت کو سمجھا دیا کہ قبر والے سنتے بھی ہیں، دیکھتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں۔

مزید حدیث میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ ......

''بیشک تم ہم سے پہلے چلے گئے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الجنائز، باب ما یقول الرجل إذا دخل المقابر، ۳: ۳۶۹، رقم: ۱۰۵۳

ملنے والے ہیں۔''

یعنی سلام بھی اور کلام بھی۔

ایک صحابی ﷺ نے عرض کیا:

هَلْ يَسْمَعُوْنَ؟

''کیا وہ سنتے ہیں؟''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُوْلُ مِنْهُمْ وَلَكِنَّهُمْ اَلْيَوْمَ لَا يُجِيْبُوْنَ.

''جو کچھ میں کہتا ہوں تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ آج کے دن جواب نہیں دیتے ہیں۔''

آپ جانتے ہیں کہ یہودی عیسائی، اور ہندو وغیرہ ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی ایسا ہتھیار ملے کہ جس سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر اعتراض کیا جائے۔ لیکن آج تک کسی غیر مسلم نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ مسلمانوں کا نبی ﷺ مٹی کی ڈھیری کو سلام وکلام کراتا ہے۔ ان کا اس بات پر اعتراض نہ کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ وہ بھی اس حقیقت کو مان گئے کہ قبر مٹی کی ڈھیری نہیں، بلکہ اس کے اندر کوئی اور شئی ہے جو دیکھتی بھی ہے اور سمجھتی بھی ہے جس سے مسلمانوں کا نبی ﷺ سلام وکلام کراتا ہے۔ مرنے والے کو برزخی حیات نصیب ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی دنیاوی احکام میں وہ مردہ ہی شمار ہوں گے۔

وہ برگزیدہ ہستیاں جنہیں رب العالمین نے عظمت و کرامت کے تاج عطا فرمائے ہیں تمام انسانیت میں سے ان پر خصوصی انعام و اکرام ہوئے۔ انہیں مناصبِ جلیلہ اور مناقبِ عظیمہ عطا فرمائے ہیں۔ قرآنِ مجید ان نفوسِ قدسیہ کے چار گروہ بیان فرماتا

ہے:

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًاo﴾ (۱)

''اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اس کے) رسول کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھیo'' (جمال القرآن)

انعام یافتہ لوگوں میں سے جو عظمت و شان کے لحاظ سے تیسرے درجہ پر ہیں وہ شہداءِ کرام علیہم الرضوان ہیں۔ یہ وہ باسعادت مومن ہوتے ہیں جنہیں اللہ ﷻ کی راہ میں قتل کر دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید ان کی زندگی کا اعلان کرتا ہے:

﴿وَلاَ تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَo﴾ (۲)

''اور نہ کہا کرو انہیں جو قتل کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (اسے) سمجھ نہیں سکتے۔'' (جمال القرآن)

تمہارے سامنے بے شک اس کے ٹکڑے ہو گئے، تن بکھر گیا، منوں مٹی کے نیچے دفنا دیا گیا ہو لیکن قرآن مجید شہید کو مردہ کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ایسی بااختیار زندگی عطا کی جاتی ہے کہ سلف صالحین تو فرماتے ہیں کہ

إِنَّهَا حَقِیْقِیَّةٌ بِالرُّوْحِ وَالْجَسَدِ. (۳)

(۱) النساء، ۴: ۶۹

(۲) البقرہ، ۲: ۱۵۴

(۳) آلوسی، روح المعانی، ۲: ۲۰

''شہداء کی زندگی حقیقی ہے روح اور جسم کے ساتھ۔''

وہ زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

ذرا ملاحظہ فرمائیں جس کی زندگی بے شک فسق وفجور میں گزری ہو صرف قتل فی سبیل اللہ ہو جائے وہ شہید ہوگیا اور زندہ ہوگیا۔ جن کی زندگی ہی فی سبیل اللہ بسر ہوئی ہو، جن کا جینا اور مرنا اللہ ﷻ کی رضا میں ہو، ان بندگانِ خدا اور غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کو اللہ ﷻ نے چوتھے درجہ کے انعام یافتہ لوگوں میں بیان کیا اور ان باکرامت ہستیوں کو قرآن نے اولیاء اللہ کا خطاب دیا۔ ان کے وصال کے بعد ان کی زندگی میں کیا شک ہوسکتا ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مومن کامل کی قبر کو ستر ہاتھ وسعت دی جاتی ہے۔ فرشتے جنتی فرش بچھا کر فرماتے ہیں:

نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ. (۱)

''اب دلہن کی طرح سو جا۔''

سلف صالحین، علماء ربانیین، ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ وجملہ اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ تمام اولیاء کاملین علیہم الرحمۃ اپنے اپنے مزارات میں زندہ ہیں۔ اس عقیدہ کی تائید دیوبندی مکتبہ فکر کے دیگر علماء کے علاوہ مولوی رشید احمد گنگوہی بھی فتاویٰ رشیدیہ میں کرتے ہیں:

''اولیائے کرام علیہم الرحمۃ بحکم شہداء میں اور مشمول آیت قرآنی بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ کے ہیں۔''

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، ۳: ۳۸۳، رقم: ۱۰۷۱

شہداء حیات روح مع الجسم رکھتے ہیں۔ انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے:

﴿وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَرَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ.﴾ (۱)

''اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ قتل کئے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیئے جاتے ہیںo'' (جمال القرآن)

لیکن ہم اپنے حواس سے ان کی حیات کونہیں سمجھ سکتے۔ البتہ دنیاوی احکام میں وہ بھی مردہ ہی شمار ہوں گے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کا ورثہ ان کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور ان کی بیویوں کے لئے عدت گذارنے کے بعد شادی کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

نسلِ انسانی میں وہ نفوسِ قدسیہ جنہیں نبوت و رسالت سے نوازا گیا وہ تمام مخلوق میں افضل ترین و اشرف ترین ہیں۔ قرآنِ حکیم فضیلت و کمال کے پہلے درجہ میں انہیں بیان کرتا ہے۔ ویسے بعد از وصال ان کا زندہ پائندہ ہونا تو سورۂ سبا کی آیت:

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَه.﴾ (۲)

''پس جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ نافذ کر دیا نہ پتہ بتایا جنات کو آپ کی موت کا، مگر زمین کی دیمک نے جو کھاتا رہا آپ کے عصا کو۔'' (جمال القرآن)

اس سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ موت ہونے کے بعد بھی انبیاء کرام ﷺ کا جسم صحیح سلامت رہتا ہے۔ لیکن بعد از وصال ان کی روح مع الجسم حیات کی کیفیت ہماری عقل سے ماورآء ہے۔

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۶۹

(۲) سباء، ۳۴: ۱۴

شہداءِ کرام علیہم الرضوان جو مومنین ہونے کے اعتبار سے انبیاء کرام ﷺ کے غلاموں میں شمار ہوتے ہیں۔ بالاتفاق انبیاء کرام ﷺ سے اعلیٰ و برتر نہیں ہیں۔ جب تیسرے درجہ والا زندہ ہے تو دلالت النص سے قرآن اعلان کرتا ہے کہ پہلے اور دوسرے درجے والے بھی زندہ ہیں۔ جب دیگر انبیاء و رسل ﷺ زندہ ہیں تو سرور انبیاء ﷺ ماضی حال و مستقبل کے نبی ﷺ بدرجہ اولیٰ زندہ و پائندہ ہیں۔

مسلم شریف اور دیگر کتبِ احادیث میں بھی متعدد احادیث موجود ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ حج پر تشریف لے جاتے ہوئے فرماتے ہیں: میں دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ ﷺ اونچی آواز سے تلبیہ پڑھتے ہوئے جارہے ہیں۔ پھر فرمایا حضرت یونس ﷺ سوت کا احرام باندھے ہوئے بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے ہوئے جارہے ہیں۔ (او کما قال) اسی طرح صحاح ستہ کی بیشتر احادیث ان برگزیدہ بندوں کی حیات و دیگر کمالات پر بھی گواہ ہیں۔

معراج کے ہی حوالہ سے دیکھیں! احادیث کی روشنی میں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش انبیاء کرام ﷺ قبروں سے نکل کر بیت المقدس میں آنا، نماز پڑھنا، ملاقات کرنا، خطاب کرنا اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی کہ

مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ. (1)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى، ۴: ۱۸۴۵، رقم: ۲۳۷۵

۲۔ ايضاً، كتاب الايمان، باب الاسراء برسول الله ﷺ الى السماوات، ۱: ۱۴۵، رقم: ۱۶۲

۳۔ نسائی، السنن، كتاب قيام الليل و تطوع النصاب ذكر صلاة نبي الله موسى ﷺ و ذكر الاختلاف على سليمان التيمي فيه، ۳: ۲۱۶، رقم: ۱۶۳۴

''جس رات مجھے معراج عطا ہوا میں سرخ ٹیلے کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے اس حال میں گزرا کہ وہ کھڑے اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔''

آپ کا بیت المقدس میں بھی موجود ہونا، چھٹے آسمان پر بھی موجود ہونا اور سرکارِ دو عالم ﷺ کو نمازوں کی تخفیف میں مشورہ دینا۔

یہ احادیث کمالات نبوت کو بیان کرتی ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ ذات وصفاتِ الٰہی کے مشاہدہ میں مشغول ہیں۔ امت کے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں، زمین وآسمان میں جہاں تشریف لے جانا چاہیں، جاسکتے ہیں۔ ایک وقت میں کئی جگہ تشریف لے جاسکتے ہیں۔ اس وقت ان کی روح کئی صورتوں میں متمثل ہوتی ہے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ تو رحمۃ للعالمین اور تاجدارِ ختم نبوت ہیں۔ جس طرح عام لوگوں کی زندگی سے آپ ﷺ کی ظاہری حیات جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح بعد از وصال حیات بھی دیگر مخلوق سے بے مثال ہے۔ شقِ صدر ہوا تو خود ہی بتاتے ہیں کہ دل طشت میں رکھا گیا، پھر دھویا گیا۔ گویا آپ ﷺ دکھا رہے ہیں کہ میں اپنے زندہ ہونے میں روح کا بھی محتاج نہیں ہوں۔ جیسے عام انسان محتاج ہوتا ہے کہ ذرا دل کی دھڑکن بند ہوئی تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ عام انسان سو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اَلنَّوْمُ أَخُتُ الْمَوْتِ یعنی نیند موت کی بہن ہے۔ لیکن آپ ﷺ سونے کے بعد وضو کئے بغیر نماز ادا کرتے ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر جواب دیا:

إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. (۱)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الکسوف، باب من نام أوّل اللیل وأحیاء آخره، ۱: ۳۸۵، رقم: ۱۰۹۶
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرها، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ، ۱: ۵۰۹، رقم: ۷۳۸

''بیشک میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔''

اسی طرح عام آدمی کی موت میں اور آپ ﷺ کے وصال میں زمین و آسمان سے زیادہ فرق ہے۔ عام آدمی کی موت اچانک اور بے اختیار ہوتی ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کو اس سے پہلے اطلاع دی جاتی ہے اور اس کی رضا کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اور خود سرورِ کائنات ﷺ کا وصال سے قبل خطبہ سے ثابت ہوتا ہے۔

اسی لئے قرآن نے بھی آپ ﷺ کے انتقال کرنے کا تذکرہ الگ کیا ہے:

﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَo﴾ (۱)

''بے شک آپ نے بھی (دنیا سے) انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔'' (جمال القرآن)

تو جیسے موت ایک جیسی نہیں ایسے ہی بعد از وصال حیات بھی بے مثل ہے۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے فرمایا:

تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ. (۲)

''جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے۔ اس دن

(۱) الزمر، ۳۹:۳۰

(۲) ابن ماجه، السنن، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه ﷺ، ۱: ۵۲۴، رقم: ۱۶۳۷

فرشتے گواہی دیتے ہیں۔ مجھ پر درود پڑھنے والے کی فراغت سے پہلے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ سیدنا ابودرداء ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے عرض کی: اور وصال کے بعد، تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور وصال کے بعد بھی۔''

بے شک اللہ ﷻ نے انبیاء کرام ﷺ کے اجسام کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔ اللہ ﷻ کا نبی ﷺ زندہ ہوتا ہے۔ اسے رزق بھی دیا جاتا ہے۔ غیر مقلد وہابی علامہ وحید الزماں بھی اس حدیث کی شرح یوں کرتے ہیں:

''تو کل پیغمبروں کے جسم زمین کے اندر صحیح سالم ہیں۔ روح تو سب کی سلامت ہی ہے حضور نبی اکرم ﷺ مع جسم صحیح و سالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں۔ جو کوئی قبر کے پاس سے درود بھیجے یا سلام تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں۔ اگر دور سے کوئی درود بھیجے تو فرشتے آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔ آپ بھی اپنی عرض پیش کر سکتے ہیں۔ کمالِ نحوست اور شامت ہے اس شخص کی جو حج کو جاوے اور حضور ﷺ کی زیارت کو نہ جاوے۔''(۱)

اسی طرح آ ؤ دیکھیں! دیو بندی مکتبہ فکر والے کیا لکھتے ہیں۔ دیو بندی عالم خلیل احمد انبیٹھوی یوں رقمطراز ہیں:

إِنَّ اللهَ ﷻ حَرَّم عَلَى الْأَرْضِ أَيْ مَنَعَهَا أَجْسَادَ الْأَنْبِيَآءَ مِنْ أَنْ تَأْكُلَهَا وَإِنَّ الْأَنْبِيَآءَ فِيْ قَبُوْرِهِمْ أَحْيَآءٌ. (۲)

''بے شک اللہ ﷻ نے زمین پر حرام قرار دیا یعنی روک دیا ہے زمین کو انبیاء ﷺ کے اجسام ومطہرہ کھانے سے اور بے شک انبیاء کرام ﷺ اپنی قبروں میں

(۱) وحید الزماں، سنن ابن ماجہ، جلد ا

(۲) خلیل احمد انبیٹھوی، بذل المجھود شرح ابو داؤد،

زندہ ہیں۔''

اسی مکتبہ کے جناب مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب جمال الاولیاء میں دیگر کتب کے کئی واقعات درج کئے ہیں۔ جن سے اہل السنّت والجماعت کے عقیدہ حیات النبی ﷺ کی تصدیق ہوتی ہے۔ امام شاذلی علیہ الرحمہ صاحب دلائل الخیرات شریف کے بارے میں لکھتے ہیں: ۷۷ سال بعد آپ کی قبر اکھیڑنی پڑی۔ آپ نہ نبی تھے اور نہ رسول تھے۔ لیکن درود شریف کی کتاب لکھنے کی وجہ سے یہ جزا ملی کہ آپ قبر میں صحیح سلامت تھے۔

انہوں نے تو اشرف السوانح کتاب میں اپنے پردادا محمد فرید کے بارے میں لکھا کہ انہیں ڈاکوؤں نے قتل کر دیا۔ لیکن رات کو مٹھائی لے کر گھر آ جایا کرتے تھے۔ دادی اماں نے اس راز کو فاش کر دیا۔ پھر انہوں نے آنا چھوڑ دیا۔

اب متعدد احادیث میں سے ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ فرماتے ہیں:

مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ. (۱)

''جب کوئی امتی مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ ﷻ میری روح کو میرے جسم میں لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

معلوم ہوا جسمانی طور پہ سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد احادیث اور سلف صالحین کے فرمودات بھی موجود ہیں۔ اس کے باوجود جو آپ ﷺ کے بارے کہتے ہیں کہ نَعُوْذُ باللہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے، ان کے بعض اکابر کے چند

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، كتاب اللقطة، باب زيارة القبور، ۲: ۲۱۸، رقم: ۲۰۴۱

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۹: ۱۳۰، رقم: ۹۳۲۹

اقوال مندرجہ بالامضمون میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ تاکہ غیر کی سازش اور پروپیگنڈہ نے حق کی راہ میں جوشکوک وشبہات کی گرد ڈال رکھی ہے وہ صاف ہو جائے۔حق آئینہ کی طرح صاف اور واضح ہو جائے۔

شہید کو زندہ اور نبی ﷺ کو مردہ کہنے والے اتنا ہی غور کر لیں کہ شہید وہ مومن ہوتا ہے جو نبی کریم ﷺ کا غلام ہوتا ہے وہ غلام ہو کر زندہ بھی ہو، جنت میں بھی ہو، اللہ ﷻ کی نعمتوں سے فیض یاب بھی ہو رہا ہو اور اس کا آقا نبی کریم ﷺ مر کر مٹی میں مل گیا ہو۔

اس لحاظ سے امتی تو نبی ﷺ سے نَعُوْذُ بِاللهِ افضل ہوگیا۔

کہیں مدرسہ دیوبند کے بانی کے عقیدہ کے مطابق تو عمل نہیں کیا جا رہا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ اعمال میں بظاہر امتی نبی ﷺ کے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔[1] (نعوذ باللّٰہ من ذالك)

کہیں مولانا قاسم نانوتوی دیوبندی کے اس عقیدہ پہ عمل کرنے کے لئے صحابہ کرام ﷡ سے لے کر آج تک اہلِ ایمان کے عقیدۂ حیات النبی ﷺ کے خلاف تو نہیں کیا جارہا۔ حالانکہ قران وحدیث کے مطابق اہلِ ایمان کا یہی عقیدہ ہے کہ کوئی بھی علمی کسی بھی لحاظ سے نبی پاک ﷺ سے بڑھنا تو درکنار برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ غیر صحابی، ولی، غوث علیہ الرحمۃ بھی کسی صحابی ﷛ کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ایسا ہونا بھی نہیں چاہیے۔ ایسے نظریہ سے نبی الانبیاء ﷺ کی بارگاہ کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اعمالِ صالحہ کی پونجی ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ امام کریم ﷺ کے سجدہ کی ایک تسبیح کا ثواب امتی سینکڑوں سال کی عبادت سے نہیں لے سکتا حالانکہ ایسی عبادت اس کے لیے ہے ہی ناممکن۔ ایمان کی حفاظت اور ایمانی حلاوت اسی میں ہے کہ شہیدوں کی زندگی تسلیم کرنے والے شہیدوں کے آقا سید المرسلین ﷺ کی شانِ حیات کو بھی تسلیم کریں جن کے صدقے میں شہیدوں کو

(۱) قاسم نانوتوی، تحذیر الناس: ۵

بھی زندگی نصیب ہوئی ہے۔ ہم مسلمانوں کا تو کلمہ بھی شانِ رسالت، رحمت، شاہدیت اور بعد از وصال شانِ حیات کو ہر دم واضح کرتا ہے۔ ذرا اس کے الفاظ اور معنی پر غور فرمائیے۔

لا اله الا الله محمد رسول الله (ﷺ)

''اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (کان) کا اضافہ نہیں کیا۔ نہ ہی کسی اور زبان میں ایسا لفظ زائد کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کا تو وصال ہوگیا لہٰذا یہ اضافہ ہونا چاہیے۔ اردو میں بھی (تھے) نہیں بلکہ ''(ہیں)'' ہی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔

❁ ساتواں باب:

نورانیت

تمام محامد و محاسن اللہ ﷻ کے لائق ہیں جو خالق بھی ہے اور مالک بھی اور ہر چیز پر قادر ہے۔ ویسے تو چارسو اس کی قدرت وغلبہ کی کرشمہ سازیاں موجود ہیں لیکن جن برگزیدہ انسانوں کو وہ نبوت و رسالت سے سرفراز فرماتا رہا ان کی ذات اور معجزات میں خصوصیت سے ناممکن کوممکن بنانے کی قدرت کاملہ کا اظہار کرتا رہا۔ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نسلِ آدم علیہ السلام میں پیدا ہوئے۔ سب انسان اور مرد تھے۔

جب کائنات کے نظامِ نشوونما کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خالق جنس کو جنس سے پیدا فرماتا ہے اور اسی لئے انسانی جنس کو بڑھانے کے لئے مذکرومونث دو سبب بنا کر انسانی جنس بڑھانے کا نظام اس نے قائم کر دیا۔ لیکن قرآن پاک کی روشنی میں دیکھیں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر کے انہیں اپنی روح قرار دیا ہے اور قادر علی کل شیءِ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر کے واضح کیا کہ میں اس نظام سے ہٹ کر بھی تخلیق کرنے پر قادر ہوں اور ساتھ ہی انہیں اپنا کلمہ اور روح قرار دے کر ان کی عظمت کا بھی اظہار کیا۔ بالکل اسی طرح نبی آخر الزماں حضرت سیدنا محمد ﷺ کی ذات والا صفات میں نورانیت اور بشریت کی دونوں صفات کو یکجا کیا۔ سب سے پہلے تخلیق فرما کر سب سے آخر میں بشری صورت میں پیدا کر کے اپنی قدرتِ کاملہ کا ظہور فرمایا اور انہیں اپنا نور و رسول ﷺ قرار دے کر شانِ رفعت کو واضح کر دیا۔ قرآنِ پاک اس حقیقت سے یوں پردہ کشائی کرتا ہے:

﴿قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌo﴾ (۱)

''بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی۔''(جمال القرآن)

دیگر جید مفسرین کے علاوہ امام المفسرین سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی آیتِ مبارکہ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ، رَسُوْلٍ يَعْنِيْ مُحَمَّدًا. (۲)

''بے شک تمہارے پاس آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم ﷺ کا نور یعنی محمد ﷺ کا۔''

مزید حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں ابھی ایک نظر لے جائیں اور دیکھیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے سرکارِ دو عالم ﷺ کو کھاتے پیتے، چلتے پھرتے اور دیگر لوازماتِ زندگی بجا لاتے ہوئے دیکھا ہے، وہ ذاتِ رسول ﷺ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع میں جلوہ افروز ہیں تو انہوں نے سوال کیا:

مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟

''آپ کو نبوت کب عطا فرمائی؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

وَآدَمَ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ. (۳)

---

(۱) المائدہ، ۵: ۱۵

(۲) فیروز آبادی، تنویر المقباس، ۱: ۹۰

(۳) ترمذی، السنن، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فی فضل النبی ﷺ، ۵: ۵۸۵، رقم: ۳۶۰۹

''میں اس وقت بھی نبی تھا جب سیدنا آدم ؑ روح اور جسم کے درمیان تھے۔''

حالانکہ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ نے اعلانِ نبوت تو ان کے سامنے کیا تھا۔ پھر یہ پوچھنا تو ایسا ہی ہے کہ ملک کے موجودہ حکمران سے ہم یہ سوال کریں کہ آپ نے کب حکومت سنبھالی؟ قالوا کا صیغہ بھی یہ واضح کرتا ہے کہ بہت سے صحابہ کرام ؓ نے سوال پوچھا۔

درحقیقت ان کا سوال واضح کر رہا ہے کہ آقا ﷺ نے چالیس سال کے بعد تو ہمارے سامنے اعلانِ نبوت فرمایا۔ یہ بتایئے کہ نبوت عطا کب ہوئی؟ تو آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں چالیس سال کے بعد نبی بنایا گیا ہوں بلکہ فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ. (۱)

''میں اس وقت بھی نبی تھا جب (بشریت کی ابتداء) سیدنا آدم ؑ مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔''

اب عقل سلیم رکھنے والا خود ہی فیصلہ کرے کہ نبوت صفت ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ موصوف کا صفت سے پہلے ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جب آپ ﷺ بشریت کی ابتداء جد البشر سے پہلے موجود تھے تو یقیناً نور تھے اور مرتبۂ نبوت ومحبوبیت پر مامور تھے۔

اس لئے علماءِ ربانین علیہم الرحمۃ یوں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حقیقت نور ہے اور ظاہر بشر ہیں۔ حقیقت نور ہے اور لباس بشریت کا ہے۔ ذات اصلِ نور ہے صورت بشر کی ہے۔ دونوں صفات آپ ﷺ کی ذات میں یکجا ہیں۔ ظاہری حیاتِ مقدسہ میں مختلف اوقات اور مختلف مواقع پر ضرورت کے پیشِ نظر دونوں صفات کا اظہار ہوتا رہا۔

---

(۱) ۱۔ ابن عراق، ۲: ۳۴۱

۲۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۱۹۱

۳۔ ملا علی قاری، الاسرار المرفوعه، ۲۷۲۔ ۲۷۱

کھانا، پینا، چلنا، پھرنا شادیاں کرنا اور زخم سے خون کا نکلنا وغیرہ صفتِ بشریت کا اظہار تھا۔ اور اسی طرح زمین پر سایہ کا نہ ہونا، شقِ صدر کے موقعوں پر خون کا نہ نکلنا، کئی کئی دن لگاتار روزے رکھنا اور معراج کی شب ساتوں آسمانوں سے گذر کر لا مکاں کی وادی میں اللہ ﷻ کی ذات کا دیدار کرنا یہ صفتِ حقیقت نورانیت کی جلوہ نمائی تھی۔

ویسے بھی نوری مخلوق کا لباسِ بشریت میں آنے سے اس کی نورانیت میں فرق نہیں آتا۔ قرآن و حدیث میں بے شمار مثالیں موجود ہیں جیسے حضرت سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس مکمل بشری صورت میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے۔

﴿فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّاo﴾ (۱)

''پھر ہم نے بھیجا اس کی طرف اپنے جبرئیل کو پس وہ ظاہر ہوا اسکے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میںo'' (جمال القرآن)

اس طرح جبرائیلِ امین علیہ السلام عام آدمی کی صورت میں اور کئی مرتبہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں متشکل ہوکر بھی حاضر ہوتے تھے۔

قرآن میں جبرائیلِ امین علیہ السلام کو بَشَرًا سَوِيًّا. مکمل بشر یا عَبْدُهٗ اور حدیث میں رَجُلٌ بھی کہا گیا۔ مگر اس کے باوجود نہ ان کی نورانیت میں فرق آیا اور نہ ہی کسی نے انکار کیا، تو سرورِ انبیاء حضرت محمد مصطفٰی ﷺ ساری کائنات کے آقا و مولیٰ ہیں۔ وہ لباسِ بشری میں کائنات میں جلوہ فرما ہوں تو ان کی نورانیت میں بھی فرق نہیں آتا۔

متعدد احادیث مستند محدثین نے اپنی کتب میں درج کی ہیں جن میں خود آپ ﷺ نے اپنی صفت نورانیت کو بیان فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے عقائد مستند محدثین کی کتب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس لئے سلف صالحین سمیت موجودہ دور کے مسلمانوں کی اکثریت بھی نبی کریم ﷺ کی ذاتِ پاک میں دونوں صفات کی جلوہ گری کی قائل ہے۔

---

(۱) مریم، ۱۹: ۱۷

جب اللہ ﷻ اپنے نبی پاک ﷺ کو صفتِ نور عطا کرے تو ایک مسلمان کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ درحقیقت اللہ ﷻ نے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلمہ اور روح قرار دیا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کا نور ساری کائنات سے پہلے تخلیق کرکے پھر حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بشری صورت میں پیدا کرکے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کیا ہے۔ آپ ﷺ کی ذات کو تو برہان بنایا ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس تو ہے ہی سراپا معجزات۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌo﴾ (۱)

''بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہےo''(جمال القرآن)

ہر دل وجان سے ایمان رکھنے والا مسلمان جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کلمہ اور روح ہونے پر یقین رکھتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی ذات میں بھی صفتِ نورانیت و بشریت پر بھی یقین رکھتا ہے۔ کیونکہ ذاتِ رسول ﷺ میں صفات نور و بشر کا مجتمع ہونا قدرتِ خداوندی کا کمال ہے اور ذاتِ رسول اللہ ﷺ کا بے مثل جمال ہے۔

موجودہ دور کے وہابی تحریک کے پیروکار اپنی عادت ومشن کے مطابق شانِ نورانیت کا بڑی شدت کے ساتھ انکار کرتے ہیں۔ بشر بشر کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ اپنی تبلیغ، تحریر اور تقریر میں صفتِ نورانیت کی مخالفت کرنا اپنے خیال میں اسلام کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ سلف صالحینِ اولیاء کاملین علیہم الرحمۃ کی اس عقیدہ کی تائید کرتے ہوئے ان کے بہت سارے اکابر مثلاً مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے اپنی کتاب امداد السلوک میں مذکورہ بالا آیت میں نور سے مراد ذاتِ رسول ﷺ لی ہے۔ اور سراجًا منیرًا بھی آپ ﷺ ہی کی صفت مراد لی ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ تو اتر سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کا سایہ مبارک نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر شئی کا سایہ ہوتا ہے۔ (۲)

---

(۱) البقرہ، ۲: ۲۰

(۲) رشید احمد گنگوھی، امداد السلوک

اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے اپنی کتاب نشر الطیب کا آغاز ہی (نور محمدی کا بیان) سے کرتے ہوئے تقریباً پچیس احادیث آپ ﷺ کی صفتِ نورانیت کے بیان میں درج کی ہیں۔ اس کے باوجود ان کے پیروکار بڑی شدو مد سے حضور ﷺ کی صفتِ نورانیت کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان میں بعض کج فہم، حقیقت بینی سے محروم احمقانہ باتیں مزاحیہ انداز میں کرتے ہوئے اپنے جیسا بشر ثابت کرنے کی بے سود کوشش کرتے رہتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر سلف صالحین تک عقیدہ کی تائید کے بعد کسی خود ساختہ عقیدہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ سادہ لوح مسلمانوں کو اپنی طرح بے یقینی کا شکار کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں تو نور سے مراد قرآن پاک ہے۔ حالانکہ

﴿قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌo﴾ (1)

''بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والیo'' (جمال القرآن)

اہلِ علم جانتے ہیں کہ یہاں نور اور کتاب مبین کے درمیان واوَ عاطفہ ہے جو مغایرت پہ دلالت کرتی ہے کہ نور سے مراد اور ذات ہے اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔قرآن پاک کی دوسری آیت میں بھی تو اللہ تعالیٰ نے یایھا النبی فرما کر آپ ﷺ کو سِرَاجًا مُّنِيْرًا (چمکانے والا سورج) فرما دیا ہے۔ دونوں آیتیں ایک دوسرے کی تائید کر رہی ہیں۔

اتنا عرض کرنا حق خیال کرتا ہوں کہ خدارا مسلمانوں پہ فتوے لگانے سے پہلے زیادہ نہیں تو اپنے اکابر کی کتب کا مطالعہ ضرور کر لیا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے سینے اپنے نبی پاک ﷺ کے نورِ پاک سے روشن کرے۔ آمین ثم امین.

(1) المائدہ، 5: 15

آٹھواں باب:

وسیلہ

انسانوں کی بستی میں انسان اپنی زندگی کو بہتر آرام و آسائش اور لطف و راحت سے بھرپور بسر کرنا چاہتا ہے۔ کائنات کی وسعتوں میں خالقِ ارض و سماء نے اسباب و وسائل کا لامتناہی سلسلہ پھیلا دیا ہے۔ وہ جن مقاصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے انہی سے متعلق وسائل و ذرائع تلاش کرتا ہے اور یوں وسائل کو اپناتے ہوئے وہ اپنے مقصد منزل کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ شاگرد اور استاد سے لے کر ہرفن اور علم و ہنر کے ماہرین و اساتذہ کی آماجگاہوں اور سینکڑوں درسگاہوں کی رونق انہی وسائل وذرائع کی جستجو کی فراوانی ہی کا نتیجہ ہے۔

حصولِ مقصد کے لئے جو ذریعہ اپنایا جاتا ہے اسی کو وسیلہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہم اسلام سے وابستہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ فقط دینوی آرام و آرائش اور شان وشوکت ہماری منزل نہیں کیونکہ ہمیں اللہ ﷻ نے محض اپنی عبادت ومعرفت کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس اس کا قرب و رضا انسانی تخلیق کا مقصدِ وحید ہے۔ اللہ ﷻ نے اپنی مخلوق پہ کرم کرتے ہوئے اپنی حکمتوں کے پیشِ نظر اپنے قرب ومعرفت کے لئے بھی مختلف وسائل اختیار کرنے کا حکم صادر فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ.﴾ (۱)

''اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ۔''(جمال القرآن)

مذکورہ بالا الفاظِ قرآنی میں دو حکم دیئے گئے ہیں:

۱) تقویٰ اختیار کرو۔ یعنی نماز، روزہ، زکوۃ اور حج ادا کرو۔ اوامر ونواہی کے مطابق عمل کرو۔

۲) اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔

اعمال صالحہ کی ادائیگی کے حکم کے بعد پھر وسیلہ تلاش کرنے کا ارشاد واضح کر رہا ہے کہ اعمال صالحہ کے علاوہ کوئی اور چیز ہے جس کو اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تا کہ خالق و مالک کا قرب وحضوری حاصل ہو۔

آیئے دیکھیں کہ وسیلہ سے کیا مراد ہے؟

اہل تحقیق ومفسرین کے نزدیک وسیلہ کا مفہوم یوں ہے۔

أَلْوَسِيْلَةُ مَا يَتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى الْغَيْرِ. (۲)

''جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔''

اس جامع تعریف کے مطابق ہر وہ چیز یا شے جس کے ذریعے اللہ ﷻ کا قرب و رسائی حاصل ہو خواہ وہ فرد، عمل یا مقام ہو، وسیلہ میں شمار کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین اور علماء ربانیین علیہم الرحمۃ نے ایمان، اعمال صالحہ، اطاعتِ رسول ﷺ اور گناہوں سے اجتناب کے علاوہ مرشدِ کامل کو بھی وسیلہ قرار دیتے ہوئے مرشدِ کامل کی تلاش میں بھی سینکڑوں میل پیدل سفر کئے ہیں اور اکتسابِ فیض کیا اور پھر خود بھی راہبر کامل بن کر مخلوقِ خدا کو فیضیاب کیا۔ اس آیت کی تشریح میں تو فرقہ وہابیہ کے امام شاہ اسماعیل دہلوی نے بھی کتاب صراطِ مستقیم میں وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے اور حقیقی کامیابی کے لئے

---

(۱) المائدہ، ۵: ۳۵

(۲) ابن منظور افریقی، لسان العرب، ۱: ۷۲۵۔ ۷۲۴

مجاہدہ سے پہلے تلاشِ مرشد کو ازحد ضروری قرار دیا ہے۔ [1]

پاکیزہ افراد اور اعمالِ صالحہ کی طرح مقدس مقامات یا نام کو بھی وسیلہ بنایا جاسکتا ہے وہاں حاضر ہو کر دعائیں بھی کی جاسکتی ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد مثالیں موجود ہیں۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے سیدہ مریم علیہا السلام کے محراب عبادت خانے میں بے موسم پھل دیکھے تو پھر وہاں ہی اپنے لئے نرینہ اولاد کی دعا فرمائی۔

﴿هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّه.﴾ [2]

''وہیں دعا مانگی زکریا نے اپنے رب سے۔''(جمال القرآن)

﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِمَ مُصَلًّی.﴾ [3]

''اور (انہیں حکم دیا کہ) بنا لو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز۔''(جمال القرآن)

یہ عمل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے دوست (خلیل) کے قدمِ پاک کے نقش کے پاس (مقام ابراہیم) پر نوافل ادا کئے جاتے ہیں اور دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ حضرت حاجرہ علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی پیاری بندی کے قدم جن پہاڑوں پہ لگے انہیں قرآن نے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں قرار دیا۔

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ.﴾ [1]

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''(جمال القرآن)

---

(۱) اسماعیل دہلوی، صراط مستقیم

(۲) ال عمران، ۳: ۳۸

(۳) البقرہ، ۲: ۱۲۵

وہاں پر بھی خوش نصیب حاضر ہونے والے مسلمان گریہ و زاری کرتے ہوئے کھڑے ہو کر دعائیں کرتے ہیں۔ اور اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کو آنکھوں پر مس کر کے بینائی حاصل کرتے ہیں۔

﴿فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰـهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا.﴾ (۲)

''پس جب آ پہنچا خوشخبری سنانے والا (اور) اس نے ڈالا وہ پیراہن آپ کے چہرہ پر تو وہ فوراً بینا ہو گئےo'' (جمال القرآن)

مندرجہ بالا قرآنی حقائق سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ وہ مقام یا چیز جن سے اللہ سبحانہ کے محبوب بندوں کی نسبت و تعلق ہو جاتا ہے وہ مقام اور چیز بابرکت، عظیم اور پرتاثیر ہو جاتی ہے۔ ایسے مقدس مقامات اور باعظمت اشیاء کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ ایسی بابرکت جگہوں پر نوافل ادا کرنا اور دعائیں مانگنا جائز ہے۔

موجودہ دور کے مسلمان جو اولیاء کاملین علیہم الرحمۃ کی چلہ گاہوں، ان کے مساکین یا مزارات کے قریب نوافل پڑھتے یا دعائیں مانگتے ہیں یا ان ہستیوں سے منسوب اشیاء کو تبرکاً وسیلہ بنا کر دعائیں مانگتے ہیں ان کا یہ عمل قرآن و حدیث کے بالکل عین مطابق ہے۔ اور ان کا یہ مستحسن عمل ماقبل کے مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق چلنے کی ایک علامت بھی ہے اور دعاؤں کے قبول ہونے کا سبب بھی۔ لیکن ایسے تمام مواقع پر اہلِ ایمان کا ہر حال میں یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ متصرف حقیقی فقط اللہ سبحانہ کی ذات ہے وہی کار سازِ حقیقی ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ بندے اپنی حاجت روائی اور بارگاہِ الٰہیہ میں قرب حاصل کرنے کے لئے محبوب اعمال یا مقبولانِ بارگاہِ الٰہ کو وسیلہ بناتے ہیں۔

---

(۱) البقرہ، ۲: ۱۵۸

(۲) یوسف، ۱۲: ۹۶

وسیلۂ عظمیٰ

تمام مسلمان تاجدارِ کائنات ﷺ کے بارے یہی یقین رکھتے ہیں کہ آپ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں محبوب ترین ہیں۔ حبیبِ خدا ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کی ذات والا صفات خالق ومخلوق کے درمیان اہم ترین اور محبوب ترین وسیلہ ہے۔ قرآن پاک تو اس حقیقت سے یوں پردہ اٹھاتا ہے۔

﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا.﴾ (۱)

''اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر(اس نبی کے وسیلہ سے)۔'' (جمال القرآن)

جید مفسرین کے علاوہ سیدنا عبد اللہ بن عباس ﷺ سے وہ دعائیہ الفاظ جو یہودی اپنے دشمنوں پر فتح ونصرت حاصل کرنے کے لئے مانگتے تھے وہ اس طرح منقول ہیں۔

اللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَنْصِرُكَ بِحَقِّ النَّبِيِّ الامِّيِّ .... (۲)

''اے اللہ! ہم تجھ سے نبی امی کے وسیلے سے مدد طلب کرتے ہیں۔''

یہ یاد رہے کہ یہودی آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں کیا کرتے تھے۔

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا٥﴾ (۱)

---

(۱) البقرہ، ۲: ۸۹

(۲) سیوطی، الدر المنثور، ۱: ۲۱۶

''اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھیں اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لئے رسول (کریم) بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا، نہایت رحم کرنے والا۔'' (جمال القرآن)

مذکورہ بالا آیت میں توبہ کی شرائط کو بیان کیا گیا کہ اپنی جانوں پر ظلم توڑنے والے نادم و تائب ہو کر آپ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوں وہاں استغفار کریں اور خود آپ ﷺ بھی جب ان کی بخشش و شفاعت کے لئے ہاتھ اٹھائیں تو وہ خواہ کتنے ہی بڑے گناہ گار کیوں نہ ہوں اللہ ﷻ ان کی بخشش فرما دیتا۔ آپ ﷺ ماضی، حال اور مستقبل کے نبی ﷺ ہیں۔ اسی لئے آپ ﷺ کی یہ برکت و رحمت بھی آپ ﷺ کی ظاہری حیات تک محدود نہیں۔ بلکہ قیامت اور بعد از قیامت بھی گناہ گاروں کی بخشش کے لئے، صالحین کو مزید انعامات اور مقاماتِ قرب کے لئے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری، آپ ﷺ کی نگاہِ کرم اور آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی وسیلہ و برکت کا سبب رہے گا۔

آپ ﷺ سے محبت وعقیدت رکھنے والے اہلِ علم جانتے ہیں کہ خود پیارے نبی ﷺ اپنے صحابی رضی اللہ عنہ کو دعائے وسیلہ تعلیم فرماتے ہیں، جس میں (یا) حرفِ نداء کے ساتھ استغاثہ بھی کیا گیا۔

أَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْأَلُکَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَيْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّی قَدْ تَوَجَّهْتُ بِکَ إِلَی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهِ لِتَقْضِیَ، اللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیّ. (۱)

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد نبی رحمت ﷺ کے وسیلہ سے تیری

(۱) النساء، ۴: ۶۴

طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد ﷺ! میں آپ ﷺ کے وسیلہ سے اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ میری یہ حاجت پوری ہو، اے اللہ ﷻ نبی ﷺ کو میرے لئے شفاعت کرنے والا بنا دے۔''

صحابہ کرام ﷢ تو آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں بھی اور بعد از وصال بھی کثرت سے آپ ﷺ کی ذات کو بطور وسیلہ اللہ کریم کی بارگاہ میں پیش کر کے اپنی حاجت براری کرتے تھے۔ ابھی وصال پاک کو تین دن ہی گذرے تھے کہ ایک اعرابی روتا ہوا حاضر ہوا۔ خاک سر پہ ڈال رہا تھا اور عرض کر رہا تھا یا رسول اللہ آپ ﷺ نے جو فرمایا ہم نے سنا اور جو کچھ آپ ﷺ پہ نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی موجود ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا٥﴾ (۲)

''اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھیں اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لئے رسول (کریم) بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا، نہایت رحم کرنے والا۔'' (جمال القرآن)

فَنُوْدِيَ مِنَ الْقَبْرِ أَنَّهُ قَدْ غُفِرَ لَکَ. (۳)

''قبر انور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔''

---

(۱) ابن ماجه، السنن، کتاب اقامة الصلوة والسنة فيها، باب ما جاء فی صلاة الحاجة، ۱: ۴۴۱، رقم: ۱۳۸۵

(۲) النساء، ۴: ۶۴

(۳) ۱۔ قرطبی، تفسیر، ۵: ۲۶۶

۲۔ ہندی، کنز العمال، ۲: ۱۶۷

مزید ورق گردانی کیجئے:

حضرت عثمان بن حنیف ﷺ کے پاس ایک شخص نے اپنی پریشانی بتائی کہ مجھے حضرت سیدنا عثمان غنی ﷺ سے ضروری کام ہے لیکن امیر المومنین میری طرف توجہ نہیں فرماتے تو صحابی رسول ﷺ نے اس شخص کو وہی دعائے وسیلہ بتائی جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی۔ جب اس شخص نے بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ دعا مانگی تو دوسرے دن حضرت عثمان غنی ﷺ نے توجہ بھی فرمائی اور اس کی مشکل کا ازالہ بھی فرمایا۔ (۱)

اب درود شریف پڑھیں اور خلیفہ دوم امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق ﷺ کا دوسرے صحابہ کرام ﷺ کی معیت میں عقیدہ وعمل کا اظہار دیکھیں۔ آپ کی خلافت کے دوران کافی عرصہ بیت گیا۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑ گیا۔ دیگر صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ آپ نبی کریم ﷺ کے چچا سیدنا عباس ﷺ کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں عرض کیا۔ آپ باہر تشریف لائیں۔ ہم آپ کو اللہ ﷻ کی بارگاہ میں بطورِ وسیلہ پیش کرتے ہوئے بارش مانگتے ہیں۔ اب ذرا دیکھیں حضرت سیدنا عباس ﷺ نے یہ نہیں فرمایا، عمر! کیا لائے اور صحابہ کرام ﷺ نے آپ کو آگے کھڑا کر کے سیدنا عمر فاروق ﷺ نے جو دعا مانگی، بخاری شریف کی روایت کے مطابق درج ذیل ہے:

أَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْکَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِيْنَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْکَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا ﷺ فَاسْقِنَا قَالَ: فَيَسْقَوْنَ. (۲)

''اے اللہ ﷻ ہم ہمیشہ سے اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ تجھ سے مانگتے تھے اور تو ہمیں بارش عطا فرماتا تھا۔

---

(۱) طبرانی، سلیمان بن احمد الطبرانی، حاشیہ ابن ماجہ، جذب القلوب، شیخ عبد الحق محدث دہلوی

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الاستقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء إذا قحطوا، ۱: ۳۴۲، رقم: ۹۶۴

اے اللہ کریم! اس وقت ہم تیری بارگاہ میں (اپنی حاجت میں) اپنے نبی ﷺ کے چچا کو بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں۔ہمیں بارش عطا فرما۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: نہیں بارش عطا کی جاتی۔ حدیث پاک کے اس جملہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہمیشہ یہ طریقہ رہا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں مانگا کرتے اور عرض کیا کرتے تھے۔

زرقانی میں اس حدیث کی شرح میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی یہ دعا فرما رہے تھے کہ اے اللہ! تیرے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مجھ بوڑھے کو تیری بارگاہ میں وسیلہ پیش کیا ہے جو تعلق تیرے نبی ﷺ کے ساتھ ہے اس نسبت پہ نظر فرما۔

کتبِ حدیث گواہ ہیں کہ ابھی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بارش شروع ہوگئی۔

قرآنِ و حدیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر سلف صالحین اور علماء ربانیین علیہم الرحمۃ کے عقیدہ وعمل کو کتب کے حوالہ سے دیکھ کر موجودہ دور کے مسلمان بھی اس محبوب عمل کو اپناتے ہوئے مختلف مقاماتِ مقدسہ، اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اولیاء کاملین علیہم الرضوان کو اور تاجدارِ کائنات حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ والا صفات کو اپنی دعاؤں میں اپنی حاجت روائی کے لئے وسیلہ بناتے ہیں، تو وہابی نجدی تحریک کے پیروکار اپنی عادت ومشن کے مطابق اس مسئلہ میں بھی انہیں مشرک ہی کے فتوے سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وسیلہ سے مراد فقط اعمالِ صالحہ ہیں۔

ان کا یہ قول بھی قرآن و حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کے بالکل خلاف ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسا صحابی جن کی نیکیوں کو آسمان کے تاروں کے برابر کہا گیا۔ کیا ان کے پاس اعمالِ صالحہ کی کمی تھی؟ نہیں ہرگز نہیں۔

بلکہ قرآن کی سمجھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر کسے ہوسکتی ہے جنہیں خود صاحبِ قرآن ﷺ نے تعلیم دی ہے۔ وہ تو آپ ﷺ کا وسیلہ بھی اور آپ ﷺ کی نسبت والے

رشتہ دار اہلِ بیت علیہم الرضوان کا بھی وسیلہ پیش کرتے ہیں۔ پھر آج تک مسلسل کروڑوں مسلمانوں کی مدینہ منورہ، سرکارِ دو جہاں ﷺ کے حضور حاضری اسی عقیدہ کا اظہار ہے۔

حقائق کو واضح کرنے کے بعد پھر گذارش ہی ہے کہ خوفِ خدا کیجئے! یہ امتِ مرحومہ ہے۔ شرک و کفر کے فتووں کی فائرنگ سے اس کے افراد کو چھلنی نہ کیجئے۔ ہو سکے تو اخوت اور بھائی چارہ کا پیغام دیں۔ اور یہ یاد رکھیں کہ حق لازوال طاقت ہے۔ اس کو چھپایا اور دبایا نہیں جاسکتا۔

❁ نواں باب:

استعانت

جب ایک ذی شعور انسان تخلیقِ کائنات کو بنظرِ غائر دیکھتا ہے تو وہ دیگر مخلوق کو انسانی خدمت پر مامور دیکھتا ہے اور خود انسان جو کائنات میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت رکھتا ہے یہ پتھر کی طرح بے حس و بے اختیار نہیں، بلکہ اس کو بھی پیدا کرنے والے نے بے پناہ خصوصیات مرحمت فرمائی ہیں۔ اس کو اپنی زندگی کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے اسے ایک دوسرے کی ضرورت، محتاج، راحت کا سبب، بااختیار اور مددگار بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے معاشرتی حیوان بھی کہا جاتا ہے۔

ایک انسان اپنی پیدائش سے لے کر قبر میں پہنچنے تک ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ دنیوی معاملات میں ایک دوسرے سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے۔ تمام معاشرہ اسی بندھن میں بندھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ غرباء امراء سے، شاگر استاد سے، مریض ڈاکٹر سے اور عوام حکمران سے۔ غرضیکہ ہر انسان زندگی کے معاملات نبھانے میں ایک دوسرے ی احتیاج رکھتا ہے۔ اسی لئے کوئی مدد مانگ رہا ہے اور کوئی مدد دے رہا ہے۔ اسلام تو ماشا اللہ ہے ہی دینِ فطرت۔ اس نے تو اپنے پیروکاروں کو امداد باہمی کا ایک پورا نظام دیا ہے اور مؤمنین کو ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان.﴾ (۱)

---

(۱) المائدہ، ۵: ۲

’’اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقوی (کے کاموں) میں اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی۔‘‘ (جمال القرآن)

اور اسی طرح احادیث میں بھی نبی کریم ﷺ نے جا بجا اپنے بھائی کی حاجت روائی اور مدد کرنے والے کو خوشخبری سنا کر باہم مدد طلب کرنے اور مدد کرنے کی ضرورت کو یوں اجاگر کیا:۔

وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ.(۱)

’’اللہ ﷻ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔‘‘

یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرہ میں ازل سے آج تک استغاثہ و استعانت کا عمل امت میں موجود ہے۔ ہمیشہ سے ضرورت مند ضرورت کے وقت ایسے افراد سے رجوع کرتے رہے جہاں سے انہیں ضرورت پوری ہونے کی امید ہوتی تھی۔ پس ماندہ حال مسلمان آسودہ حال مسلمانوں سے، عوام اپنے وقت کے حکمرانوں سے، طلباء اساتذہ کرام سے اور مریض ڈاکٹرز سے اور دیگر مادی معاملات کے لئے بھی اپنے سے بہتر سے رجوع کرتے رہے۔ اسی طرح اہلِ ایمان ہمیشہ، دنیائے روحانیت کے تاجدار، سلطنتِ باطنیہ وظاہریہ کے فرمانروا، محبوبانِ بارگاہِ الٰہیہ، انبیاءِ عظام علیہم السلام اور اولیاءِ کرام علیہم الرحمۃ سے بھی اپنی مشکلات کیلئے ازالہ حاجات کی طلب، روحانی اور جسمانی بیماریوں سے شفا اور اُخروی کامیابی کے لئے دم درود اور دعا کے لئے رجوع کرتے رہے۔ اہلِ اسلام میں یہ عمل حکمِ خداوندی کے تحت ہے۔ اور آج تک تسلسل کے ساتھ جاری وساری ہے۔ قرآنِ حکیم کی

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الذكر و الدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، ۴: ۲۰۷۴، رقم: ۲۶۹۹
ابوداود، السنن، كتاب الأدب، باب فى المعرفة للمسلم، ۴: ۲۸۷، رقم: ۲۸۹۹

آیاتِ بینات شاہد ہیں کہ پہلی امتیں بھی اپنے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صلحاء رحمہم اللہ سے استغاثہ کرتی رہیں۔قرآن کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے ہوئے تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کی امت میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک یہ عقیدہ وعمل موجود ہے۔

ان تمام مراحل میں مومن کے قلب و ذہن پر یہ اسلامی عقیدہ پختگی سے نقش ہو جاتا ہے کہ کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ وہی مالک حقیقی ہے۔ وہی مستعانِ حقیقی ہے۔ اس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ ایک ہی ہے۔ وہ کارسازِ حقیقی، جملہ اعمال واختیارات کا خود ہی مالک ہے۔ اسی مسبب الاسباب (جس کی ذات رزاق، حکیم، شافی اور مستعانِ حقیقی ہے) نے اپنی حکمتوں کے پیشِ نظر دنیا کو عالمِ اسباب بنایا اور مختلف نتائج کو مختلف اسباب سے وابستہ کر دیا۔ اب ان اسباب وذرائع کی طرف متوجہ ہونا درحقیقت اسی کارسازِ حقیقی کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ وسائل سے رزق کا ملنا، ڈاکٹر کی دوا سے شفا اور بندۂ ولی کامل کی دعا اور نگاہ سے مشکل کا دور ہونا اور حاجات کا پورا ہونا اسی کارسازِ حقیقی کی ہی کرشمہ سازیاں ہیں جو اسباب میں تاثیر پیدا کرنے والا ہے۔

یہ یاد رہے کہ بندہ زندہ ہو یا قبر میں آرام کر رہا ہو دونوں حالتوں میں وہ اپنے وجود پر کبھی بھی قادرِ مطلق نہیں ہوتا۔ دنیوی زندگی کے معاملات نبھانے میں جن اختیارات کو وہ استعمال کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔ ایک ذرہ بھی اس کے اذن کے بغیر حرکت نہیں کرسکتا اور یہ جائز ہے۔ بالکل اسی طرح انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ جنہیں خصوصی شان سے برزخی حیات عطا فرمائی جاتی ہے۔ جس طرح ان سے ظاہری حیات میں استغاثہ کرنا جائز ہوتا ہے اسی طرح بعد از وصال بھی مجازی مددگار مانتے ہوئے ان سے استغاثہ کرنا جائز ہے۔ وہ حقیقی مستعان اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات و کمالات سے مدد کرتے ہیں۔

ہاں خبردار!

اگر کسی نبی، ولی اور شہید کے بارے میں کسی کا یہ عقید ہو کہ وہ مستقل بالذات ہیں۔ حقیقی مددگار ہیں اور اللہ ﷻ نہ بھی چاہے تو وہ یہ کام کر سکتے ہیں تو یہ شرک ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ جاہل سے جاہل مسلمان بھی اس دور میں ایسے مشرکانہ عقیدہ سے بہت دور ہے۔

نبی آخر الزماں ﷺ کی امت کا یہ خاص اعزاز ہے کہ یہ شرک کی لعنت سے محفوظ ہے۔ ہر مومن جو انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ سے محبت رکھتے ہوئے ان کے کمالات کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کا ایمان یہی ہوتا ہے کہ حقیقی مدگار اللہ ﷻ کی ذات ہے انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ جن سے ان کی ظاہری حیات میں یا برزخی حیات میں مدد طلب کی جاتی ہے وہ صرف سبب، ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ ان کا تصرف محض اللہ ﷻ کی عطا سے ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآنِ حکیم نے ماڈل قرار دیا ہے۔ احادیث کی روشنی میں دیکھیں تو یہ نفوسِ قدسیہ حضور تاجدارِ ختم نبوت سرورِ دو عالم ﷺ سے جا بجا استغاثہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کے وسیلہ سے مشکلات سے رہائی مانگتے ہیں۔ کوئی دکھ، تکلیف اور بیماری لاحق ہوتی ہے تو بارگاہِ سرورِ کونین ﷺ میں استغاثہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

اس سلسلہ میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نسیان کی شکایت کرنا، حافظہ کی بہتری کے لئے استغاثہ کرنا، سرکار ﷺ کی عطا کے بعد **فما نسیت شیئا بعد** (اس کے بعد میں کوئی چیز نہیں بھولا) کے الفاظ سے اعتراف کرنا۔ (۱)

---

(۱) ۱۔ ابو یعلی، المسند، ۱۱: ۸۸، رقم: ۶۲۱۹
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹: ۴۷، رقم: ۸۳۴۷

ایک نابینا صحابی ﷺ نے سرورِ کائنات ﷺ کے پاس بینائی کے لئے استغاثہ کیا، آپ ﷺ نے اس عمل سے روکنے کی بجائے دعا کی تلقین فرمائی:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ. اَنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ:اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُعَافِيَنِيْ قَالَ:اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ لَکَ وَاِنْ شِئْتَ اَخَّرْتُ ذٰلِکَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّکَ فَقَالَ:اُدْعُهُ.

فَامَرَهُ اَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوْئَهُ فَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَيَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَسْئَلُکَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْکَ بِنَبِيِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلَى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ فَتُقْضٰى لِيْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ. (۱)

وَزَادَ الْبَيْهَقِيُّ قَالَ عُثْمَانُ: فَوَ اللّٰهِ مَا تَفَرَّقْنَا وَلَا طَالَ الْحَدِيْثُ حَتّٰى دَخَلَ الرَّجُلُ وَكَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهٖ ضُرٌّ قَطُّ. (۲)

ترجمہ: ''سیدنا عثمان بن حنیف ﷺ سے روایت ہے۔ ایک نابینا شخص تاجدارِ کائنات ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے لئے دعاء فرمایئے کہ اللہ ﷻ مجھے بینائی عطا فرمائے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تو

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، ۵۱۵
۲۔ ابن ماجه، السنن، ۹۹
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۳۸
۴۔ ابن تیمیه، مجموع الفتاوی، ۱:۲٦۷
۵۔ نووی، الاذکار، ۱٦۷

(۲) ۱۔ بیهقی، دلائل النبوة، ج:٦ ص:۱٦۷
۲۔ سبکی، شفاء السقام، ۱٦۷
۳۔ ابن سنی، عمل الیوم والیلة، ۲۰۲

چاہے تو میں دعاء کروں اور اگر تو چاہے تو میں مؤخر کردوں اور یہ امر تیرے لئے بہتر ہے۔ اس شخص نے عرض کی: آپ دعاء فرمائیں۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا: اچھی طرح وضو کرو۔ پھر دو رکعت نفل نماز ادا کرکے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرو۔ ''اے اللہ ﷻ میں تجھ سے تیرے نبی ﷺ رحمتوں والے نبی ﷺ کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد ﷺ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کے دربار میں اپنی اسی حاجت کے سلسلہ میں متوجہ ہوا تاکہ اسے پورا کر دیا جائے۔ اے اللہ ﷻ! تو ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما! بیہقی نے یہ زیادہ کیا ہے۔ بخدا ابھی ہم جدا نہیں ہوئے تھے اور بات لمبی نہ ہوئی تھی۔ کہ وہ شخص ہمارے پاس اس حال میں آیا گویا وہ کبھی نابینا تھا ہی نہیں۔''

مذکورہ بالا حدیث کے پہلے حصہ میں حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطورِ وسیلہ پیش کیا جارہا ہے۔ دوسرے جملہ میں نبی معظم ﷺ کو حرفِ ندا یَا کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے استغاثہ کیا جارہا ہے اور اختتامی لفظوں میں رب تعالیٰ کے حضور عرض کیا جا رہا ہے کے اے اللہ ﷻ آپ ﷺ کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما لے۔ کائنات میں توحید کے سب سے بڑے علمبردار اس دعائے وسیلہ استغاثہ کی تعلیم ارشاد فرما رہے ہیں۔ پھر کتبِ حدیث گواہ ہیں کہ ایک صحابی ﷺ نے یہ دعا مانگی۔ اس کی آنکھیں ایسی روشن ہوگئیں گویا کہ وہ نابینا تھے ہی نہیں۔

امام المحدثین امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ، برعظیم پاک و ہند تمام مکاتب فکر کے معتمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ، ان کے علاوہ نواب صدیق حسن بھوپالی اہلحدیث اپنی کتب میں رقمطراز ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی یہ تعلیم کردہ دعا ساری امت کیلئے ہے۔ آج بھی اگر کسی کو حاجت ہو تو یہ دعا مانگے تو اللہ ﷻ اس کی حاجت کو حضور ﷺ کے وسیلہ سے پورا فرمائے گا۔ اسی طرح اخروی

زندگی جس کا سامنا سب نے کرنا ہے۔ احادیث کی روشنی میں وہاں کے معاملات بھی دیکھیں تو مخلوقِ خدا قیامت کی ہولناکیوں میں بھی مقولانِ بارگاہِ الٰہی کے حضور استغاثہ کرتے دکھائی دیتی ہے۔ قیامت میں جب سب سے بڑی سختی مسلط ہوگی، لوگ شفاعت طلب کرنے کے لیے انہی نفوسِ قدسیہ کے پاس حاضر ہوں گے۔

اسْتَغَاثُوا بِآدَمَ ثُمَّ بِمُوسَى ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ. (۱)

''لوگ حضرت آدم علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آخر میں سرورِ انبیاء حضرت محمد ﷺ سے استغاثہ کریں گے۔''

ذرا ایمانی نگاہوں سے توجہ فرمایئے! جن محبوبانِ خدا سے اخروی زندگی میں مدد مانگی جائے۔ جنہیں مالک الملک نے امتیازی برزخی حیات عطا کی ہوئی ہے، مستعانِ مجازی مانتے ہوئے اللہ رب العزت کو مستعانِ حقیقی یقین کرتے ہوئے انہی سے استغاثہ کیا جائے تو کیا حرج ہے۔ یہ عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک امت میں مسلسل جاری ہے۔

مولانا محمود الحسن دیوبندی تفسیر عثمانی میں اسی نظریہ کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کی ذاتِ پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانتِ ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ (۲)

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ماسأل الناس تکثرا، ۲: ۵۳۶، رقم: ۱۴۰۵

(۲) محمود الحسن، تفسیر عثمانی، ۱:۴ حاشیہ ۵

کہاں ہم اور کہاں وہ بندگانِ خدا علیہم الرحمۃ

ہم گنہگار، غفلت و خطا کے شکار انسان جن کی زندگی کی طوالت مزید گناہوں کا سبب بن رہی ہے۔ روحانی طور پر قربِ خداوندی سے کوسوں دور ہیں۔ ہم اپنے آپ پر ان محبوبانِ بارگاہِ الٰہیہ کو قیاس نہیں کرسکتے جنہیں مقامِ قرب عطا کیا جاتا ہے، خصوصی انعامات سے نوازا جاتا ہے اور قرآن پاک جن کی عظمتوں کے قصیدے بیان کرتا ہے۔

اب ایک حدیث قدسی ملاحظہ فرمائیں:

(حدیث قدسی وہ حدیث ہوتی ہے جس میں مفہوم اللہ ﷻ کا ہوتا ہے اور الفاظ نبی کریم ﷺ کے ہوتے ہیں)

جب ایک بندہ مومن نوافل کی کثرت کے ذریعے قرب حاصل کرلیتا ہے تو ﷻ فرماتا ہے:

حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ.

''میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔''

پھر محبوبیت کا ثمر و انعام اس کو یوں عطا ہوتا ہے۔

کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ.

''میں (اللہ ﷻ) اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔''

وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ.

''میں اس کی بصر ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔''

اسی طرح مزید فرماتا ہے۔

میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن

جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔

اور وہ بندہ نوازیوں بندہ پروری فرماتا ہے۔

وَاِنْ سَأَلَنِيُ لَأُعْطِيَنَّهُ. (۱)

''اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور بالضرور اس کو عطا کرتا ہوں۔''

اب یہ کسی صوفی، امام یا کسی مجتہد کا قول نہیں ہے بلکہ اللہ ﷻ کا فرمان بزبان مصطفیٰ ﷺ ہے۔ امام المفسرین امام فخر الدین تفسیر الکبیر میں اس حدیث کی یوں شرح فرماتے ہیں۔

اِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتَ بَلَغَ إِلَى الْمُقَامَ الَّذِىٔ يَقُوْل الله سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَبَصَرًا. فَإِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللهِ تَعَالٰى سَمْعًا لَهٗ سَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ. (۲)

''اس بندۂ محبوب پہ مولیٰ تعالیٰ کرم فرماتے ہوئے اس کو اپنی صفات کا مظہر بنا لیتا ہے اللہ ﷻ فرماتا ہے میں اس کا سمع (سننا)اور بصر (دیکھنا) ہو جاتا ہوں۔''

جب اللہ ﷻ کا نورِ جلال اس بندے کی سننے اور دیکھنے کی صفت بن جاتا ہے تو وہ دور نزدیک سے سننے اور دیکھنے لگ جاتا ہے۔

مزید یوں شرح کرتے ہیں:

فَاِذَا صَارَ ذَلِکَ النُّوْرُ يَدًا لَهٗ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِى الصَّعْبِ

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۵: ۲۳۸۴، رقم: ۶۱۳۷

(۲) رازی، تفسیر کبیر، ۲۱: ۷۷

وَالسَّهْلِ وَالْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْد.

''جب وہ نور اس کے لئے ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ اللہ ﷻ کی عطا کردہ روحانی استعداد سے آسانی اور مشکل، قریب اور بعید میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔''

ان انعام یافتہ لوگوں کی روحانی استعداد اور عطائی کمالات کو مختلف مقامات پر قرآن بھی بیان کرتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے درباریوں سے پندرہ سو میل دور کوٹھڑیوں میں چھپا ہوا بھاری بھرکم طویل وعریض تخت جس کو ان کے صحابہ کرام علیہم السلام نے دیکھا نہ تھا ان سے آپ نے مطالبہ فرمایا:

﴿قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۝﴾ (۱)

''آپ نے فرمایا اے (میرے) درباریو! کون تم میں سے لے آئے گا میرے پاس اس کے تخت کو اس سے پہلے کہ وہ آجائیں میری خدمت میں فرمانبردار بن کر۔'' (جمال القرآن)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا اس تخت کے بارے بغیر وضاحت کرنے کے کدھر ہے؟ کتنی دور ہے؟ اور کونسی آبادی میں ہے؟ ان سے لانے کا مطالبہ کرنا بالکل عیاں کرتا ہے کہ اللہ ﷻ اپنے بندوں کو ایسی قوت اور روحانی استعداد عطا کر دیتا ہے کہ وہ دور کی چیز کو عطا کردہ قوتِ کشف سے دیکھ بھی لیتے ہیں اور تصرف بھی کرتے ہیں۔

موجودہ دور کے مسلمان بھی بزرگان دین اولیائے کاملین رحمہم اللہ تعالیٰ خصوصا تاجدارِ ختم نبوت رحمۃ للعالمین ﷺ کے بارے ایسی ہی عطا کردہ روحانی استعداد کے قائل

(۱) النمل، ۲۷: ۳۸

ہیں۔

آپ نے جن کی پیشکش قبول نہ فرمائی۔ پھر عالمِ کتاب (کتاب کا علم رکھنے والے اور روحانی استعداد والے) نے عرض کیا:

﴿اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ.﴾ (۱)

''(اجازت ہوتو) میں لے آتا ہوں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ جھپکے۔'' (جمال القرآن)

﴿فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّی.﴾ (۲)

''پھر جب آپ نے اسے دیکھا کہ وہ رکھا ہوا ہے آپ کے نزدیک تو فرمانے لگے یہ میرے رب کا فضل (وکرم) ہے۔'' (جمال القرآن)

مذکورہ بالا آیات قرآنی میں مقبولانِ بارگاہِ ایزدی کے کمالات، خداداد قوتِ کشف اور مافوق الفطرت امور میں تصرف کو بیان کیا گیا ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا اپنی امت کے ولی کا یہ کمال دیکھ کر ہذا من فضل ربی کہنا مستعانِ حقیقی اللہ رب العزت کے عطا کردہ کمال پر شکرانہ ہے۔

یہ بات تو مسلمہ ہے کہ پہلی امتوں سے یہ امت، پہلی امت کے اولیاء سے اس امت کے اولیاء اور پہلے سارے رسل اور انبیاء علیہم السلام سے اس امت کے آقا نبی الانبیاء ﷺ افضل واعلیٰ ہیں۔ جب بنی اسرائیل کے اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر روحانی استعداد عطا فرمائی تھی تو نبی آخر الزماں ﷺ کی امت کے اولیاءِ کاملین علیہم الرحمۃ کو کس قدر قوت و کمال اور روحانی استعداد عطا فرمائی ہوگی۔ رہی بات سید المحبوبین رحمۃ للعالمین ﷺ کے عطا کردہ کمالات و اختیارات کی، تو وہ عقل انسانی کے ادراک سے ہی ماورآء ہیں۔ آپ ﷺ

(۱) النمل، ۲۷: ۴۰
(۲) النمل، ۲۷: ۴۰

کو تو اللہ ﷻ نے قرآن میں اپنی برہان قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ تو اللہ ﷻ کی ذات و صفات کے مظہرِ اتم ہیں۔ آپ ﷺ کے کسی امتی کو وہ محبوب بنا لے تو اسے آپ ﷺ کے صدقے بے مثال کمالات و تصرفات سے نواز دیتا ہے۔ آپ ﷺ تو ساری کائنات کے نبی، اللہ کریم کے محبوب اور سرورِ عالم ﷺ ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے کمالات و تصرفات اور عطا کردہ اختیارات کی وسعتوں کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

قرآنِ پاک میں خود اللہ ﷻ نے حرفِ ندا کے ساتھ آپ کو يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ، يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ پکار کے مخاطب فرمایا تاکہ حرفِ ندا کے ساتھ آپ ﷺ کو یاد کرنا سنتِ الٰہی بن جائے۔ احادیث میں دیکھیں تو خود سرکارِ دو عالم ﷺ دعائے استغاثہ میں (یا) حرفِ ندا کی تلقین فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام ﷡ حضور اکرم ﷺ کی مدینہ شریف میں آمد کے موقع پر مرد اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پہ چڑھ گئے۔ بچے اور غلام گلیوں میں پھر رہے ہیں۔ جلوس کا سماں ہے اور نعرہ ہائے رسالت لگاتے ہیں:

يُنَادُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ! يَا رَسُوْلَ اللهِ! يَا مُحَمَّدُ! يَا رَسُوْلَ اللهِ!(۱)

''وہ پکار رہے تھے۔۔۔ يَا مُحَمَّدُ! يَا رَسُوْلَ اللهِ! يَا مُحَمَّدُ! يَا رَسُوْلَ اللهِ!''

مزید دیکھئے اگر انہیں معمولی سی تکلیف بھی ہوتی ہے تو پھر بھی حرفِ ندا کے ساتھ آپ ﷺ کے نامِ مبارک کا نعرہ لگاتے ہیں۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر ﷠ کا پاؤں سن ہوگیا تو انہوں نے لوگوں سے کہا: کوئی عمل بتاؤ!

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزهد والرقائق، باب فی حديث الهجرة، ۴: ۲۳۱۱، رقم: ۲۰۰۹

۲۔ ابو يعلى، المسند، ۱: ۱۰۷

۳۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۵: ۲۱۰

فَقَالَ رَجُلٌ:اُذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْکَ.

فَقَالَ: يَا مُحَمَّداهُ. فَقَامَ فَمَشَى وَفِي رِوَايَةٍ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ. (۱)

''ایک شخص نے عرض کیا: اپنی محبوب ترین ہستی کو یاد کریں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر ﷺ نے پکارا: یا محمد ﷺ تو ان کا پاؤں اچھا ہوگیا۔''

اسی طرح کا واقعہ سیدنا عبد اللہ بن عباس ﷺ کو بھی پیش آیا۔ (۲)

اب ذرا صحابہ کرام ﷺ کا ایک مزید اجتماعی عمل بھی دیکھیں!

ابھی حضور سرورِ کائنات ﷺ کے وصال باکمال کو چھ سات ماہ ہی گذرے تھے کہ جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ یمامہ لڑی گئی جن میں ساٹھ ہزار کافر تھے اور ان کے مقابلے میں امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر ﷺ نے حضرت خالد بن ولید ﷺ کی سپہ سالاری میں صرف پندرہ ہزار صحابہ کرام ﷺ کو روانہ فرمایا۔ مسیلمہ کذاب کے حواریوں نے اتنا زبردست حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

علامہ جذری لکھتے ہیں:

ثُمَّ بَرَزَ خَالِدٌ وَدَعَا اِلَى الْبَرَازِ وَنَادَى بِشِعَارِهِمْ وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَا مُحَمَّداهُ فَلَمْ يَبْرُزْ إِلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا قَتَلَهُ. (۳)

(۱) ۱۔ ابن السني، عمل اليوم والليلة، ۱: ۳۱۹، رقم: ۱۶۷
۲۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۳۵، رقم: ۹۶۴
۳۔ نووی، الأذکار، ۱: ۲۴۰، رقم: ۹۱۶
۴۔ شوکانی، تحفة الذاكرين بعدة الحصن الحصين، ۱: ۳۱۲
۵۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۲۳

(۲) نووی، الاذکار، ۱: ۲۴۱، رقم: ۹۱۷

(۳) ابن اثیر، الکامل فی تاریخ، ۲: ۲۲۱

''پھر سیدنا خالد بن ولید ﷺ نے للکارا اور لکارنے والوں کو دعوتِ قتال دی، پھر مسلمانوں کے شعار کے مطابق یا محمداہ کہہ کر نعرہ لگایا۔ پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے اس کو قتل کر دیتے۔''

حافظ ابن کثیر اس منظر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثُمَّ نَادَى بشعارِ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ يَا مُحَمَّداهُ. (۱)

''پھر حضرت سیدنا خالد ﷺ نے مسلمانوں کے شعار کے مطابق نعرہ لگایا اور اس زمانہ میں ان کا شعار یا محمداہ کا نعرہ لگانا تھا۔''

جنگِ یمامہ کے مجاہدین میں شاید ہی کوئی تابعی شریک ہوئے ہوں۔ تقریباً سبھی صحابی ﷺ تھے اور انہوں نے اس مشکل وقت میں حضور نبی کریم ﷺ کے حضور استغاثہ کرتے ہوئے اپنی عادت کے مطابق یَا مُحَمّداہُ کے نعرے بلند کئے۔ یوں غیبی مدد پہنچی کہ شام سے پہلے پہلے فتح حاصل ہوگئی۔

کتب کی ورق گردانی سے یہ بات دن کے اجالے کی طرح سامنے آتی ہے کہ صحابہ کرام ﷺ کے بعد تابعین ﷺ اور یوں یہ سلسلہ ائمہ کرام اولیاء کاملین رحمہم اللہ نبی کریم ﷺ کو یا حرف ندا کے ساتھ پکارتے آئے ہیں۔ ان بے شمار پاکانِ امت میں سے مزید صرف دو کلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

ابن حسین سیدنا امام زین العابدین ﷺ یوں عرض کناں ہیں:

يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ
اَدْرِكْ لِزَيْنِ الْعَابِدِيْنِ

(۱) ابن کثیر، البداية والنهايه، ۶: ۳۲۴

مَحۡبُوۡسُ اَیۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ
فِیۡ مَوۡکَبِ الۡمُزۡدَهِمِ

''اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو وہ اس ازدہام میں ظالموں کی قید میں ہے۔''

سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ قصیدہ نعمانیہ میں یوں عرض گذار ہیں:

یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئۡتُکَ قَاصِدًا
اَرۡجُوۡ رِضَاکَ وَأُحتِمِی بِحِمَاکَ(۱)

''اے سادات کے سردار ﷺ میں دلی قصد سے آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں۔ آپ ﷺ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے آپ کو آپ ﷺ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

اس کے علاوہ اور بے شمار ہستیاں ہیں جو مجازاً مفہوم کے ساتھ اپنے دکھ درد کا درماں سرکارِ دو جہاں ﷺ کو جانتے ہوئے (یَا) حرف ندا کے ساتھ پکارتے رہے۔ زیادہ دور کا اگر نہ بھی سوچا جائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر آج تک بلا استثناء عقیدہ، ہر نمازی تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ کے الفاظ میں حرفِ ندا اَیُّھا کے ساتھ بارگاہِ سرورِ کونین ﷺ میں سلام عرض کرتا ہے اور یہ پڑھنا ہر نمازی پر واجب ہے۔ جان بوجھ کر چھوڑے تو نمازی کی نماز نہیں ہوتی اور پھر اہلِ ایمان جنہیں مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے حضور حاضری نصیب ہوتی ہے، تسلسل کے ساتھ آج بھی الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللهِ کے الفاظ میں سلام پیش کرتے ہیں اور پھر شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا خَلِیۡفَةَ رَسُوۡلِ الله. اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا اَمِیۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡن

(۱) امام ابو حنیفه، قصیده نعمانیه

کے الفاظ میں سلام پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ [(۱)]

مذکورہ بالا دلائل و حقائق، اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیش کئے گئے ہیں۔ بہر حال ایک روشن دماغ، صاف دل اور خوفِ خدا رکھنے والے کے لئے حقیقت واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ اللہ ﷻ کے محبوب بندے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کو وسیلہ اور مستعانِ مجازی مانتے ہوئے اور اللہ ﷻ کو مستعان حقیقی یقین کرتے ہوئے انہیں حرفِ ندا (یَا) وغیرہ سے پکارنا اور ان سے استعانت مجازی کرنے والا عمل وعقیدہ موجودہ دور کی ایجاد نہیں بلکہ ازل سے آج تک پاکانِ امت میں تسلسل سے موجود ہے۔

آج بھی مسلمانوں کے اجتماعات میں جوشِ عقیدت اور جذبہ محبت کے اظہار کے لئے جو نعرے

"نعرہ رسالت ...... یا رسول اللہ

سیدی مرشدی ...... یا نبی یا نبی

نعرۂ حیدری ...... یا علی

نعرۂ غوثیہ ...... یا غوث اعظم"

لگائے جاتے ہیں یہ قطعاً جائز ہیں بلکہ مستحسن عمل ہے۔ خصوصاً یَا رَسُوْلَ اللہ کا نعرہ، نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کی طرح مسلمانوں کا شعار اور نشانی ہے۔ جس طرح نعرۂ تکبیر میں عقیدۂ توحید کا اقرار و اظہار ہے اسی طرح نعرۂ رسالت میں بھی تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کی رسالت کا

---

(۱) ۱۔ فتاوی عالمگیری، ۱: ۲٦٦

۲۔ كمال الدين عبد الوحد، شرح فتح القدير، ۳: ۱۸۱

۳۔ عبد الرحمن بن محمد الكليبوني، مجمع الأنهر شرح ملتقي الأبحر، ۱: ۴٦۴

اقرار اور اظہار ہے۔ گویا یوں اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے نجدی وہابی فرقہ کے پیروکار اپنے مشن کے تحت اس عقیدہ وعمل میں بھی سلف صالحین ائمہ اور جیّد محدثین علیہم الرحمۃ کے خلاف خود ساختہ عقیدہ پیش کرتے ہوئے بتوں اور مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہونے والی آیاتِ قرآنی کو انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام پر چسپاں کرتے ہیں اور جو لوگ اولیاء کرام علیہم الرحمۃ خصوصاً تاجدارِ کائنات سیدنا محمد ﷺ سے استعانتِ مجازی کرتے ہوئے یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کے نعرے لگانے والوں کو انتہا پسندی کرتے ہوئے مشرک ہونے کے فتوے صادر کرتے ہیں وہ سادہ لوح مسلمانوں کو خصوصا نوجوانوں کو اسلامی تعلیم نماز سکھانے کے بہانے اپنی جماعت میں شامل کرتے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد انہیں جو سبق پڑھاتے ہیں وہ یہی ہوتا ہے، شرک، حرام، بدعت۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہ کہنا شرک ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ پڑھنے والے مشرک ہیں۔ جس قسمت کے مارے مسلمان نوجوان کو اپنی سنگت اور صحبت کی وجہ سے ذہنی طور پر شرک کے فتوے کے خوف سے یارسول اللہ کہنے سے روک لیتے ہیں وہ اپنی جماعت کی بڑی کامیابی خیال کرتے ہیں اور اپنے زعم میں اپنے خود ساختہ عقیدہ کے مطابق وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایک مشرک کو مسلمان کیا ہے۔ کچھ دنوں کے چلہ کے بعد وہ ایسے نام نہاد مبلغ تیار کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جو حرام، شرک اور بدعت کے فتوے سناتے نہیں تھکتے۔ اسے اپنے علاوہ پورا اسلامی معاشرہ شرک وبدعت کا شکار نظر آتا ہے حتی کہ تجربہ سے ثابت ہے کہ وہ جاہل مبلغ اپنے والدین، رشتہ دار، یَارَسُوْلَ اللّٰہ کہنے والوں کو بھی شرک و بدعت ہی کی نوید سناتا ہے۔ حالانکہ یہ مبلغین، اسلام کی آفاقیت، دین کی عالمگیریت اور روحانی تعلیمات کی وسعت سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ طوطے کی طرح چند باتیں رٹی ہوئی ہوتی ہیں۔

ان کا صرف یہی فتویٰ کہ یا رسول اللہ کہنے والا مشرک ہے۔ دیکھ لیں۔ اس کی زد میں نہ صرف موجودہ دور کے کروڑوں مسلمان آتے ہیں بلکہ صحابہ کرام ﷺ اہلِ بیتِ

اظہارسلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ، سینکڑوں محدثین اور پاکانِ امت بھی آتے ہیں(**العیاذ باللہ**) اور ویسے نہ سہی، جب یہ نماز میں تشہد پڑھتے ہوئے **السَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ** پڑھتے ہیں اور جس کا پڑھنا واجب ہے۔خود بھی اپنے خود ساختہ عقیدہ اور انتہا پسندی کے فتوے سے مشرک ہو جاتے ہیں۔

عام مسلمانوں کے سامنے خود ساختہ عقیدہ کی تائید کے لئے قرآن مجید کی بہت سی آیات کے مفہوم کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ آیات جن میں کفار ومشرکین کے بتوں کی بے بسی اور بے اختیاری کو بیان کیا گیا، **معاذ اللہ** انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کے بارے میں پڑھتے ہیں۔کوشش کرتے ہیں کہ **من دون اللہ**والی آیات اولیاء اللہ رحمہم اللہ پر لگائی جائیں اور اپنی گفتگو اور تحریر میں یہ واضح کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں کہ ہم ہی قرآن کو سمجھنے والے ہیں۔گویا ان سے پہلے صدیوں سے لوگ قرآن کو سمجھ ہی نہیں سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اکثر عقائد قرآن و حدیث اور ماقبل کے کروڑوں مسلمانوں اور سلف صالحین کے عقیدہ وعمل کے خلاف ہیں۔

حالانکہ قرآن پاک نے اپنے دلنشیں اسلوب میں عبادات اور استعانت کے تصور الگ الگ بیان کیا ہے۔

﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ.﴾ (۱)

''تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔''(جمال القرآن)

اس آیت کے الفاظ بظاہر ایک جیسے ہیں لیکن دونوں حصوں کے درمیان واو عاطفہ موجود ہے۔ اہل علم واقف ہیں کہ یہ واوَ مغایرت پر دلالت کرتی ہے۔ اگر عبادت و استعانت کے احکام ایک جیسے ہوتے تو واو عاطفہ درمیان میں نہ لائی جاتی۔عبادت فقط اللہ ﷻ کے ساتھ خاص ہے۔ جبکہ استعانت صرف اللہ ﷻ کے ساتھ خاص نہیں وہ مستعانِ

(۱) الفاتحہ، ۱: ۴

حقیقی ہے۔ مجازاً اس عالمِ اسباب و ذرائع کے افراد اسی کی عطا کردہ طاقت و اختیار سے ایک دوسرے کی مختلف حاجات وضروریات میں مدد کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ خود مالکِ حقیقی قرآن مجید میں محبوب اعمال سے استغاثہ کا حکم دیتا ہے۔

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ.﴾ (۱)

''اور مدد لو صبر اور نماز سے۔''(جمال القرآن)

قرآن پاک پڑھ کر دیکھیں، جن کے نصیب میں ہدایت ہوتی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام اپنی امتوں سے اور امت اپنے اپنے انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ و السلام سے مدد طلب کرتے رہے۔ اللہ ﷻ نے درج ذیل آیت میں واضح ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْن.﴾ (۲)

''تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول(پاک)ہے اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوۃ دیا کرتے ہیں اور(ہر حال میں)وہ بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے ہیںo''(جمال القرآن)

ویسے تو بہت سی آیات اور احادیث ایسا ہی مفہوم پیش کرتی ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر موجود ہے کہ اللہ ﷻ کے علاوہ اس کے رسول ﷺ اور مومنین کاملین تمہارے مددگار ہیں۔ اس جیسی آیات میں مفہوم اخذ کرنے کے لئے حقیقت و مجاز کا فرق اختیار کرنا پڑے گا جیسا کہ سلف صالحین علماء حق علیہم الرحمۃ کی طرف سے کی گئی تعبیرات اور تفسیرات میں کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ حقیقی مددگار ہے اور اس کے رسول مکرم ﷺ مجازاً

---

(۱) البقرہ،۲: ۴۵

(۲) المائدہ، ۵: ۵۵

اس کی عطا کردہ قوت اور روحانی استعداد سے مددگار ہیں اور مؤمنین کاملین بھی مجازی مددگار ہیں۔ مزید دیکھیں کہ مفہوم اخذ کرنے کے لئے حقیقت ومجاز کا فرق کرنا پڑتا ہے۔

اولاد سے نوازنا فعلِ الٰہی ہے جب حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بشری صورت میں آئے اور انہوں نے سیدہ مریم علیہا السلام سے کہا:

﴿قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَهَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّاo﴾ (۱)

''جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوں تا کہ میں عطا کروں تجھے ایک پاکیزہ فرزند''(جمال القرآن)

حالانکہ بیٹا دینا فعلِ الٰہی ہے۔

اسی طرح سورۂ آل عمران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ اعلانات جو دعویٰ نبوت کے سلسلے میں فرمائے گئے انہوں نے مافوق الفطرت پانچ امور کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا:

﴿وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ.﴾ (۲)

''اور میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے۔''(جمال القرآن)

آپ نے ان افعال واعمال کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔

سلف صالحین کی بتائی ہوئی تعبیرات وتفسیرات میں حقیقت ومجاز کا جو فرق بیان کیا گیا، وہابی نجدی فرقہ کے علماءِ ظاہر بیں اپنے مشن کے مطابق ان کا ابھی انکار کرتے ہیں۔ اس کے برعکس قرآن میں تفسیر کرتے ہوئے الفاظ قرآنی کے صرف حقیقی معنیٰ کو ہی درست سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس فرقہ کے علماء علماءِ حق کے تراجم اور تفاسیر کے برعکس

---

(۱) مریم، ۱۹: ۱۹

(۲) آل عمران، ۳: ۴۹

ترجمہ کرتے ہیں جیسا کہ ان کی کتب گواہ ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول کہ میں بیٹا دیتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیٹا جو اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے۔ اس کا سبب، ذریعہ اور وسیلہ میں بنتا ہوں۔ حقیقی اولاد دینے والے نے مجھے مجازی طور پر اپنی اس صفت کا مظہر بنایا ہے۔

اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مجازاً ان امور کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ آیت کے دوسرے حصہ میں باذن اللہ کے الفاظ کے ذریعے حقیقی کارساز اللہ تعالیٰ کو ہی قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مستعانِ حقیقی اللہ تعالیٰ کو یقین کرتے ہوئے کسی فعل یا عمل کی نسبت مجازی طور پر سبب یا فرد سے کر دیں تو یہ جائز ہے، شرک نہیں۔ دیکھیں ملائکہ کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سیدہ مریم علیہا السلام سے مکالمہ کے دوران فعلِ الٰہی کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کو بھی دہرایا ہے۔ ایمانی بصیرت سے سوچیں اگر اللہ رب العالمین کو مستعانِ حقیقی مانتے ہوئے ایسے الفاظ و افعال کی نسبت مجازاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیں تو کون سی قباحت لازم آتی ہے۔

امتِ مرحومہ کی بے شمار مقتدر، ہستیوں نے بارگاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں مجازی طور پر افعال و اعمال کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہوئے اپنے کلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثے عرض کئے ہیں۔

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیُ مِنْ اَلُوْذُ بِهِ
سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ(۱)

''اے تمام مخلوق میں بزرگ و برتر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے علاوہ میرا کوئی مددگار نہیں آفات کی کثرت کے وقت جس کی میں پناہ طلب کروں۔''

ایسے بے شمار کلام موجود ہیں۔

---

(۱) امام بوصیری، قصیدہ بردہ

جب کوئی مسلمان ایسا کلام اور ایسے الفاظ اپنے لبوں پر لاتا ہے حقیقی معنیٰ ہر گز نہیں لیتا۔ مجازاً مفہوم میں عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ خدا کے در کے بعد آپ ہی مجھ گنہگار کا سہارا ہیں۔مخلوق میں آپ ﷺ ہی میری پناہ ہیں۔

موجودہ دور کے مسلمان اسلامی احکام کے تقاضا کے مطابق توحید و رسالت پہ ایمان رکھتے ہوئے سلف صالحین کے کلام میں سے جس میں الفاظ کو مجازی معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے۔ ان کو دہراتے یا خود مجازی معنیٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں کچھ عرض کرتے ہیں۔ تو کم فہم خود ساختہ موحدین، جاہل مبلغین اور قرآنِ پاک کی حقیقی روح تک رسائی سے کوسوں دور رہنے والے ظاہر بیں فرقہ نجدیہ وہابیہ کے علماء کفر وشرک کے فتووں سے مسلح ہو کر ان صحیح العقیدہ مسلمانوں کو کافر اور مشرک ہونے کے فتوے دے کر حلقہ اسلام سے باہر کرنے کی باتیں کرتے ہیں۔ حالانکہ بتوں کے متعلق نازل ہونے والی آیات سے اپنے بناوٹی عقیدہ کی تائید لینے سے حقیقت کو نہیں چھپایا جاسکتا۔

دعا کا لفظ **دعا یدعو دعوۃ** بلانا اور پکارنا کے معنیٰ میں ہی قرآن میں مستعمل نہیں ہوا بلکہ یہ لفظ قرآن میں آٹھ سے زائد مختلف معانی میں مستعمل ہوا ہے جس سے قرآن کا ہر طالب علم بخوبی آگاہ ہے۔

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَالَا يَنْفَعُکَ وَلَا يَضُرُّکَ.﴾ (۱)

''اور نہ عبادت کر اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی جو نہ نفع پہنچا ہے تجھے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے تجھے۔'' (جمال القرآن)

آیات میں سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی دیکھ لیں۔ اور جلالین و دیگر تفاسیر بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ کہ یہ آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کا معنیٰ پوجنا کیا گیا ہے۔ اور

---

(۱) یونس،۱۰: ۱۰۶

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَر.﴾ (۱)

''اور نہ پکارو اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی اور معبود کو۔'' (جمال القرآن)

یعنی الہٰ سمجھ کر کسی کو مت پکارو۔ یہ سب کے نزدیک شرک ہے۔ دعائے عبادت اور دعائے سوال میں واضح فرق موجود ہے۔ مخلوق میں کسی کو الہٰ اور حقیقی مددگار سمجھ کر مدد طلب کرنا یا پکارنا صریحا شرک ہے۔ اور اللہ ﷻ کو مستعانِ حقیقی یقین کرتے ہوئے مخلوق سے سوال کرنا جائز ہے۔

اسلامی معاشرے کا امدادِ باہمی کا نظام اس عقیدہ کے نور سے روشن ہے۔ دعائے سوال کو دعائے عبادت میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن افسوس کہ یہ جاہل مبلغ اپنے خود ساختہ عقیدہ کی تائید کے لئے اس کو دعائے عبادت میں شامل کرتے ہوئے موجودہ دور کے کروڑوں مسلمانوں کے علاوہ صحابہ کرام ﷡ سے لے کر سلف صالحین علیہم الرحمۃ تک کو مشرک بناتے پھرتے ہیں۔ جو

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اور

السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

کے ورد کرنے والے ہیں۔

موجود دور میں امتِ مسلمہ کی حالت زار ناگفتہ بہ ہے۔ خدار بلاتحقیق ایسے فتووں سے پرہیز کرو اور مسلمانوں کو کافر نہ بناؤ۔ آخر اس مَالِکَ یَوْمِ الدِّیْن کی بارگاہ میں اپنے کیے کا حساب دینا ہے۔ اگر فتویٰ لگانے پر بضد ہی ہیں تو انصاف کرتے ہوئے اپنے ان اکابر کے بارے میں بتائیں کہ کیا فتویٰ ہے جو سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں۔

(۱) القصص، ۲۸: ۸۸

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامیٔ کار[۱]

جہاز امت کا حق نے کر دیا آپ کے ہاتھوں
تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ[۲]

یا شفیع العباد خذ بیدی
انت فی الاضطرار معتمدی[۳]

---

(۱) مولانا قاسم نانوتوی، قصائد قاسمی
(۲) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
(۳) اشرف علی تھانوی، نشر الطیب

❁ دسواں باب:

ختمِ نبوت

نسلِ انسانی کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے انبیاء و رسل علیہم السلام کا انتخاب ازل سے ہوتا رہا یہ نفوسِ قدسیہ محدود وقت، علاقہ اورقوم کی قید کے ساتھ معبوث ہوتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی طریق رہا کہ اس مقدس سلسلہ کے فرد کو بے مثال صفات و کمال سے مزین کر کے اپنی مخلوق میں ارسال کرتا رہا۔ جن کی وجہ سے وہ نائبِ خدا عطا کردہ خصوصیات کی وجہ سے اپنی امت میں انفرادی حیثیت میں موجود رہتا۔ یوں تو ہر نبی ہی کمال و شان والا ہے لیکن پھر بھی فضلیت و شان میں بعض کو بعض پر درجات کی بلندی عطا فرمائی۔ آپ ﷺ تو تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے امام اور سردار ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے رسالتِ عامہ عطا فرماتے ہوئے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے سوا کچھ خصوصی صفات و کمال عطا کر کے آپ ﷺ کو دوسرے انبیاء و رسل علیہم السلام میں عظیم امتیازی مقام عطا فرمایا ہے۔

ان عظیم صفات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ تاجدارِ ختمِ نبوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے آخری رسول ہیں۔ قرآن مجید میں حضور ﷺ کے اس منصبِ جلیلہ کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ. (۱)

''بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''(جمال القرآن)

---

(۱) الاحزاب، ۳۳:۴۰

بہت سی صحیح احادیث، کتبِ حدیث میں موجود ہیں جن میں خود سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ نے خاتم النبیین کا مفہوم بیان کیا ہے جیسا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ.[(۱)]

''میری ذات سے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ ختم ہوگیا۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ، فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ.[(۲)]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک رسالت و نبوت منقطع ہوگئی ہے۔ میرے بعد کوئی نبی اور رسول ﷺ نہیں۔''

نصِ قرآن و حدیث سے حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا ثابت ہے۔ یہ دیگر بنیادی عقائد میں سے ایک ہے۔

مفکر اسلام ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ عقیدۂ ختمِ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، ۱: ۳۷۱، رقم: ۵۲۳
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب السیر، باب ما جاء في الغنیمۃ، ۴: ۱۲۳، رقم: ۱۵۵۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۱۱، رقم: ۹۳۲۶
۴۔ ابو یعلی، المسند، ۱۱: ۳۷۷، رقم: ۶۴۹۱

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الرؤیا، باب ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات، ۴: ۵۳۳، رقم: ۲۲۷۲
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۶۷، رقم: ۱۳۸۵۱
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۴۳۳، رقم: ۸۱۷۸

نبوت یوں واضح فرماتے ہیں:

حضور سرورِ عالم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ اور جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو بدبخت اس کے اس دعویٰ کو سچا تسلیم کرتا ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ اور اسی سزا کا مستحق ہے جو اسلام نے مرتد کے لئے مقرر فرمائی ہے۔ (۱)

دیگر اسلامی بنیادی عقائد کی طرح عقیدۂ ختم نبوت بھی تسلسل کے ساتھ امت میں موجود چلا آ رہا ہے۔ فرقہ پرستی کے اس دور میں بھی باہمی تعصب اور شدید اختلاف کے باوجود تمام مسالک عقیدۂ ختمِ نبوت میں متفق ہیں۔ آج جس نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا سب نے متفقہ طور پر اس کو کافر و مرتد قرار دیتے ہوئے اس جھوٹے مدعیِ نبوت کی ہر سازش کا ناکام بناتے ہوئے تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کی عظمت کا جھنڈا بلند رکھا۔ تاریخِ اسلامی گواہ ہے جھوٹے مدعیِ نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک لشکر بھیج کر اس کے ساتھ جنگ کی جس میں سینکڑوں حفاظ اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ حالانکہ وہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا بلکہ اپنے دعوٰی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کرتا تھا اور علامہ طبری نے یہاں تک لکھا ہے کہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کے الفاظ اس کی مروجہ اذان میں بھی موجود تھے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں اس کو مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ کتبِ سیرت گواہ ہیں کہ پندرہ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم جب ساٹھ ہزار کے مقابلہ میں مشکلات کا شکار ہوئے تو تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کا نعرہ یَا مُحَمَّدَاهُ یَا مُحَمَّدَاهُ ﷺ لگاتے ہوئے اتنی بے جگری سے لڑے کہ دشمن کثیر تعداد میں واصل جہنم

(۱) پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ۴: ۲۸

ہوئے اور مسلمانوں کو فتح و نصرت نصیب ہوئی۔

حق و باطل کا معرکہ ازل تا روزِ حشر جاری و ساری رہے گا۔ بدقسمتی سے جب انگریز برصغیر پر قابض ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ دیگر قومیں آسانی سے تابع اور مطیع ہوگئیں۔ لیکن مسلمان آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہیں، جدید اسلحہ کا مقابلہ لاٹھیوں سے کرتے ہیں، جامِ شہادت نوش کرتے ہیں اور زندگی سے کہیں زیادہ اپنی موت سے پیار کرتے ہیں تو انہوں نے ان کے بارے میں غور کرنے کے لئے برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران کے علاوہ سیاسی و مذہبی رہنماؤں پر مشتمل وفد ۱۸۶۹ء میں برصغیر بھیجا جنہوں نے وہاں رہ کر مسلمانوں کے نظریات وحالات کا جائزہ لینے کے بعد یہ رپورٹ دی کہ مسلمان اندھا دھند اپنے روحانی رہنماؤں کی پیروی کرتے ہوئے سب سے زیادہ محبت و عقیدت اپنے نبی (سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ) سے رکھتے ہیں۔ جب تک ان کے دلوں سے ان کے نبی ﷺ کی عظمت و محبت ختم نہیں ہوتی ان کا مقابلہ کرنا اور محکوم رکھنا ناممکن و محال ہے۔

حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ نے انگریزوں کی اس سازش کو یوں بے نقاب کیا:

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

ہماری بدقسمتی سے انگریز بہت جلد اپنے مشن میں کامیاب ہوگیا۔ وہ فرقہ وہابیہ کے بانی محمد بن عبد الوہاب نجدی کے نظریات برصغیر میں پہنچانے میں کامیاب ہوگیا۔ مسلمانوں کو ہی شرک و کفر کے فتوے سنائے جانے لگے۔ منبرِ رسول ﷺ پر بیٹھ کر کمالات و

معجزات کا انکار ہونے لگا، ایسی کتب کثرت سے لکھی جانے لگیں جن میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی عظمت و شان کا انکار اور تنقیص کرتے ہوئے آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) پنڈ کا چوہدری اور بڑا بھائی جیسا مقام دینے کی بات کی گئی۔

یوں وہ ذاتِ والا صفات جن کو اللہ ﷻ نے اپنی توحید کی برہان قرار دیا اس کی ذات کو موضوع بنا کر اعتراض کرنا اور عظمت کا انکار کرنا بعض کلمہ پڑھنے والوں نے اپنا مشغلہ بنا لیا۔ ایسی عبارات والی کتب کثرت سے عوام میں تقسیم ہونے لگیں کہ

ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

جس کا نام محمد ﷺ یا علی رضی اللہ عنہ ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

انبیاء علیہم السلام واولیاء علیہم الرحمۃ ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

حضور (علیہ السلام) گنوار کی بات سن کر مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کے بڑے بھائی کی سی تعظیم کی جائے۔ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (۱)

نماز میں حضور کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (۲)

اعمال میں امتی نبی علیہ السلام سے بڑھ سکتا ہے۔

آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آ جائے تو ختمِ نبوت میں فرق نہیں آتا۔ (۳)

(۱) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ۴۲۔ ۳۹۔ ۳۸۔ ۲۸۔ ۱

(۲) مولوی اسماعیل دہلوی صراط مستقیم فارسی/۸۶، صراط مستقیم اردو، ۱۲۶

(۳) مولوی قاسم نانوتویتحذیر الناس، ۲۴

شیطان اور ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم ہے اور یہ نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کیلئے وسعتِ علم پر کوئی نص نہیں ہے۔ (۱)

تاجدارِ کائنات ﷺ کے علمِ غیب کو بچوں، پاگلوں، حیوانات اور چوپایوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ (۲) (معاذ اللہ)

دوسری طرف ایک گھناؤنی سازش کے تحت باطل سلسلہ کی ایک شخصیت مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ء میں برِّعظیم پاک و ہند کے شہر قادیان میں جنم لینے والے خبیث الفطرت کو جھوٹی نبوت کی دعویداری کے لئے تیار کرلیا۔ اس ماہر بہرو پیا نے مختلف جہتوں کا سہارا لیتے ہوئے آخر کار بدطینتی کا ثبوت دیتے ہوئے ۱۹۰۳ء میں برملا اپنے نبی ہونے کا (دعوٰی) کر دیا جیسے ہی بدترین دعوٰی کی آواز باطل کی پشت پناہی کی وجہ سے پھیلنے لگی تو امتِ مسلمہ نے علماء ومشائخ علیہم الرحمۃ کی قیادت میں اس کذاب کے خلاف قلمی جہاد کیا۔

چونکہ ختمِ نبوت کا عقیدہ اَساسی حیثیت رکھتا ہے۔ نصِ قرآن وحدیث سے ثابت ہے جس پر ملتِ اسلامیہ کا اجماع ہے اور خود تاجدارِ ختم نبوت ﷺ نے بھی عطا کردہ علمِ غیب سے اپنی امت کو اس فتنہ سے باخبر کیا ہوا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلا ثُوْنَ دَجَّالُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ تَعَالىٰ. (۳)

---

(۱) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، براهین قاطعه، ۵۵

(۲) مولوی اشرف علی تهانوی، حفظ الایمان، ۸

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ۳:۱۳۲۰، رقم: ۳۴۱۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفتن و اشراط الساعة، باب لا تقوم الساعة، ۴: ۲۲۳۱، رقم: ۱۵۷

۳۔ ابو داود، السنن، کتاب الملاحم، باب فی خبر بن صائد، ۴: ۱۲۱، رقم: ۴۳۳۳۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ تیس دجال نکلیں گے جن میں ہر ایک دعوٰی کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔''

لہٰذا بالاتفاق امتِ مسلمہ کے جید علماء و مشائخ عظام علیہم الرحم اور جمہور مسلمانوں نے اس جھوٹے مدعی نبوت کو مرتد و کافر قرار دیتے ہوئے اور جو اس کے دعوی کو تسلیم کرے یا اس کو مذہبی مصلح مانے اس کو بھی مرتد و کافر قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا پیغام دے کر احمدی مبلغین کو مختلف اسلامی ممالک میں بھیجا وہاں ان کا جو حشر ہوا، دنیا نے تماشہ دیکھا۔ کئی ممالک میں تو ان کو مرتد اور کافر قرار دے کر گولیوں سے اڑا دیا گیا اور امتِ مسلمہ کے تمام علماء نے اس مدعی نبوت کو کافر ومرتد قرار دیا۔

اب مرزائی، احمدی جماعت پورے عالمِ اسلام کے خلاف اور خصوصاً پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ شیطانی ٹولہ مسلسل اغیار کی مدد سے مختلف چالوں اور سازشوں سے امتِ مسلمہ کے درمیان عقیدۂ ختمِ نبوت کے بارے غلط فہمی اور بے یقینی پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ اس سلسلہ میں وہ مال و دولت کا بے دریغ خرچ کرتے ہوئے جدید ٹیکنالوجی کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے باطل نظریات بڑے منافقانہ انداز میں پیش کر کے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔

حالانکہ ان جھوٹے دعویداروں کے پاس نہ کوئی قرآنی دلیل، نہ روایت اور نہ ہی سلف صالحین علیہم الرحمہ کی تائید ہے۔ ان جھوٹ کے بیوپاریوں کے پاس سوائے جھوٹ کے پلندوں کے کچھ نہیں ہے۔ وہ دلائل وحقائق کی دنیا میں کسی کو کیا قائل و مائل کریں گے۔ البتہ مداری اور بہروپیا بن کر من گھڑت دعووں کے نتیجے میں مادہ پرستی اور دنیوی برتری کے عروج کے اس دور میں چند لاکھ ضرب المثل مزاج کے لوگ دنیوی منفعت کو دین و ایمان پر ترجیح دے کر مرزا جی کو نبی کہنے پر تیار ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس کروڑوں

مسلمان اب بھی اس کو کذاب، دجال، کافر اور مرتد ہی کہتے ہیں اور کہتے رہیں گے۔

ضرورت ہی کیا ہے؟

اللہ ﷻ جس نے اپنے محبوب سیدنا محمد ﷺ کو ختمِ نبوت کا تاج عطا فرمایا۔ اس نے اپنی شانِ قدرت سے ایسا اہتمام کیا کہ محبوب خدا ﷺ کی آمد کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

یہ حقیقت اظہر من الشّمس اور اَبْیَنُ مِنَ الْأَمْسِ ہے کہ صدیاں گذرنے کے باوجود سیرت النبی ﷺ کا ہر گوشہ آج بھی امتِ کے سامنے موجود ہے اور جو کتابِ ہدایت نبی آخر الزماں ﷺ پہ نازل ہوئی وہ زندہ و پائندہ موجود ہے۔ اس کی حفاظت خود ﷻ نے اپنے ذمہ کرم پہ رکھی ہے۔ پہلی کسی بھی آسمانی کتاب کو ایسی حفاظت نصیب نہیں ہوئی۔ اعمالِ صالحہ میں غفلت اور دنیوی امور میں زیادہ رغبت سے امت ضرور دوچار ہوئی لیکن بنیادی اسلامی عقائد آج بھی وہی ہیں جو صحابہ کرام ﷡ کے تھے۔ آج کے مسلمان بھی وہی شہادتیں پڑھتے ہیں جو سب سے پہلا مسلمان پڑھتا تھا اور وہ صاحبِ قرآن ﷺ جنہیں قیامت تک آنے والی مخلوق کا نبی بنایا گیا اور ختمِ نبوت کا تاج جن کے سرِ انور پہ سجایا گیا، انہیں اپنے منصبِ جلیلہ کے مطابق اللہ ﷻ نے صفات و کمالاتِ عالیہ اور اختیاراتِ عظیمہ سے بھی نوازا ہے۔ قرآنِ مجید جابجا آیات میں ان عظمتوں کا اعلان کرتا ہے

آپ ﷺ رسولِ کائنات اور رحمۃ للعالمین ہیں:

﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (۱)

''بیشک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے، گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں

(۱) التوبہ، ۹: ۱۲۸

کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔''(جمال القرآن)

آپ ﷺ حیات ہیں۔ آپ ﷺ قیامت اور بعد از قیامت بھی گنہگاروں کی بخشش، نیکوں کاروں کے لئے قرب و معرفت کے لئے وسیلۂ عظمیٰ ہیں۔ گنبدِ خضراء پر حاضری دینے اور آپ ﷺ کے اسمِ مبارک کے واسطہ سے دستِ سوال دراز کرنے والوں کا دامنِ طلب بھرتے ہیں۔

آپ ﷺ شفیع المذنبین، سراج منیر اور شانِ شاہدیت کے مالک ہیں۔ المختصر ظاہری حیاتِ مقدسہ کی طرح آپ ﷺ کا فیضانِ نبوت روحانی لحاظ سے بعد از وصال بھی جاری و ساری ہے۔ رحمتِ نبوت اور نورِ نبوت کی چار سو جلوہ گری ہے۔ وارثانِ فیضانِ نبوت علماءِ ربانیین علیہم الرحمۃ اور اولیاء کاملین علیہم الرحم سے اک جہاں آباد ہے جو غلامیِ رسول ﷺ کا حق ادا کرتے ہوئے بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ راست دکھانے اور بتانے کی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی، حال اور مستقبل کے مسلمانوں کا یہی کلمہ ہے۔ کبھی اور کسی زبان میں بھی اس کے الفاظ میں کمی بیشی نہیں کی گئی۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ.

''اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

گویا مسلمانوں کا کلمہ ہی واضح کر دیتا ہے کہ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ اپنے نورِ نبوت، رحمتِ نبوت، شانِ شاہدیت اور خداداد قوتِ روحانیت کے لحاظ سے موجود ہیں۔ دین مکمل ہو گیا اور آفتابِ محمدی ﷺ سے دنیا کا گوشہ گوشہ منور ہے۔ پھر دن کے اجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا قطعا دانشمندی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پھر اس جھوٹے دعویدار مدعیِ نبوت غلام احمد قادیانی کی کتب کا ہی مطالعہ کیا جائے تو وہ رذائلِ کثیرہ کا مرکب دکھائی دیتی ہیں۔ عقلِ سلیم رکھنے والے تو اس کا انسانوں میں شمار کرنے سے بھی شرماتے ہیں۔

اللہ ﷻ پہ افتراء باندھنے والا، انبیاء کرام علیہم السلام اور سیدنا الانبیاء ﷺ کا انتہائی گستاخ، جہاد کا منکر، دروغ گو، مخبوط الحواس، افیونی، نشئی، انگریزوں کا ایجنٹ، مداری اور ماہر بہرو پیا الغرض قباحتوں کے مجموعہ کا نام غلام احمد قادیانی ہے۔ اب قادیانی جماعت برطانیہ کو مرکز بنا کر اپنے اداروں کا لٹریچرز اور خصوصا ''مسلم ٹی وی'' کے نام پر چلنے والے چینل سے 24 گھنٹے کی نشریات میں قرآن و حدیث کی تلاوت، بظاہر اسلامی شعائر کی بجا آوری، داڑھی، عمامہ اور مستورات کے پردہ کے خصوصی اہتمام کے ساتھ اہلِ اسلام خصوصا یورپ میں پلنے والی نوجوان نسل کو دھوکا دینے کی سازش میں مصروف ہے۔ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم بھی مسلمانوں میں سے ہیں اور پکے مسلمان ہیں۔

لیکن قرآن پاک کو اللہ ﷻ کا کلام یقین کرنے والا اور صاحبِ قرآن تاجدارِ ختم نبوت سیدنا محمد ﷺ سے محبت کرنے اور آپ کی عظمت و شان تسلیم کرنے والا دل و جان سے اس بات پر یقینِ محکم رکھتا ہے کہ اگر کافر داڑھی اور عمامہ کے ساتھ قرآن و حدیث پڑھنے اور اس کی تبلیغ بھی شروع کر دے، صوم وصلوۃ کی بھی پابندی کرے تو وہ مسلمان نہیں ہو جاتا بلکہ وہ کافر ہی رہتا ہے۔ ایمان تو ضروریاتِ دین کا دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے۔ صرف اعمال کی ادائیگی کا نام نہیں۔ عقیدۂ ختم نبوت ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ جس طرح توحید کا منکر کافر ہے اس طرح عقیدۂ ختمِ نبوت کا منکر بھی کافر ہے۔

ہوشیار! ہوشیار! ہوشیار! مسلم نوجوان ہوشیار!

اپنی بصیرتِ مومنانہ سے اس شیطانی گروہ (احمدی جماعت) کی سازشوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں اور شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین سیدنا محمد ﷺ کے دامنِ رحمت سے اپنے آپ کو وابستہ رکھیں اور آخرت میں آپ ﷺ کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کی غلامی میں رہتے ہوئے نامِ نبی ﷺ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے ناموس کا علم بلند کریں۔ اللہ ﷻ دونوں جہاں میں بلندیاں عطا فرمائے گا۔ آمین ثم آمین

❁ گیارھواں باب:

انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ والسلام

اللہ ﷻ نے محض اپنے فضل و رحمت سے نسلِ انسانی کی ہدایت اور اپنی معرفت کے لئے سلسلۂ نبوت و رسالت جاری فرماتے ہوئے پہلے بشر کو پہلا نبی بنایا۔ یوں نبی آخر الزماں تاجدارِ ختمِ نبوت سیدنا محمد ﷺ تک اوقات، قوم و نسل، ملک و وطن کی قیود کی ساتھ اپنی منشا اور مخلوق کی ضرورت کے تحت انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا رہا۔ قرآنِ مجید ان کی کثرتِ بعثت کو یوں بیان فرماتا ہے:

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ.﴾ (۱)

''اور ہر قوم کے لئے ایک رسول ہے۔''(جمال القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ نسلِ آدم علیہ السلام جہاں کہیں آباد تھی وہیں کسی نبی یا رسول علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا۔ ان نفوسِ قدسیہ کی تعداد کو معین نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں! اتنا ضرور ہے کہ ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء علیہم السلام ہیں اور ۳۱۳ رسول علیہم السلام ہیں۔ ان میں سے صرف ۲۵ کے اسمائے گرامی قرآن پاک میں موجود ہیں۔ مزید چند نام حدیثِ پاک اور دیگر آسمانی کتب سے بھی ملتے ہیں۔ بہر حال ایک مسلمان کا تمام انبیا و رسل علیہم السلام پہ ایمان رکھنا ضروری ہے۔ جنہیں نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا گیا خواہ ان کے نام علم میں ہوں یا نہ ہوں۔ کسی ایک نبی علیہ السلام کا انکار بھی کفر ہے۔ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام مرد اور بشر تھے۔ ان کی پرورش اللہ ﷻ کی خصوصی نگاہِ

---

(۱) یونس ۱۰:۴۷

رحمت میں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی ہر قسم کے برائی اور عیب سے پاک ہے اور وہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی اور انسان کو معصوم عن الخطاءِ سمجھنا گمراہی ہے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد بھی نبی علیہ السلام سے قصداً صغیرہ اور کبیرہ گناہ صادر ہونا ناممکن ہے۔ البتہ بھول چوک، غیر ارادی طور پر بتقاضائے بشریت ظاہری لغزش ہو بھی تو اور بات ہے۔ مگر تبلیغی امور میں یہ بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ عصمتِ نبوت، انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو لغزش ہوئی ہے یہ ان کا اور اللہ عزوجل کا معاملہ ہے۔ یہ اس کے پیارے بندے، اور وہ ان کا مالک ہے۔ یہ صرف اسی کا حق ہے کہ جس طرح چاہے اور جس عبارت سے تعبیر فرمائے اور وہ نفوسِ قدسیہ جس انداز اور الفاظ سے اپنے رب کریم کے حضور تواضع و انکساری کا اظہار فرمائیں۔ ہم ان کے انداز و الفاظ کو سند بنا کر ان کے بارے میں عقائدِ باطلہ اور خیالاتِ فاسدہ ترتیب نہیں دے سکتے۔ ان معصوم ومحفوظ ہستیوں کے بارے میں ایسی گھٹیا سوچ سوچنا ہی مردود و ملعون ہونے کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے امتِ مسلمہ کے علماءِ حق اور مشائخِ عظام علیہم الرحمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی لغزشوں کا ذکر تلاوتِ قرآن اور حدیث نبی ﷺ کے علاوہ سخت حرام ہے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام مخلوق میں افضل و اعلیٰ ہوتے ہیں۔ عقلِ کامل کے مالک ہوتے ہیں۔ کسی حکیم، فلسفی اور سائنس دان کی فہم و فراست ان کی عقلِ کامل کی بلندی کی گردِ راہ کو بھی نہیں چھو سکتی۔ انہیں صفاتِ عالیہ اور کمالات و معجزات عطا کر کے عام مخلوق سے ممتاز کر دیا جاتا ہے۔ امتی کسی بھی لحاظ سے نبی علیہ السلام سے بڑھ نہیں سکتا، نہ برابر ہو سکتا ہے۔ نبی علیہ السلام جو کچھ اپنے مولا کریم کے پاس سے لائے، جو بھی فرمائے اور جو کچھ دکھائے (معجزات) عقل مانے یا نہ مانے دل وجان سے مان لینا ہی ایمان ہے۔ عطا کردہ صفات وکمالات میں سے کسی ایک کا انکار کرنے سے بھی بندہ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔

انتہائی محتاط رہنے کی ضرورت ہے

کسی نبی اور رسول ﷺ کو اللہ ﷻ کی ذات و صفات اور خصوصیتِ الوہیت میں شریک کرنا اور عبادت کے لائق سمجھتے ہوئے سجدہ کرنا شرک ہے۔ اسی طرح اللہ ﷻ کے عطا کردہ صفات و کمالات کا جان بوجھ کر انکار کرنا اور خود ساختہ عقیدہ کی تائید کرنا اور توحید کو آڑ بنا کر نبی ﷺ کی ذات میں نقص اور عیب تلاش کرنا بارگاہِ نبوت ﷺ میں عامیانہ الفاظ اور توہین آمیز عبارات استعمال کرنا بے دینی اور گمراہی ہے۔ دربارِ نبوت ﷺ میں ہمیشہ افراط و تفریط سے بچنا بہت ضروری ہے۔ نبی ﷺ لامکاں کی وادی میں جا کر، مقامِ قرب میں بھی بندہ ہی ہوتا ہے۔ معبود حقیقی فقط اللہ ﷻ کی ذات ہے۔ نبی ﷺ شریک نہیں ہوتا بلکہ معبودِ حقیقی کا حبیب ہوتا ہے۔ مقامِ نبوت ﷺ میں تنقیص، بے ادبی، گستاخی، معجزات و کمالات کا انکار اور توہین کرنا کفر ہے۔

یاد رہے سارے نبی اور رسول ﷺ بھی واجب التعظیم ہیں۔ عیسائی افراط کرتے ہیں۔ اور یہودی تفریط کرتے ہیں۔ دونوں گمراہ اور کافر ہیں۔ اللہ ﷻ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو غیوب پر اطلاع دی۔ نبی ﷺ میں علم غیب کی صفت بھی دیگر صفات کی طرح عطائی ہے۔ قرآن میں صرف ذاتی و حقیقی صفت کی نفی ہے جو کہ خاصۂ الوہیت ہے۔ عطائی کی نفی نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کو علمِ غیب عطا کرنے کے اعلانات موجود ہیں قرآنی آیات اس پر شاہد و عادل ہیں۔

تمام انبیاء علیہم السلام پر قانونِ موت کی تعمیل کے لئے ایک آن موت طاری ہونے کے بعد حقیقی حیات عطا کر دی جاتی ہے۔ وہ اپنے مزاراتِ مقدسہ میں زندہ ہیں۔ باذنِ الٰہی جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ (یہ بات کتبِ حدیث سے ثابت ہے) ان کی حیات شہداء کرام علیہم الرضوان کی حیات سے ہر لحاظ سے ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے۔ کیونکہ شہداء تو ان کے غلام ہوتے ہیں۔ قیامت کی دن تمام انبیاء و رسل علیہم السلام اپنی گنگار امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ لیکن سب سے پہلے ہمارے نبی ﷺ کو اذنِ شفاعت ہو گا۔ اور

آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آپ ﷺ کو منصبِ شفاعت عطا کر دیا گیا ہے۔

وَأُعطِيتُ الشَّفَاعَةَ.(۱)

''مجھے شفاعت عطا فرما دی گئی ہے۔''

حضور پاک ﷺ کی تعظیم وتوقیر ظاہری حیات کی طرح اب بھی فرائض میں سے ایک ہے۔ اس لئے جس خوش نصیب کو گنبدِ خضراء پر حاضری نصیب ہوتی ہو تو روضۂ اطہر سے چند ہاتھ فاصلہ پر نہایت ادب واحترام سے سر جھکائے ہوئے ہاتھ باندھے کھڑا ہو، گویا شفیع المذنبین ﷺ کی کچہری میں حاضر ہے۔ محبت سے درود و سلام عرض کرے۔ دائیں بائیں نہ دیکھے، نہ ہی وہاں آواز بلند کرے۔ اور حتی الامکان تربتِ پاک کی طرف پشت نہ کرے۔ آپ ﷺ کا ذکر خشوع وخضوع سے کرے اور سنے۔ اور جب بھی آپ ﷺ کا نام لبوں پر لائے یا سنے تو درود شریف پڑھے۔ آپ ﷺ کی شانِ اقدس میں ہمیشہ ادب واحترام میں ڈوبے ہوئے الفاظ و القاب استعمال کرے۔ صرف نام لینے کی بجائے حضور نبی اکرم، حضور سید دو عالم، سرکارِ دو عالم ﷺ سرورِ کائنات اور تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کہنے کا مؤدب و بابرکت طریقہ اپنائے، ہرگز ہرگز ایسے ذومعنی الفاظ جن سے بے ادبی کی بو آئے استعمال نہ کرے اور جو لوگ قصدا اپنی تحریر اور تقریر میں اپنے بناوٹی عقیدہ کی پاسداری کرتے ہوئے کمالاتِ نبوت کا انکار کرتے ہیں اور ذاتِ رسول ﷺ کے لئے ذومعنی الفاظ اور توہین آمیز عبارات نَعُوذُ باللہ استعمال کرنا عقیدۂ توحید کی بڑی خدمت خیال کرتے ہیں ایسے لوگوں کی تحریر وتقریر سے اجتناب ہی بہتر ہے جو بارگاہِ رسالت ﷺ کا بے ادب بنا دے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التیمم، ۱:۱۲۸، رقم: ۳۲۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، ۱: ۳۷۰، رقم: ۵۲۱

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۰۱، رقم: ۲۷۴۲

ہمارے نبی ﷺ نبی الانبیاء تاجدارِ ختمِ نبوت اللہ ﷻ کی برہان (دلیل) اور نائبِ مطلق ہیں۔ دینِ اسلام کی جان ہیں۔ آپ ﷺ دعوٰی توحید کی پختہ دلیل ہیں۔ اس لئے اللہ ﷻ نے اپنی بارگاہ سے خصوصی انعامات، بے مثال صفات و کمالات اور عقلِ انسانی سے ماوراء اختیاراتِ عظیمہ عطا کر کے آپ ﷺ کو عظمتوں اور رفعتوں کا تاجدار بنایا۔ آپ ﷺ کو اپنی قدرت کا شاہکار قرار دیتے ہوئے اپنی ذات و صفات کا مظہرِ اتم بنایا۔ کیونکہ آپ ﷺ معبودِ حقیقی کے نائب اور برہان ہیں۔ آپ ﷺ کی ذاتِ و صفات سے مالکِ حقیقی کی شانِ قدرت کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ دلیل جتنی مضبوط ہو دعویٰ اتنا ہی مضبوط ہوتا ہے۔ اس لئے باطل قوتیں سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذاتِ والا صفات کے بارے جھوٹا پروپیگنڈہ کرتی ہیں۔ گستاخانہ کتب آئے روز لکھوائی جاتی ہیں اور گستاخانِ رسول ﷺ کو انعامات، آسائشیں اور گرانٹس دی جاتی ہیں۔

نادان ۔۔۔۔۔ اپنے گمان میں اس برہان (دلیل) کو کمزور کرنے کی لا حاصل کوشش کرتے ہیں۔ یہ نادان، کم فہم، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے اس ذاتِ ستودہ صفات میں کیا نقص، عیب اور کمی تلاش کریں گے جس کو اللہ ﷻ نے اپنی شانِ قدرت کا شاہکار بنایا اور ہر عیب، نقص اور کمی سے مبرا اور محفوظ پیدا فرمایا۔ جس نے دعوٰی توحید کی دلیل کے طور پر اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے اعلان فرمایا:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ.﴾ (۱)

''میں تو گزار چکا ہوں تمہارے درمیان ایک عمر (کا ایک حصہ) اس سے پہلے۔ کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتےo'' (جمال القرآن)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی ذات میں نقص، عیب اور کمی تلاش کرنا اور آپ ﷺ کے خداداد کمالات و اختیارات کا انکار کرنا یا توہین کرنا عقیدۂ توحید اور دینِ اسلام کو کمزور کرنے کی ایک سازش ہے۔ اس لئے ہم مسلمان آپ ﷺ کی ذاتِ والا صفات کو اپنی

---

(۱) یونس ۱۰:۱۶

محبت وعقیدت کا مرکز بنائیں۔ جو لوگ آپ ﷺ کی عظمت کے نغمے بلند کرتے ہوئے، احکامِ خداوندی اور اطاعتِ رسول ﷺ سے اپنی زندگی منور رکھے ہوئے ہیں انہیں اپنا دوست سمجھیں۔ کیونکہ وہی اسلام کے صحیح خیر خواہ ہیں۔

جو کسی بھی حوالہ سے آپ ﷺ کی ذات ومقام سے بغض و عداوت رکھے اور آپ ﷺ کے کمالات کا انکار کرے وہ بظاہر کتنا ہی تقویٰ دکھائے، ارکان کی ادائیگی پابندی سے کرے (جیسے قادیانی) وہ مذہب اسلام کا خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ سے محبت درحقیقت اسلام سے محبت ہے۔ آپ ﷺ سے بغض و عداوت اسلام سے بغض و عداوت ہے۔ آپ ﷺ کی محبت کا نام ایمان ہے اور آپ ﷺ کی اداؤں کا نام اسلام ہے۔

❁ بارھواں باب:

آسمانی کتابیں

اللہ ﷻ نے مخلوق کی رشد و ہدایت کے لئے صحائف اور آسمانی کتابیں بھی نازل فرمائیں۔ ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآنِ مجید جو آخری کتاب اور سب سے افضل کتاب ہے سب سے افضل نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔ انجیل سریانی زبان، تورات وزبور عبرانی زبان اور قرآن حکیم عربی زبان میں نازل ہوا۔ کلامِ الٰہی ہونے میں سب برابر ہیں۔ قرآن پاک کو جو فضیلت دی گئی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں ہمارے لئے ثواب زیادہ ہے۔

تمام آسمانی کتب اور صحف حق ہیں۔ ان میں جو ارشاد ہوا، اجمالی لحاظ سے ان پر ایمان لانا ایک مومن کے لئے ضروری ہے۔ البتہ پہلی آسمانی کتب کی حفاظت امت کے سپرد کی گئی تھی ان سے حفاظت نہ ہوسکی۔ بلکہ ان کے شر پسند اپنی خواہش کے مطابق ان میں تحریف کرتے رہے۔ جس کی وجہ سے اس وقت روئے زمین پر تورات، زبور اور انجیل کا اصل نسخہ کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ اس کے باوجود ان کتابوں سے کوئی بات ہمارے سامنے پیش ہو تو اگر وہ قرآنِ کریم کے مطابق ہو تو ہم اس کی تصدیق کرتے ہوئے مان لیں گے۔ اگر قرآن پاک کے خلاف ہو تو ہم سمجھیں گے کہ یہ تحریف شدہ بات ہے۔

یہ دین ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ صاحبِ قرآن ﷺ تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ ہیں۔ اس لئے قرآن کی حفاظت اللہ ﷻ نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی ہے۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝﴾ (۱)

''بے شک ہم ہی نے اتارا ہے اس ذکر (قرآن مجید) کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۝ ''(جمال القرآن)

اس لئے کوئی شخص اپنی خواہش سے اس میں کسی حرف یا لفظ کی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ اگرچہ پوری دنیا اس میں تبدیلی لانے کے لئے جمع ہو جائے۔ بلکہ قرآن تو منکرین کو اپنی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل پیش کرنے کا چیلنج کرتا ہے۔ اس چیلنج کو نہ کسی نے قبول کیا ہے اور نہ کوئی قیامت تک قبول کر سکے گا۔ قرآنِ پاک جہاں کلامِ الٰہی ہے وہاں نبی آخر الزماں ﷺ کا ایک عظیم معجزہ بھی ہے۔

پہلی آسمانی کتابیں صرف انبیاء علیہم السلام کو زبانی یاد ہوتی تھیں کیونکہ کلام الٰہی کا جلال غیر نبی کیلئے برداشت کرنا ممکن تھا۔ لیکن نبی رحمت ﷺ نے قرآن جیسے کلامِ الٰہی کے جلال کو اپنے سینۂ اطہر پہ برداشت کر کے جمال میں تبدیل کر کے امت کے حوالے فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ امت کا بچہ بچہ اس کو بڑی آسانی سے حفظ کر لیتا ہے۔ امت میں ہر وقت لاکھوں حفاظ کرام موجود رہتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں کسی حرف یا نقطہ کی بھی کمی بیشی محال ہے۔ کیونکہ یہ حفاظتِ الٰہی میں ہے۔ اس کے باوجود یہ کہے کہ اس سے کچھ پارے، سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف کسی نے کم کر دیا، یا بڑھا دیا، یا بدل دیا، یا خود اس کی تحریف کو جائز مانا وہ قطعی طور پر کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ قرآنِ مجید سب سے زیادہ سات مشہور و متواتر قراتوں میں پڑھا جاتا ہے۔ سب حق ہیں۔ یہ امت کی آسانی کے لئے ہیں جس کے لئے جو قرات آسان ہو وہ پڑھے۔ ان میں **معاذ اللہ** معانی کا اختلاف نہیں ہے۔

قرآنِ پاک نے پہلی کتابوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیئے ہیں۔ اور یونہی قرآن کی بعض آیات نے بعض آیتوں کو بھی منسوخ کیا ہے۔ نسخ کا مطلب یہ ہے کہ

(۱) الحجر، ۱۵: ۹

بعض احکام کسی خاص وقت کے لئے ہیں۔ جب یہ میعاد پوری ہو جاتی ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا حکم اٹھا دیا گیا اور حقیقتا دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کا ختم ہونا بتایا گیا ہے۔ پہلے حکم کو منسوخ اور دوسرے حکم کو ناسخ کہتے ہیں۔حکم منسوخ ہوتا ہے۔ باطل نہیں ہوتا۔ باطل سے تعبیر کرنا جہالت ہے۔

قرآنِ پاک کی بعض آیات محکم ہیں کہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں اور بعض متشابہ ہیں کہ ان کا پورا مطلب اللہ ﷻ اور اس کے حبیب ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔بعض کم فہم اور دل میں کجی رکھنے والے متشابہ کی تلاش، اس کے معنی کی سوچ بچار کرتے اور شکوک وشبہات پھیلانے کی سازش میں مصروف رہتے ہیں۔

قرآنِ مجید متعدد آیات میں صاحبِ قرآن ﷺ کے مقاماتِ عالیہ کو بیان کرتا ہے۔ اس لئے محبت سے ان آیاتِ پاک کے مفہوم و معانی پر غور کرتے رہنا چاہیے تا کہ آپ ﷺ کی محبت وعقیدت کی شمع سینے میں روشن رہے۔قرآنِ عظیم میں بیان کردہ شانِ رسالت ﷺ کو چھپانا منافقت کی علامت ہے۔

قرآنِ عظیم ۲۳ برس کی مدت میں حسبِ ضرورت تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے متفرق سورتوں اور متفرق آیات کا نزول ہوتا رہا۔لیکن حضرتِ جبرائیل امین علیہ السلام ساتھ ساتھ ان آیات کا مقام بھی بتا دیتے اور حضور نبی کریم ﷺ بھی ساتھ ساتھ ارشاد فرما دیتے کہ اس آیہ مبارکہ کو فلاں سورت میں فلاں جگہ فلاں آیت سے پہلے یا بعد میں رکھا جائے۔خود آپ ﷺ اسی ترتیب سے نمازوں اور تلاوت میں پڑھتے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی ترتیب سے یاد کر لیتے۔ الغرض قرآنِ مجید کی موجودہ ترتیب اللہ ﷻ کے حکم اور لوحِ محفوظ کی ترتیب کے موافق خود صاحبِ قرآن ﷺ کی ظاہری حیات میں واقع ہوگئی تھی۔

قرآنِ مجید کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تلاوت کرنی چاہیے۔ اس کا

صحیح مفہوم سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور عقیدہ رکھنا چاہیے۔ اسی میں دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔ باوضو ہو کر قبلہ رو ہو کر عجز و انکسار اختیار کرتے ہوئے اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔ قرآن شریف کو رحل یا تکیہ وغیرہ پر رکھیں تو زیادہ موزوں ہے۔ آغاز **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ** اور **بسم اللہ** سے کرتے ہوئے درود شریف بھی پڑھ لیا جائے تو برکت اور کیفیت میں اضافہ ہو گا صحیح العقیدہ، سلف صالحین علیہم الرحمۃ کے نقشِ قدم پہ چلنے والے علماء ربانیین علیہم الرحمہ کے تراجم اور تفاسیرِ قرآن کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ تاکہ شکوک وشبہات سے محفوظ رہتے ہوئے یقین وایقان کی راہ پر کامیابی سے گامزن رہیں۔ اللہ کریم ہمیں ان خوش نصیبوں میں جگہ عطا فرمائے جن کے مقدر میں قرآن سے ہدایت ہے اور گمراہ لوگوں کے عقائد ونظریات سے محفوظ فرمائے جو قرآنی ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔

آمین ثم آمین.

۞ تیرہواں باب:

آباء واجداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہمارے نبی سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ تمام مخلوق میں افضل ترین اور محبوب ترین ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بھی فضیلت عطا کر کے مقامِ حبیب عطا فرمایا اور پھر جس جگہ، چیز، افراد، شہر، زمانہ، کتاب، دین، امت، نسل وقبیلہ اور خاندان کی آپ ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات سے کسی بھی حوالہ سے نسبت وتعلق ہوا اللہ ﷻ نے اسے بھی دیگر سے برتری اور شان عطا فرمائی۔ قرآن وحدیث سے یہ حقیقت اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْس ہے جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ہے:

﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِo وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِo﴾ (۱)

''مجھے اس شہر کی قسمo کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہوo'' (جمال القرآن)

نبی پاک ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے مخصوص جگہوں کی بجائے پورے شہر کی قسم اٹھائی گئی جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ ﷻ اپنے نبی کریم ﷺ کی بہت دور کی نسبت کا بھی خیال فرماتا ہے اس شہر مقدس کو سید البلاد، بلد الامین اور ام القریٰ کے القاب دیئے گئے۔ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں نبی کریم ﷺ کی نسبت وتعلق کی قدر ومنزلت قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھنے والے ائمہ مجتہدین، جلیل القدر علماء ربانیین ومفسرین، حفاظ، محدثین علیہم الرحمہ اپنی کتب میں فرماتے ہیں کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے حضور اکرم ﷺ کے آباء واجداد رضی اللہ عنہم حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور

(۱) البلد، ۹۰: ۲۔ ۱

حضرت سیدہ آمنہ ﷺ تک اپنے ہم عصروں سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ احادیث و آثار سے یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر ہر دور میں چند افراد ضرور دین فطرت پہ موجود رہے ہیں۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ موحّدین ہر دور میں روئے زمین پر حاضر موجود رہے۔ (۱)

درحقیقت وہ اپنے ہم عصروں سے افضل اور دینِ فطرت پہ چلنے والے نفوسِ قدسیہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد ﷺ ہی تھے۔

قرآنِ عظیم کی یہ آیت بھی تصدیق کرتی دکھائی دیتی ہے:

﴿وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَO﴾ (۲)

''اور (دیکھتا رہتا ہے جب) آپ چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں (کے گھروں) کاO'' (جمال القرآن)

ابونعیم نے حضرت ابن عباس ﷺ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے۔

تَنَقُّلُ فِي الْاَصْلَابِ.

یعنی آپ ﷺ کا نور یکے بعد دیگرے آپ کے اجداد ﷺ کی پشتوں سے منتقل ہوتا آ رہا تھا تو اس وقت بھی آپ ﷺ کا رب تعالیٰ دیکھ رہا تھا۔ آپ ﷺ کے آباء و اجداد ﷺ کو قرآن پاک نے الساجدین (سجدہ کرنے والے) کہا ہے۔ تفسیر روح البیان، تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی اور تفسیر مظہری وغیرہ میں بھی ایسا ہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

بعض حضرات نے درج ذیل حدیث شریف کو وضاحت کے لئے پیش کیا ہے۔

لَم أَزَلْ اَنْقُلُ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ إِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن،
۲۔ طبرانی،
(۲) الشعراء ۲۶:۲۱۹

وَالْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ. (۱)

''حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں ابتداء سے آخر تک پاک پشتوں سے پاک خواتین کے رحموں میں منتقل ہوتا آیا ہوں اور مشرک نجس ہیں۔''

امام فخر الدین رازی اسی آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ الْمُرادُ أَنَّ اللهَ تَعَالىٰ نَقَلَ رُوْحَهُ مِنْ سَاجِدٍ إِلَى سَاجِدٍ. (۲)

''اور اس بات کا احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ بیشک اللہ ﷻ آپ ﷺ کی روحِ مقدس کو ساجدین میں منتقل فرماتا رہا ہے۔''

اہلِ محبت وعقیدت کے لئے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی روح مقدس ہمیشہ پاکیزہ باپوں سے پاکیزہ ماؤں کی طرف پاکیزہ طریقوں سے منتقل ہوتی رہی ہے۔

آپ ﷺ کے تمام آباء اجداد علیہم السلام دینِ خدا جل جلالہ پر قائم رہنے والے نیک وصالح لوگ تھے کوئی بھی فرد مشرک اور فاسق وزانی نہیں تھا۔

جدِاامجدِ مصطفیٰ ﷺ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ تارخ تھے۔ موحّد اور نہایت عابد وزاہد تھے اور اکثر ویرانوں میں مشغول عبادت رہتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے پہلے ہی آپ کا وصال ہوگیا۔ اس لئے آپ کے چچا آزر نے اپنی نگہداشت میں لے لیا جو کہ بت پرست، بت تراش اور بت فروش تھا جیسا کہ قاموس میں بھی ہے کہ آزر

---

(۱) ۱۔ رازی، تفسیر کبیر، ۱۳: ۳۳
۲۔ الوسی، روح المعانی، ۷: ۱۹۵
۳۔ البحر المحیط، ۷: ۴۵

(۲) ۱۔ رازی، تفسیر کبیر، ۲۴: ۱۴۹
۲۔ ابوحیان اندلسی، البحر المحیط، ۷: ۴۵

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔

﴿وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ اٰزَرَ.﴾

''اور یاد کرو جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے۔'' (جمال القرآن)

لفظ اَبٌ سے بعض حضرات سخت غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ انہوں نے اَبٌ سے حقیقی باپ مراد لے لیا۔ حالانکہ عربوں کے ہاں لفظ اب حقیقی والد کے لئے ہی مخصوص نہیں، بلکہ اس کا اطلاق چچا اور دادا پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت مقدسہ میں لفظ اب دادا اور چچا کے لئے استعمال ہوا ہے:

﴿اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ‌ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ۝﴾ (۱)

''کیا تم (اس وقت) حاضر تھے جب یعقوب (علیہ السلام) کو موت آئی، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا تم میرے (انتقال کے) بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق (علیہم السلام) کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبودِ یکتا ہے، اور ہم (سب) اسی کے فرماں بردار رہیں گے۝'' (کنز الایمان)

اور حدیثِ پاک میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَبٌ فرمایا:

رُدُّوۡا عَلَيَّ أَبِيۡ. (۲)

---

(۱) البقرہ، ۲: ۱۳۳

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۰۲، رقم: ۳۶۹۰۲

۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱۰: ۲۳۶، رقم: ۳۰۱۹۵

۳۔ ابن عساکر، تاریخ مدینہ و دمشق، ۲۶: ۲۹۸

حالانکہ وہ آپ کے چچا تھے۔ معلوم ہوا قرآن میں یہاں لفظ اَبٌ سے مراد چچا ہے نہ کہ حقیقی باپ جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی مؤحد اور مسلمان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بخشش کے لئے کعبہ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد آپ نے دعا فرمائی جو قرآن عظیم کی آیت بھی ہے۔ اور ہماری نماز کا حصہ بھی ہے۔

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُO﴾ (۱)

''اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی، جس دن حساب قائم ہوگاO'' (جمال القرآن)

اب شریعت کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ کافر کی بخشش نہیں ہوگی اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کرنا بھی حرام ہے۔

اگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد معاذ اللہ کافر ہوتے تو آپ کبھی بھی ان کی مغفرت کی دعا نہ مانگتے۔

کثیر التعداد حفاظ، محدثینِ کرام، جید مفسرین، فقہاءِ اسلام علیہم الرحمہ اور اکابرین امت نے کثیر تعداد میں کتب تحریر کی ہیں، جن میں سرورِ عالم ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے نجات یافتہ جنتی اور ایمان دار ہونے کے دلائل اور فضائل و مناقب بیان کئے ہیں۔

اہلِ حق علماءِ ربانیین علیہم الرحمۃ نے تین نظریات پیش کئے ہیں:

بعض فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما اہل فترت میں سے تھے اس وقت کسی نبی کی دعوت و تبلیغ موجود نہ تھی اس لئے ان کی بخشش کے لئے فقط مشرک نہ ہونا ہی کافی ہے۔ وہ قرآن مجید کے اس ارشاد گرامی کے مصداق ہیں:

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًاO﴾ (۲)

(۱) ابراہیم، ۱۴: ۱۴

(۲) بنی اسرائیل، ۱۷: ۱۵

''اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو ٥ ''(جمال القرآن)

بعض اہلِ حق فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین ؓ کا دامن کفر و شرک سے ہمیشہ پاک رہا۔ وہ ساری عمر دینِ ابراہیم ؑ پہ قائم رہے۔ وہ عقیدۂ توحید اور یومِ قیامت پر پختہ یقین رکھتے تھے اور اوصافِ حمیدہ کے پیکر تھے۔

کثیر حفاظِ حدیث ائمہ محدثین یہ نظریہ بھی رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی دعا کو قبول کیا گیا۔ اللہ ﷻ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کیا۔ نبی کریم ﷺ کے معجزہ کا صدور ہوا والدین کریمین زندہ کئے گئے۔ انہیں اپنے نورِ نظر رحمۃ للعالمین ﷺ کے امتی وصحابی ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہوا اور وہ اس حدیث سے استدال کرتے ہیں:

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ:أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سَأَلَ رَبَّهُ أَنْ يُحْيِيَ أَبَوَيْهِ فَأَحْيَا هَمَا لَهُ فَامَنَا بِهِ، ثُمَّ اَمَاتَهُمَا. (۱)

''حضرت عروہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ربِ کریم سے دعا کی کہ وہ میرے والدین کو زندہ کر دے۔ رب ذوالجلال نے اپنے حبیب کی دعا کو قبول فرمایا۔ آپ ﷺ کے لئے دونوں کو زندہ کیا اور دونوں اپنے نورِ نظر رحمۃ اللعالمین پر ایمان لائے اور پھر اپنی آرام گاہ میں آرام فرما ہوگئے۔''

جلیل القدر ائمہ حدیث نے اس حدیث کو ان تمام پہلی احادیث کے لئے ناسخ قرار دیا ہے جو احادیث منکرین بیان کرتے ہیں وہ سب اس سے منسوخ ہوگئی ہیں۔ مستند ومعتمد آئمہ حدیث وحفاظ الحدیث، امام عبد الباقی، زرقانی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ ابن حجر

(۱) ۱۔ سيوطی، اللّآئي المصنوعة، ۱: ۲۴۶
۲۔ عجلونی، كشف الخفاء، ۱: ۶۳
۳۔ سهيلی، الروض الانف، ۱: ۲۹۹
۴۔ ابن كثير، البدايه والنهايه، ۲: ۲۸۱
۵۔ زرقانی، شرح المواهب اللدنيه، ۱: ۳۱۶

عسقلانی، حافظ ابوبکر ابن عربی، خطیب بغدادی، حافظ الحدیث ابو القاسم امام قرطبی، حافظ الحدیث محبّ الدین طبری علیہم الرحمہ جیسے ائمہ نے مذکورہ بالا حدیث کو بیان کیا ہے۔ (۱)

امام جلال الدین سیوطی کثیر کتب کے مصنف ہیں۔ حافظ الحدیث ہیں۔ بڑے عاشق رسول تھے۔ انہیں حالت بیداری میں ۷۵ مرتبہ حضوری نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے سرورِ دو جہاں ﷺ کے والدین کریمین ؓ کے مومن اور جنتی ہونے کے ثبوت میں چھ رسائل لکھے ہیں اور منکرین کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ اس کے باوجود بعض منکرین اب بھی سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **الفقہ الاکبر** کی تحریف شدہ عبارت پیش کرتے ہیں کہ آپ نے لکھا کہ ہے

و والدا رسول الله ﷺ ماتا على الكفرة.

''اور رسول اللہ ﷺ کے والدین حالت کفر پر فوت ہوئے۔''

وہ اس تحریف شدہ عبارت کو پیش کر کے اپنے بے ادب نظریہ کی تائید میں انہیں ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ یہ سعی لا حاصل ہے۔ امام صاحب کے متعلق ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا آج بھی قدیمی نسخہ جات میں اصل عبارت موجود ہے۔

و والدا رسول الله ﷺ ماتا على الفطرة.

''یعنی سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کا دین اسلام (دین فطرت) پر وصال ہوا۔''

صاحبِ ''ذخائر محمدیہ'' حضرت محترم ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکی رحمہ اللہ بھی لکھتے ہیں کہ اس قسم کا قدیمی نسخہ اب بھی شیخ الاسلام لائبریری مدینہ منورہ میں موجود ہے جس کا رجسٹرڈ نمبر ۳۳۰ ہے۔ (۲)

اس کے ساتھ ساتھ ہر دور کے علماءِ احناف اس تحریف شدہ عبارت کی تردید

(۱) نبهانی، حجة الله على العالمين، ۹۸-۳۰۵

(۲) علوی مالکی، ذخائر محمدیه

کرتے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللّٰہ.

بحمد اللہ آج تک جمہور علماء ربانیین، سلف صالحین علیہم الرحمہ اور کثیر مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما موحد و مومن تھے۔ نجات یافتہ اور جنتی ہیں اور جنت کی ابدی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ وہابی نجدی اپنی عادت اور مشن کے مطابق انتہا پسندی اور بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما کو کافر و مشرک کہتے اور لکھتے ہیں۔ انہیں کافر و مشرک ثابت کرنے کی کوشش کو وہ اسلام کی بہت بڑی خدمت خیال کرتے ہیں۔ **العیاذ باللّٰہ**. غالباً گزشتہ سے پیوستہ سال یہ ایمان سوز واقعہ بھی رونما ہوا کہ علماءِ نجد کی فتویٰ کمیٹی کے کہنے پر سعودی حکومت نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مزارِ مقدس منہدم کر کے اپنی خبثِ باطنی کا اظہار کیا۔ اس سانحۂ بے ادبی سے یقیناً ہر ایمان والے کا دل دکھا۔ اہلِ ایمان آبدیدہ ہوئے۔ انہوں نے اپنے جذبات کا مختلف صورتوں میں اظہار کیا۔

اپنے نبی ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما کے بارے خرافات بکنے والوں سے اتنی گزارش کی جاتی ہے کہ جس نے ہمیں توحید کا سبق پڑھایا اس محسنِ کائنات ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے کافر و مشرک ہونے کے فتوے صادر کر کے کون سی اسلام کی خدمت و اشاعت ہو رہی ہے۔

خدارا اتنا تو بتاؤ!

قبر شریف منہدم کر کے انہیں کافرہ عورت کہہ کر کتنے غیر مسلموں کو مسلمان کیا؟ بحمد اللہ اب بھی حقائق کی دنیا میں جمہور مسلمانوں کی آواز ہے کہ والدین کریمین رضی اللہ عنہما موحد مسلمان تھے۔ وہابی نجدی جو کہتے ہیں **العیاذ باللّٰہ** وہ مشرک تھے۔ ذرا غور فرمائیے! اگر آپ نومسلم ہوں، علم دین حاصل کر کے ایک نامور عالم دین بن گئے ہوں۔ ظاہر ہے کہ آپ کا باپ بے ایمان کافر تھا اور وہ کافر ہی مر گیا۔ اب آپ سے کوئی کہہ دے کہ آپ کا باپ بے ایمان کافر تھا اور وہ کافر ہی مر گیا۔ سچ بتایئے اس میں آپ کی عزت ہوئی یا بے عزتی۔ خدارا سچ بتاؤ۔ بات تو سچی ہے۔ جھوٹی نہیں لیکن پھر بھی آپ کا دل

دکھا۔ قلبی تکلیف ہوئی۔

بتاؤ سید المرسلین ﷺ کے والدین کریمین ؓ جو یقیناً موحد مسلمان تھے اور جنتی ہیں ان کے متعلق جو مرضی آئے تم کہتے ہو۔ سوچو! ان خرافات سے جو تم آئے روز لکھتے اور کہتے ہو کیا ان سے تاجدارِ کائنات ﷺ کا پاک دل رنجیدہ نہیں ہوتا ہو گا؟ کیا ربِ محمد ﷺ تمہاری اس جسارت سے خوش ہو گا؟ یقیناً تم نبی کائنات ﷺ کی والدہ ماجدہ کو معاذ اللہ کافرہ اور جہنمی عورت کہہ کر اللہ ﷻ کے حبیب ﷺ کو دکھ اور ایذاء دے رہے ہو۔

کلمہ پڑھنے والو! بہتر آپ کے لئے بھی یہی ہے کہ اس قبیح حرکت اور شیطانی جسارت سے باز آجاؤ۔ اگر اس نظریہ پہ بضد ہی ہو تو اپنے لئے اللہ ﷻ کا فتویٰ بھی تلاوت کر لیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًاO﴾ (۱)

''بیشک جو لوگ ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اللہ ﷻ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے رسوا کن عذابO''(جمال القرآن)

نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین ؓ کو جہنمی کہنے والے ملعون ہیں۔ (۲)

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۵۷

(۲) سیوطی، مالك الحنفاء،

❁ چودھواں باب:

اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

محبوبِ دو جہاں امامِ مرسلاں ﷺ کی روحِ مقدس (نورِ پاک) جن جن پاک باپوں اور ماؤں کے پشت وبطن میں جلوہ افروز ہوتی رہی، ہم عصروں میں ان کا صاحبِ فضیلت موحد ومومن ہونے کا سبب بنی رہی۔ پھر جب جسمانی وجودِ مسعود کے ساتھ جس گھرانہ اور خاندان میں جنم لیا، نسب وقرابت کے وہ لوگ جن سے جسمانی وخونی لحاظ سے رشتے قائم ہوئے تو اللہ ﷻ نے انہیں بھی لازوال اور بے مثال عظمتیں اور کرامتیں عطا فرمائیں۔ قرآنِ حکیم میں ان مقدس افراد کو اہلِ بیت ؑ قرار دے کر متعدد آیات میں ان کے فضائل و خصائل کو بیان کیا۔

ازواجِ مطہرات، اولادِ پاک، حضرت علی، سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین ؓ سب اہلِ بیت میں داخل شامل ہیں۔ وہ خوش نصیب خواتین جنہیں نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات بننے کی سعادت نصیب ہوئی انہیں تمام مومنوں کی مائیں قرار دیتے ہوئے دیگر خواتین میں افضل و بے مثال ہونے کا قرآن پاک یوں اعلان فرماتا ہے:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ.﴾ (۱)

''اے نبی ﷺ کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند۔'' (جمال القرآن)

مزید امتیازی خصوصیت کو یوں بیان کیا:

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۳۲

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا.﴾(۱)

''اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی ﷺ کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔''(جمال القرآن)

آیہ کریمہ کے شانِ نزول اور سیاق و سباق کے لحاظ سے بالکل عیاں ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن کو اہل بیت علیہم السلام فرما کر مخاطب کیا گیا۔ لیکن احادیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اہلِ بیت علیہم السلام کے دائرہ کو وسیع فرماتے ہوئے اپنی کالی کملی مولا علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین علیہم السلام کو اوڑھا کر دعا فرمائی:

اللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ أَهْلِ بَيْتِيْ. (۲)

''اے اللہ! یہ ہیں میرے گھر والے۔''

ان ہی نفوسِ قدسیہ علیہم السلام کو پنجتن پاک کہا جاتا ہے۔ اہلِ تشیع کہتے ہیں کہ اس آیہ سے صرف یہی پانچ نفوسِ پاک مراد ہیں۔ وہ ازواجِ رسول ﷺ کو اس میں شامل نہیں کرتے، حالانکہ علماء اور اہلِ تحقیق جانتے ہیں کہ وہ احادیث جن میں تصریح موجود ہے کہ یہ آیت فقط پانچ پاکیزہ ہستیوں کے بارے میں نازل ہوئی، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن اس میں داخل نہیں ہیں۔ ان سب احادیث کے راویوں پر جرح کی گئی۔ (یعنی وہ

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۳۳

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ، ۵: ۶۶۳، رقم: ۳۷۸۷

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۰۴، رقم: ۲۶۶۳۹

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۴۵۱، رقم: ۳۵۵۸

۴۔ ابویعلی، المسند، ۱۲: ۴۵۱، رقم: ۷۰۲۱

۵۔ المعجم الکبیر، ۳: ۵۳، رقم: ۲۶۶۵

مجروح اور ساقط الاعتبار ہیں) وہ احادیث ضعیف ہیں۔ اس کے برعکس وہ احادیث جن میں کوئی تخصیص نہیں کی گئی ان کے سب راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ یہ حضرات اور امہات المؤمنین سب اہلِ بیت ہیں۔ اور یہی حق ہے۔ کیونکہ صحیح احادیث بھی قرآنی مفہوم کی ناسخ نہیں ہوسکتیں چہ جائیکہ ضعیف احادیث سے قرآنی نص اور سیاق وسباق سے جو معنی سمجھا جاتا ہے۔ اس کی نفی کی جائے۔ دیکھیں قرآن میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا لفظ استعمال کیا گیا وہاں بھی اس سے ان کے بیوی اور بچے مراد لئے گئے ہیں۔

﴿وَ نَادٰی نُوۡحٌ رَّبَّہٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَہۡلِیۡ.﴾ (۱)

''اور پکارا نوح نے اپنے رب کو اور عرض کی میرے پروردگار! میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے۔'' (جمال القرآن)

﴿اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَہۡلِہِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا.﴾ (۲)

''جب (مدین سے واپسی پر تاریک رات میں) آپ نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں کو کہا تم (ذرا یہاں) ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔'' (جمال القرآن)

ہم اپنی روز مرہ زندگی میں بھی بیوی کو اہل خانہ اور گھر والی کہتے ہیں اور پھر تمام ائمہ کرام علیہم الرحمہ کی ازواج کو بھی اہل میں شمار کیا جاتا ہے۔

معلوم نہیں شیعہ حضرات کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن جو کہ مومنوں کی مائیں ہیں اہلِ بیت میں شمار کرنے سے کیا چیز رکاوٹ بن رہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جنہیں اپنے دامنِ رحمت و شفقت میں شامل رکھا ہوا ہے کسی کے انکار سے کیا فرق پڑ سکتا ہے۔ وہ توہین وانکار کر کے اپنی ہی آخرت تباہ کرے گا۔ بہر حال اہل السنّت و الجماعت کے نزدیک حضور ﷺ کی ازواجِ

(۱) ھود، ۱۱: ۴۵

(۲) طہ، ۲۰: ۱۰

مقدسہ، اولادِ پاک، علی شیرِ خدا اور حسنین کریمین ﷺ اہلِ بیت میں سے ہیں۔ جس طرح کہ متعدد احادیث میں مذکور ہے۔

سادات کرام

عام طور پر دستور تو یہی ہے کہ نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے نہ کہ ماں کی طرف سے۔ لیکن اللہ ﷻ نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو دیگر بے شمار خصوصیات کے علاوہ یہ بھی امتیازی خصوصیت عطا فرمائی کہ آپ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ ؓ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد آپ کی نسل شمار ہوئی۔ حکمت و مصلحت کے پیشِ نظر بیٹوں کو لمبی عمر عطا نہیں کی گئی۔ فطرتاً ایسی صورتِ حال کے پیش نظر نواسے بھی آسانی سے بیٹوں کی جگہ لے لیتے ہیں سیدہ فاطمہ ؓ اور مولا علی ؓ کے بیٹوں کو نبی دو عالم ﷺ نے اپنے بیٹے قرار دیا۔ جیسا کہ متعدد احادیث میں مذکور ہے:

هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا. (۱)

''وہ دنیا سے میرے وہ پھول ہیں۔ یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔''

هَذَانِ ابْنَايَ وَ ابْنَا ابْنَتِي. (۲)

---

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب رحمة الولد وتقبیله، ۵: ۲۲۳۴، رقم: ۵۶۴۸
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، ۵: ۶۵۷، رقم: ۳۷۷۰

(۲) ا۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، ۵: ۶۵۶، رقم: ۳۷۶۹
۲۔ ابن حبان، الصحیح، کتاب اخباره ﷺ عن مناقب الصحابة، ۱۵، ۴۲۳، رقم: ۶۹۶۷، رقم: ۵۶۴۸

دونوں شہزادے ظاہری، معنوی، قلبی، حسبی، نسبی اور روحانی لحاظ سے اپنے نانا نبی کریم ﷺ سے انتہائی قرب رکھتے تھے۔ خود سرکارِ دو جہاں ﷺ کے فرمان کہ ''یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں'' سے بھی خوب واضح ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ ﷻ نے شکل وصورت میں بھی دونوں بھائیوں کو حضور ﷺ کے ساتھ بہت حد تک مشابہت عطا فرمائی تھی۔ وہ دونوں برادران ذات وصفات کے مظہر تھے اور اسی طرح ان کے والدین مولا علی وسیدہ فاطمہ ؓ سے بھی آپ ﷺ بہت زیادہ محبت وشفقت فرماتے، ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان سے بغض وعداوت کو اپنی ذات سے بغض قرار دیا اور فرمایا:

مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِی يَعْنِي حَسَنًا وَّحُسَيْنًا. (۱)

''جس نے ان دونوں (یعنی حسن اور حسین) سے محبت کی بیشک اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا پس بیشک اس نے مجھ سے بغض رکھا۔''

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت وعقیدت کو تو ایمان کی کسوٹی قرار دیا ہے:

مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ أَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ أَبْغَضَنِيْ. (۲)

''جس نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت کی پس بے شک اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی ؓ سے نفرت کی بیشک اس نے مجھ سے نفرت۔''

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۸۸، رقم: ۷۸۶۳
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۸۲، رقم: ۴۷۷۷
۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۴۷۱، رقم: ۶۳۶۹

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ۳: ۱۴۱، رقم: ۴۶۴۸
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۳: ۳۸۰، رقم: ۹۰۱

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں:

بَلَى مَنْ آذَى عَلِيًّا فَقَدْ آذَانِيْ. (۱)

''جس نے علی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔''

نیز ارشاد فرماتے ہیں:

لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ، وَلَا يُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ. (۲)

''منافق علی ﷛ سے محبت نہیں کرتا اور مومن علی ﷛ سے بغض نہیں رکھتا۔''

اسی طرح جب سیدہ فاطمہ ﷞ تشریف لاتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر پیشانی چومتے اور فرماتے اس سے مجھے جنت کی خوشبو آتی ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ ﷞ سے فرمایا کہ:

أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ. (۳)

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۸۳، رقم: ۱۶۰۰۲

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۳۱، رقم: ۴۶۱۹

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب علی ابن ابی طالب ﷛، ۵: ۶۳۲، رقم: ۳۷۱۷

۲۔ ابو یعلی، المسند، ۱۲: ۳۶۲، رقم: ۶۹۳۱

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاستئذان، باب من ناجی بین یدي الناس ومن لم یخبر بسر صاحبه فإذا مات أخبر به، ۵: ۲۳۱۷، رقم: ۵۹۲۸

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل فاطمة ﷞، ۴: ۱۹۰۴، رقم: ۲۴۵۰

''کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو جنتی عورتوں کی یا سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہے۔''

اور حسنین کریمین ﷺ کے بارے فرمایا:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.(۱)

''بیشک حسن اور حسین ﷺ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔''

مذکورہ بالا احادیث میں جہاں اہلِ بیت اطہار ﷺ کی محبت کو مومنین کا شعار اور بغض و عداوت کو منافق کی علامت بتایا گیا وہاں تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو سیدہ اور بیٹی کے بیٹوں (حسنین کریمین) کو سید کا لقب عطا فرما کر اپنی اولادِ پاک کی سیادت کا بھی اعلان فرما دیا اور قیامت تک حسنین کریمین ﷺ سے ہونے والی اولاد و نسل کا نام و لقب بھی اپنی بارگاہ سے جاری فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ خانوادۂ نبوت کے افراد کے اسماءِ گرامی کے ساتھ سید لکھا، پڑھا اور بولا جاتا ہے۔

عظمت ہی عظمت

جو آیات و احادیث اہلِ بیت ﷺ کے حق میں وارد ہوئی ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ بیت کرام ﷺ سے رِجس (ناپاکی) کو دور کر دیا گیا ہے ان پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیا گیا۔ صدقہ ان پر حرام کر دیا گیا۔ کیونکہ وہ مال و بدن کی میل ہے۔ اہل بیت ﷺ کی محبت فرائضِ دین میں سے ہے۔ جو ان سے بغض و عداوت رکھے وہ منافق ہے۔ ان کی مثال حضرت نوح ﷺ کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے دور رہا ہلاک اور برباد ہوا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام ﷺ کے

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین ﷺ، ۵: ۶۵۶، رقم: ۳۷۶۸

۲۔ نسائی، السنن، کتاب المناقب، ۵: ۵۰، رقم: ۸۱۶۹

سوال پر درج ذیل آیہ کریمہ کا نزول ہوا:

﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى﴾ (۱)

''آپ فرمائیں میں نہیں مانگتا اس (دعوت حق) پر کوئی معاوضہ بجز قرابت کی محبت ہے۔''

اس آیہ کریمہ میں اللہ ﷻ نے اپنے محبوب نبی ﷺ سے اعلان کروایا کہ میرے نبی کے اقرِ باء سے محبت کرو۔ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ!

مَنْ قَرَابَتُکَ؟

''وہ قریبی کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب فرمائی گئی؟''

تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

''علی، فاطمہ اور انکے دونوں بیٹے حسن اور حسین رضی اللہ عنہم۔'' (۲)

اگر کتب دینیہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کسی نبی اور رسول علیہ السلام کے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق ایسے احکام نہیں دیئے گئے جیسا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی محبت وعقیدت اور ادب و احترام کا خیال رکھنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔ خاندانِ نبوت کی محبت امتی پر واجب کر دی گئی ان کی محبت ایمانی حلاوت و کاملیت کے لئے ضروری کر دی گئی اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کے لئے قرآنِ مجید اور اہلِ بیتِ رسول ﷺ سے وابستگی لازم کر دی گئی اور مزید ارشاد فرمایا گیا:

---

(۱) الشوریٰ، ۴۲: ۲۳

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳: ۴۷، رقم: ۲۶۴۱

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۱۶۸

أُذَكِّرُ كُمُ اللهُ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ وَقَالَ ثَلاثًا. (۱)

''تمہیں میں اپنے اہلِ بیت ﷺ کے بارے میں خدا یاد دلاتا ہوں۔''

اس کا تکرار تین مرتبہ فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ میرے اہلِ بیت ﷺ کا حق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرنا۔ ان سے محبت اور ادب و احترام کا معاملہ روا رکھنا، کسی لحاظ سے بھی ان کی بے ادبی اور گستاخی نہ کرنا۔ اہم ترین عبادت نماز بھی ان پر درود پڑھے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ درحقیقت انہیں سب اعزاز و اکرام نسبِ رسول ﷺ کی وجہ سے عطا کئے گئے اور اللہ ﷻ یہ بھی جانتا تھا کہ دینِ اسلام پر جب کوئی مشکل وقت آئے گا تو یہی خانوادۂ نبوت حسنین کریمین ﷺ کی قیادت میں اپنی جانوں کی قربانی پیش کر کے شریعت کی حدود کی حفاظت کرے گا۔ اسلام اور قرآن کی لاج رکھے گا۔ خود تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ بھی اپنی نگاہِ نبوت سے ملاحظہ فرما رہے تھے جو امت کے ہاتھوں ظالمانہ سلوک قرابت داروں سے ہونے والا تھا۔ اس لئے صحابہ کرام ﷺ کو ساری حیاتِ مقدسہ میں اہلِ بیت ﷺ کی محبت اور احترام کے درس دیئے گئے اور قیامت تک آنی والی امت کو بھی درس دینا تھا کہ ہمیشہ میرے اہلِ بیتِ اطہار ﷺ کی عظمتوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے محبت و عقیدت رکھنا۔ ان سے بغض وعداوت نہ کرنا۔

ڈر تھا جس کا آخر وہی ہوا

حضرت امیر معاویہ ﷺ کی وفات کے بعد یزید جیسے بد باطن اور آزاد خیال

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي ابن أبي طالب، ۴: ۱۸۷۳، رقم: ۲۴۰۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۶۶، رقم: ۱۹۲۸۵
۳۔ ابن خزيمه، الصحيح، ۴: ۶۲، رقم: ۲۳۵۷

شخص نے امیر المومنین ہونے کا دعویٰ کیا۔ لوگوں سے اپنی بیعت لینا شروع کی۔ حالانکہ اس کی شخصی بد کرداری کا حال یہ تھا کہ وہ انتہائی درجہ کا بد اخلاق، شرابی، بدکار، ظالم، گستاخ، سوتیلی ماؤں اور بہنوں سے نکاح کرنے کا جائز سمجھنے والا، عیاش اور بدقماش آدمی تھا۔ اس نے بڑی سختی سے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن آپ نے عہدہ اور دولت کے لالچ میں نہ آتے ہوئے انکار کیا۔ یزید جانتا تھا کہ آپ بیعت کر لیں تو میری ساری سیاہ کاریوں پر پردہ پڑ جائے گا جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے خلافتِ راشدہ کا دور موجود تھا۔ بڑی اچھی طرح جانتے تھے کہ ایک امیر المؤمنین کے لئے کونسی خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے آپ نے **لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللهِ** کے تحت یزید فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ مدینہ طیبہ سے کربلا معلیٰ تک اپنے اس عظیم مؤقف پر قائم رہے۔ پائے استقامت میں لغزش نہ آنے دی۔ یہاں تک کہ اپنے خاندان اور جان نثار ساتھیوں کے ساتھ خود بھی جام شہادت نوش کر لیا۔ لیکن شریعت کے نظام اور مقام میں فرق نہیں آنے دیا۔ ظالم یزید کے حکم پر حقوقِ نبوت کا بھی خیال نہ رکھا گیا۔ انتہائی بے دردی سے کربلا کے میدان میں تپتی ریت پر دس محرم الحرام بروز جمعہ ٦٠ ہجری میں انہیں ساتھیوں کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ شہداء کے لاشوں کی بھی بے حرمتی کی گئی۔ اسیرانِ کربلا سے توہین آمیز سلوک کیا گیا۔ یزید لعین نے مسافر خاندانِ نبوت کو شہید کرنے پر ابنِ زیاد کا شکریہ ادا کیا۔

بَعَثَ اِبْنُ زِيَادٍ بِرَأْسَيْهِمَا (مُسْلِمٍ وَهَانِيْ) إِلٰى يَزِيْدَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ يَزِيْدُ يَشْكُرُهُ. (١)

''پھر ابن زیاد نے سیدنا مسلم اور سیدنا ہانی دونوں شہیدانِ وفا رضی اللہ عنہما کے سروں کو

---

(١) ١۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ٣: ٣٩٨

٢۔ عبدالملك بن حسين بن عبدالملك، سمط النجوم العوالی، ٣: ١٧١

کوفہ سے دمشق یزید کے پاس بھیجا۔ اس نے ابن زیاد کو خط لکھا جس میں اس نے اس کا شکریہ ادا کیا۔''

جب قاتل امام حسین ﷛ کا سرِ اقدس لے کر یزیدی دربار میں پہنچا تو اتفاق سے اس وقت وہاں ایک صحابیِ رسول ﷺ حضرت ابو برزہ اسلمی ﷛ بھی موجود تھے۔ یزید پلید چھڑی آپ کے لبوں مبارک پر مارتا تھا اور تکبر وغرور سے یہ شعر گنگنا رہا تھا:

یَفْلُقْنَ هَامًا مِنْ رِّجَالٍ اَعِزَّةٍ
عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوْا عَقَّ وَأَظْلَمَا(۱)

''انہوں نے ایسے آدمیوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا جو ہمیں عزیز تھے، لیکن وہ بہت نافرمان اور ظالم تھے۔''

حضرت ابو برزہ اسلمی ﷛ بڑھاپے کے باوجود اس گستاخی کو برداشت نہ کر سکے اور فرمایا: اے یزید اس چھڑی کو پرے ہٹا لے، بخدا میں نے بکثرت حضور ﷺ کو ان کا منہ چومتے دیکھا ہے۔

یزید لعین نے اہلِ بیتِ کرام ﷛ کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ اپنی بدنما پیشانی پہ لگایا۔ جب اہلِ مدینہ اس کی بدکرداری اور شریعت سے باغی پن سے بخوبی آگاہ ہوئے تو صحابہ کرام ﷛ کی قیادت میں بیعت توڑنے کا اعلان کر دیا تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ:

وَاِذَا ظَهَرْتَ عَلَيْهِمْ فَأَبِحِ الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثًا.(۲)

(۱) ۱۔ طبری، تاريخ الامم والملوك، ۳: ۲۹۸
۲۔ ابن كثير، البدايه والنهايه، ۸: ۱۹۷
۳۔ ابن عساكر، تاريخ مدينه دمشق، ۳۴: ۳۱۵
(۲) ابن كثير، البدايه والنهايه، ۸: ۲۱۹

''جب مدینہ فتح کر لو تو پھر اپنے لشکر کے لئے تین دن کے لئے مباح کر دو۔ فوجیوں کا جو جی چاہے کریں۔''

پھر یزیدی لشکر نے ایسا ہی کیا۔ جلیل القدر صحابہ کرام ﷺ کو شہید کرنے کے بعد اہلِ مدینہ کی عزتوں کو بھی پامال کرتے رہے۔ تاریخ میں اس واقعہ کو واقعۂ حرہ کہا جاتا ہے۔ مسجد نبوی شریف میں گھوڑے باندھے گئے۔ تین دن مسجد نبوی شریف میں اذان نہ دی جا سکی۔ مدینہ منورہ کو کھنڈرات بنانے کے بعد یزیدی لشکر ایک جنرل حصین بن نمیر کی قیادت میں حرم مکہ پر حملہ آور ہوا۔ کعبہ شریف پر پتھر برسائے گئے۔ آگ لگائی گئی۔ یہاں تک کہ غلاف اور دیواریں جل کر گر گئیں۔

خاندانِ رسول ﷺ کے بے گناہ قتل، حرمینِ طیبین کی بے حرمتی، شرعی حدود کی پامالی اور دیگر سیاہ کاریوں کی وجہ سے قیامت تک یزید کا نام حقارت اور نفرت سے لیا جائے گا اور دنیائے اسلام یزید کو ہمیشہ ملامت کرتی رہے گی۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جن کا تعلق بھی بنو امیہ سے تھا ان کی مجلس میں ایک دن یزید کا ذکر چھڑ گیا تو کسی نے کہا:

قَالَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَزِيْدُ. (۱)

آپ نے غصہ سے فرمایا: تم یزید پلید کو امیر المؤمنین کہتے ہو؟

آپ نے حکم دیا کہ کہنے والے کو بیس درے لگائے جائیں۔

آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ اموی ہو کر بھی گوارہ نہ کر سکے کہ یزید جیسے خبیث الفطرت کو امیر المؤمنین کے معزز لقب سے یاد کیا

(۱) ۱۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۱: ۳۱۶
۲۔ ذہبی، تاریخ الاسلام، ۵: ۲۷۵
۳۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء، ۱: ۲۰۹

جائے۔ صرف ناراضی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ بیس دروں کا حکم صادر فرمایا۔

یزید پلید کی بارے میں علماءِ کرام علیہم الرحمۃ کے مختلف اقوال ہیں۔

بعض کے نزدیک مردود، ملعون اور بعض کے نزدیک توہینِ اہلِ بیت ﷺ اور قتلِ امام حسین ﷺ کا حکم دینے کی وجہ سے کافر ہے۔ (۱)

شومئ قسمت سے وہابی نجدی فرقہ کے علماء اپنی عادت اور مشن کے مطابق پوری امتِ مسلمہ کے برعکس اس مسئلہ میں بھی یزید پلید کی حمایت اور وکالت کرتے ہیں۔ خلیفۂ برحق، مجاہدِ اسلام اور ہیرو ثابت کرنے کے لئے تحریر تقریر کے ذریعے پروپیگنڈا کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ یزید کو واقعہ کربلا کا علم ہی نہیں تھا۔ وہ اہلِ بیت ﷺ سے محبت کرنے والا تھا۔ لیکن تاریخ ان کی اس یاوہ گوئی کا بالکل ساتھ نہیں دیتی۔ مذکورہ بالا حوالا جات بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

یزید کو امیر المؤمنین ثابت کرنے کی اس شیطانی تحریک کے پس پردہ توہین اہل بیت ﷺ خصوصا سیدنا امام حسین ﷺ کی شانِ اقدس گھٹانے کی بھی ناپاک سازش کی جا رہی ہے۔ رشید ابن رشید کے مصنف ابو یزید محمد دین نے امام حسین ﷺ کو باغی اور ناحق تک لکھا۔ ایسی کتنی ہی توہین آمیز کتابوں پر پاکستان میں پابندی لگائی گئی۔ بعض متشدد وہابی علماء تو معرکۂ کربلا کو دوشہزادوں کی لڑائی کہہ کر حضرت امامِ حسین اور یزید پلید کا موازنہ کرتے ہیں۔ یہ ان کی بہت بڑی جرات ہے۔ قبر وحشر سے بے خوفی کا اظہار ہے۔ ورنہ ایمانی نگاہ سے درود پڑھتے ہوئے دیکھیں! کہاں سرورِ دو جہاں ﷺ کے مبارک کندھوں پر بیٹھنے والا اور آپ ﷺ کی زلفوں سے کھیلنے والا، اسلام کا نڈر علمبردار اور جنتی نوجوانوں کا سردار حسین ﷺ اور کہاں وہ لونڈیوں، لونڈوں اور بندروں سے کھیلنے والا یزید پلید، ظاہری وباطنی بدصورتی کا مجسمہ، ہر وقت شراب کے نشے میں دہت رہنے والا یزید پلید۔

(۱) تفتازانی، شرح عقائد نسفي،

آخر یہ بھی تو ہوگا!

خدارا! اتنا تو سوچ لینا چاہیے کہ کل سرِ محشر حسین ﷺ کے نانا، شفیع المذنبین ﷺ کے سامنے بھی تو حاضر ہونا ہے۔ یزید پلید کی وکالت کام نہیں آئے گی۔ وہاں حضرت امام حسین ﷺ کے نانا محمد ﷺ کی شفاعت کام آئے گی۔

دیو بندی وہابی فرقہ کے علماء کو جب یزید لعین کی سیرت وکردار میں کوئی خوبی دکھائی نہیں دیتی جس پر وہ اپنے امیر المؤمنین کی قصیدہ خوانی کر سکیں تو پھر وہاں درج ذیل حدیثِ مبارکہ کا سہارا لینے کی لا حاصل کوشش کر کے اس کا جنتی ہونا ثابت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ. (۱)

''یعنی میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہروں پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔''

وہ کہتے ہیں یزید اس پہلے لشکر میں شامل تھا۔ اس لئے وہ مرحوم ومغفور اور جنتی ہے۔ تاریخِ اسلامی گواہ ہے جس لشکر میں یزید اپنے والد گرامی کے مجبور کرنے پر شریک ہوا تھا اس سے بہت پہلے جس وقت یزید بمشکل چار یا پانچ سال کا ہو گا۔ اسلامی مجاہدین حضرت سیدنا امیر معاویہ ﷺ کی قیادت میں حملہ کرنے کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔

وَفِيْهَا(۳۲ھ)غَزَا مُعَاوِيَةُ بِلَادَ الرُّوْمَ حَتَّى بَلَغَ المَضِيْقَ مَضِيْقَ القُسْطَنْطِيْنِيَّه. (۲)

''یعنی ۳۲ ہجری میں حضرت سیدنا امیر معاویہ ﷺ نے مملکت روم کے شہروں پر

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب ما قیل فی قتال الروم، ۳: ۱۰۶۹، رقم: ۲۷۶۶

(۲) ابن کثیر، البدایه والنهایه، ۷: ۱۵۹

حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی تنگ نائے تک پہنچ گیا۔‘‘

ظلم تو یہ ہے کہ صدیوں بعد اس کو مجاہد اسلام بنا کر ہیرو کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ یزید عیاش اور بدقماش کو جہاد کا شوق ہی نہ تھا۔ (۱)

اگر بفرضِ محال وہ اس لشکر میں شریک ہوا بھی تو سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد عام ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ خاص دلیل پائی جائے تو عموم میں داخل افراد کو خاص دلیل سے نکالا جا سکتا ہے جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

مَنْ قَالَ لَا اِلَهَ اِلَّااللّٰہُ دَخَلَ الجَنَّۃَ.

’’جس شخص نے بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔‘‘

تو جس طرح فقط زبانی کہنے والا اور مرتد ہو جانے والا اس بشارت سے خارج ہو جائے گا اسی طرح بفرضِ محال اگر یزید جہاد کی غرض سے لشکر میں شامل ہوا بھی تو اس کے بعد اس کے عہدِ حکومت میں اس کے ظلم وستم اور سیاہ کاریاں اس کو مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ کی بشارت سے خارج کرنے کیلئے کافی ہیں۔ (۲)

اگر مانو زہے قسمت ورنہ!
نصیب اپنا اپنا پسند اپنی اپنی

الٰہی بحقِ بنی فاطمہ
کہ بَرْ قولِ ایماں کنی خاتمہ

---

(۱) ۱۔ طبری، تاریخ الامم والملوک،
۲۔ ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون،

(۲) ۱۔ عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ۱۴: ۱۹۹
۲۔ قسطلانی، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ۵: ۱۰۴

اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسول

مولا کریم امامِ عالی مقام ﷺ کی محبت وعقیدت اور احترام عطا فرمانا! حشر میں ان کی معیت میں لوائے حمد کا سایہ عطا فرمانا۔

آمین بَحَقِّ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ.

پندرہواں باب:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

حضرتِ انسان کو اللہ ﷻ اپنی قدرت وحکمت اور اپنی منشاء سے کسی قوم، نسل، خاندان، رنگ وصورت، سن وزمانہ میں پیدا کرتا ہے۔ یہ فقط اس کا اپنا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس میں انسان کا اپنا کوئی عمل و دخل نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ باعظمت و باسعادت افراد جنہیں تاجدارِ کائنات سید المرسلین سیدنا محمد ﷺ کی ظاہری حیاتِ پاک کے مقدس زمانہ میں پیدا کیا گیا پھر ایمان لانے کی توفیق، سنگت اور غلامی نصیب کی گئی، یقیناً انہیں ازلی نیک بخت و سعادت مند کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہ انتخابِ خداوندی ہے۔ اللہ ﷻ کی مخلوق میں سب سے عظیم مخلوق نبی اور رسول ہیں۔ نبوت اور رسالت کے بعد امتیوں میں صحابیت کا شرف عظیم تر ومحبوب تر ہے۔ پھر سید المرسلین ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام سابقہ انبیاء و رسل کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

اصطلاحِ شریعت میں صحابی کی تعریف یوں کی گئی ہے:

مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَهُوَ صَحَابِيٌّ. (۱)

''وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ کی مجلس پائی ہو اور اسلام و ایمان پر اسکی وفات ہوئی ہو وہ صحابی رضی اللہ عنہ ہے۔''

ہمارے پیارے نبی تو وہ رسول ﷺ ہیں جنہیں اللہ ﷻ نے اپنی ذات کا عکسِ

(۱) ۱۔ عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ۱: ۳۵۳
۲۔ صنعاني، سبل السلام، ۴: ۲۲۶

کامل بنایا اور حالتِ بیداری میں بلا کر اپنی ذاتِ باکمال کی زیارت عطا فرمائی۔ اس لئے آپ ﷺ کی زیارت و ملاقات سے وہ مقام ملتا ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی مقامِ صحابیت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ تو جس طرح تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کی آمد کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے اسی طرح ظاہری حیات کے بعد صحابیت کا دروازہ بھی قیامت تک کے لئے بند ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابیت وہ لازوال، بے مثال اور عظیم مقام ہے جو عبادت و ریاضت اور علم و حکمت کے حصول سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

﴿ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ.﴾ (۱)

''یہ (محض) اللہ کا فضل (وکرم) ہے نوازتا ہے اس سے جسے چاہتا ہے۔'' (جمال القرآن)

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

یہی تو وہ باسعادت جماعت ہے جس نے زبانِ رسالت سے قرأتِ قرآن سنی۔ وحی کے اولین مخاطب بنے۔ سیدِ دو عالم ﷺ کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ آپ ﷺ کی قیادت میں جہاد کیا۔ خود معلمِ کائنات ﷺ نے انہیں دین اور حکمت کی تعلیم دی۔ خود صاحبِ قرآن ﷺ نے قرآن پڑھنا سکھایا اور نگاہِ نبوت کی برکت سے ان کے ظاہر و باطن کا تزکیہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ جاہلیت کے رزائل و اطوار میں یکسر تبدیلی آ گئی۔ وہ تقویٰ و طہارت اور اخلاقِ حسنہ کے پیکرِ جمیل بن گئے۔ دل کی دنیا اللہ ﷻ اور اس کے محبوب ﷺ کی محبت سے آباد ہو گئی۔ ایمان و تقویٰ ان کے قلوب میں ایسا نقش کر دیا گیا کہ کٹھن سے کٹھن مشکلات اور اذیت ناک واقعات سے دو چار ہونے کے باوجود ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی۔

لیکن انہوں نے ایثار و وفا کی وہ داستانیں رقم کیں تاریخ جن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ انہیں مسلسل زیرِ تربیت رکھا گیا۔ ظاہر و باطن سنوارا گیا۔ یہاں

(۱) المائدہ، ۵: ۵۴

تک کہ وہ بدی سے نفرت کرنے لگے اور نیکی پر فریفتہ ہو گئے۔ چونکہ تاجدارِ کائنات ﷺ جو دینِ شریعت لائے قیامت تک ان کی ہی نبوت و شریعت کا سکہ جاری رہنا تھا، صحابہ کرام ﷺ اس کے اولین اطاعت گزار ہیں۔ مستقبل کے معمار ہیں۔ محمدیہ یونیورسٹی کی پہلی کلاس ہیں۔ اس لئے صحابہ کرام ﷺ کو مختلف مراحل سے گزارا گیا۔ بتقاضائے بشریت جب کبھی ان میں سے کسی سے کوئی لغزش ہوئی، انتباہ کیا گیا۔ اصلاح کی گئی اور پھر معاف کر دیا گیا۔ قرآن پاک کی متعدد آیات گواہ ہیں۔ نظامِ مصطفیٰ ﷺ بنتا گیا۔ ساتھ ساتھ صحابہ کرام ﷺ پہ اس کا نفاذ بھی ہوتا گیا۔ یوں سمجھو اسلام میں آتے ہی امتحان و آزمائش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کھرے یا کھوٹے پن میں، تقویٰ، اور اخلاق و اخلاص کے کس مقام پر ہیں؟ ان کی پوری زندگی کو اول تا آخر آزمائش بنا دیا گیا۔ شب و روز مختلف انداز کے آزمائشی امتحان ہوئے۔ لیکن انہوں نے وطن، مال، اولاد اور جان سب کچھ قربان کر کے ثابت کیا کہ وہ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ سے ساری کائنات سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بدر، احد اور دیگر معرکوں میں غیر مسلم قریبی رشتہ دار مقابلے میں تھے لیکن صحابہ کرام ﷺ انہیں دشمنِ خدا سبحان و تعالیٰ و رسول ﷺ سمجھ کر ان پر تلواریں چلاتے رہے۔ نبی دو عالم ﷺ کے سچے اور سُچے عاشق تھے۔ محبت کی عطاؤں سے ان کے ظاہر و باطن رنگے ہوئے تھے۔ معلمِ کائنات ﷺ کی سیرت و کردار، فطرت و مزاج اور دیگر اخلاقِ حسنہ کا عکس اب صحابہ کرام ﷺ کی ذاتوں میں بھی دکھائی دینے لگا۔ اس لئے آفتابِ نبوت ﷺ نے اپنی نورانی کرنوں سے انہیں منور و فیضیاب کر کے اَصْحَابِي كَالنُّجُوْمِ (میرے تمام صحابہ ﷺ آسمانِ ہدایت کے ستارے ہیں) کا سرٹیفکیٹ عطا کیا۔ یہ میرے دین کے ایسے مبلغ ہیں جہاں جائیں گے۔ اک جہاں ان سے ہدایت حاصل کرے گا اور خود اللہ ﷻ نے بھی ان نفوسِ قدسیہ کو زندگی میں مختلف حالات اور واقعات سے دوچار کر کے ایمان و تقوی اور اخلاص کا جو امتحان لیا، علیم و خبیر خدا نے اس میں بھی ان کی کامیابی کا یوں اعلان فرمایا:

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰیؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ﴾ (۱)

''یہی وہ لوگ ہیں مختص کر لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو تقوی کیلئے انہیں کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔''(جمال القرآن)

اس جماعت کے ہر فرد کیلئے لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ کا اعزاز اور شرف مختص ہے۔

﴿وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی.﴾ (۲)

''(ویسے تو) سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے بھلائی کا۔'' (جمال القرآن)

یعنی جنت کا۔ یوں صحابہ کرام ﷡ نے ایمانی استقامت اعمالِ صالحہ، عزت و احترامِ بارگاہِ رسالت ﷺ کی وجہ سے اللہ کریم کو راضی کر لیا تھا۔ اسی لئے زندگی کے کثیر امتحانات میں ان کی فرسٹ پوزیشنوں میں پاس ہونے کا اعلان ہے۔

﴿اُولٰٓئِکَ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً﴾ (۳)

''ان کا درجہ بہت بڑا ہے۔''

اور

﴿اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا.﴾ (۴)

''یہی لوگ سچے مومن ہیں۔''(جمال القرآن)

فرما کر انہیں ایمان افروزی کی سند عطا کی گئی۔ اور

---

(۱) الحجرات، ۴۹: ۳

(۲) الحدید، ۵۷: ۱۰

(۳) الحدید، ۵۷: ۱۰

(۴) الانفال، ۸: ۴

﴿رَضِيَ اللهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡه.﴾ (۱)

''راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اللہ تعالیٰ سے۔''(جمال القرآن)

فرما کر اپنی رضا کا تاج عطا فرمایا۔ ادھر اس کے محبوب ﷺ ہیں وہ بھی اپنے ساتھیوں اور غلاموں پہ اتنے خوش ہیں کہ اللہ ﷻ کے عطا کردہ خصوصی اختیارات سے بعض افراد کے قطعی جنتی ہونے کے اعلانات فرماتے ہیں جیسا کہ کتبِ حدیث گواہ ہیں اور پھر یہ اعلان فرما کر جماعتِ صحابہ کرام ﷡ کے ہر فرد کے جنتی ہونے کی ضمانت دے دی۔

لَا تَمَسَّ النَّارُ مُسۡلِمًا رَآنِيۡ أَوۡ رَاى مَنۡ رَآنِيۡ. (۲)

''جس مسلمان نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔''

اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے ان سب کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا۔ اس محبت کی وجہ سے ان کے دلوں میں ہمدردی اور غمگساری کے ایسے جذبات و احساسات موجود تھے کہ کسی ایک فرد کو تکلیف ہوتی تو دوسرے کی آنکھ بھی اشکبار ہو جاتی تھی ان کی باہمی محبت و اخوت کو قرآن مجید یوں بیان فرماتا ہے:

﴿فَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا﴾ (۳)

''پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو بن گئے تم اس کے احسان سے بھائی بھائی۔''(جمال القرآن)

---

(۱) المائدہ، ۵: ۱۱۹

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل من رأى النبي ﷺ وصحبه، ۵: ۶۹۵، رقم: ۳۸۵۸

۲۔ كنز العمال، ۱۱: ۲۴۲، رقم: ۳۲۴۸۰

(۳) آل عمران، ۳: ۱۰۳

درحقیقت ان کی محبتوں کا مرکز ذاتِ رسول ﷺ تھی۔ وہ سب ہی آپ ﷺ کے حسن و کمال کے فدائی تھے۔ وہ ان گلیوں اور در و دیوار سے بھی عقیدت رکھتے تھے جہاں آپ ﷺ جلوہ فرما ہوتے۔ یہاں تک کہ وہ پانی جو جسم اطہر کو مس کر جاتا وہ ادب و محبت کی فراوانی کی وجہ سے اسے بھی زمین پر نہ گرنے دیتے بلکہ اس مستعمل پانی سے برکت حاصل کرنے کے لئے اسے اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیا کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان نفوسِ قدسیہ سے بھی بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے جنہیں نبی کریم ﷺ سے قرابت داری کا شرف نصیب (ہوا) تھا۔ نبی کریم ﷺ کی نسبت و تعلق کی وجہ سے باہم ایک دوسرے کو چاہتے اور خیال رکھتے۔

کتبِ احادیث کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب والی احادیث اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کے افراد اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب والی احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔ وہ حضرات جو اپنی من گھڑت روایات اور جھوٹی حکایات لکھ کر اور سنا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف اور دشمنی تھی اور ہمیشہ آپس میں لڑتے ہی رہے۔ درج ذیل اہلِ تشیع ہی کی کتابوں سے صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے باہم محبت و احترام اور خیر اندیشی کی جھلک ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کرنے کا مشورہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم نے دیا۔ ان کی مالی معذوری کے اظہار پر ان کا حوصلہ بڑھا کر حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بھیجا اور خود باہر کھڑے انتظار میں رہے جیسے ہی مولا علی رضی اللہ عنہ نے ہاں کا جواب خوشی میں سنایا تو ان دونوں کی خوشی اور مسرت کی بھی انتہا نہ رہی۔''

فَفَرِحَا بِذَالِکَ فَرْحًا شَدِیدًا.

فَقَامَ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَبَّلا رَأْسَ عَلَيه عَلِيّ. (۱)

''حضرت سیدنا ابوبکر ﷺ اور سیدنا عمر ﷺ دونوں فرطِ مسرت سے اٹھتے ہیں اور حضرت سیدنا علی ﷺ کے سر مبارک کو چومتے ہیں۔''

امام الاولیاء سیدنا علی ﷺ خلفاء ثلاثہ ﷺ کے مشیر خاص رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے۔ خلافت کے کئی اہم امور میں آپ ہی کی رائے کو ترجیح دی جاتی رہی۔ جب امیر المؤمنین مرادِ رسول ﷺ سیدنا عمر ﷺ کے دور میں ایرانیوں کی ڈیڑھ لاکھ فوج مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہوئی تو مجلس شوریٰ میں بعض نے رائے دی کہ ایرانیوں کے مقابلے میں امیر المؤمنین خود لشکر اسلام کی قیادت فرمائیں۔ آپ نے حضرت علی شیرِ خدا سے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا:

إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرَهُ وَلَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا بِقِلَّةٍ وَهُوَ دِيْنُ اللهِ الَّذِيْ أَظْهَرَهُ.... وَنَحْنُ عَلَى مَوْعُوْدٍ مِنَ اللهِ وَاللهِ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ.... فَكُنْ قُطَبًا وَاسْتَدِرِ الرَّحَى بِالْعَرَبِ وَاصِلْهُمْ دُوْنَکَ نَارَ الْحَرْبِ ..... (۲)

''اس امر یعنی اسلام کی فتح وشکست کا دار و مدار کثرت وقلت پر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کو اس نے غالب کر دیا ہے۔۔۔۔ اور ہمارے ساتھ اللہ

(۱) ۱۔ مرزا محمد تقی، ناسخ التواریخ،
۲۔ شعرانی، کشف الغمه، ۱:۲۴۳

(۲) ۱۔ مرزا محمد تفنی، ناسخ التواریخ
۲۔ علی بن ابی طالب (خطبات)، نہج البلاغة، ۱: ۲۸۳
۳۔ ابن کثیر، البدایه والنهایه، ۷: ۱۰۷
۴۔ طبری، تاریخ الامم والملوك، ۲: ۵۲۳
۵۔ الوسی، روح المعانی، ۱۸: ۲۰۷

ﷻ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا، اور اپنے لشکر کی نصرت فرمائے گا۔۔۔اے عمر! آپ قطب بن جایئے اور عربی لشکر کی چکی کو چلایئے۔ یہیں سے کفار کو جنگ کی آگ میں جھونکتے رہیے۔''

پھر جب ایران فتح ہونے کے بعد یزدجرد کی بیٹی قیدی بن کر مدینہ منورہ میں آئی تو حضرت عمر فاروق ﷛ نے جہاں شاہ کا نام شہر بانو رکھتے ہوئے اس شہزادی کو نبی کریم ﷺ کے نواسے سید امام حسین ﷛ کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی بلکہ ان کا مہر بھی بیت المال سے ادا کیا گیا۔

ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ يَآ اَبَا عَبْدِ اللهِ لَيَلِدَنَّ لَکَ مِنْهَا خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ فَوُلِدَ عَلَيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ. (۱)

''اور حضرت سیدنا امام حسین ﷛ سے فرمایا: آپ کا اس سے ایک بچہ ہو گا جو تمام اہل زمین سے بہتر ہو گا چنانچہ حضرت شہر بانو ﷞ کے بطن سے حضرت سیدنا زین العابدین ﷛ کی ولادت با سعادت ہوئی۔

شہزادی کا مشرف باسلام ہونا، خاندانِ نبوت ﷺ کا فرد ہونا، حسینی سادات ﷷ کی والدہ ماجدہ بننے کا فخر حاصل کرنا حضرت عمر فاروق اعظم ﷛ کی بے شمار برکات اور ان گنت احسانات میں سے ایک ہے۔ اس کے لئے ساری امت آپ کی ممنون ہے۔ ساداتِ کرام کو اسے فراموش نہیں کرنا چاہیے۔''(۲)

ان پاکانِ امت کی باہمی محبت و ایثار اور خیر خواہی کے سینکڑوں واقعات میں سے مزید ایک واقعہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا۔

---

(۱) ۱۔ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی، الاصول من الکافی
۲۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، جلاء العیون، ۴۹۷۔

(۲) ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری، مقالات، ۱: ۳۳۶۔ ۳۳۵

جب امیر المؤمنین سیدنا عمر ﷺ کی شہادت کے بعد غسل دے کر کفنایا گیا تو سیدنا علی ﷺ تشریف لائے۔

فَقَالَ ﷺ مَا عَلَى الْأَرْضِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَى اللهَ بِصَحِيْفَةِ هٰذَا المَسْجَى بَيْنَ أَظْهرِكُمْ. (۱)

''اور فرمایا مجھے روئے زمین پر اس سے زیادہ کوئی اور چیز محبوب نہیں کہ میں اس جیسا صحیفہ عمل لے کر اللہ ﷻ کی ملاقات کروں۔''

مذکورہ بالا حقائق جو منکرین کی کتب میں بھی موجود ہیں انہیں بار بار پڑھیے۔ ایمانی دل و نگاہ اور اسلامی ذہن سے سوچیے کیا ایسی باہمی محبت و ایثار، خیر اندیشی چاہنے والے دشمن بد خواہ ہوتے ہیں یا مخلص، ہمدرد، غمگسار اور پیار کرنے والے دوست ہوتے ہیں؟ جن کے اعلیٰ کردار، باہم محبت واخوت اور کفار کے ساتھ سختی وشدت کی گواہی وتصدیق یوں کی جاتی ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ.﴾ (۲)

''(جان عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور وہ (سعادت مند) جو آپ کے ساتھ ہیں کفار کے مقابلہ میں بہادر اور طاقتور ہیں آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔''

(جمال القرآن)

قرآن و حدیث میں اس محمدی جماعت کے ایمان، تقوی، اخلاص باہمی محبت اور جذبۂ ایثار کی تائید ہی تائید ہے۔ اس کے برعکس شیعہ حضرات تاریخ کی من گھڑت اور جھوٹی روایات اور خود ساختہ واقعات کا سہارا لے کر نعوذ باللہ صحابہ کرام ﷺ پر طعن وتشنیع،

(۱) محقق طوسی، تلخیص الثانی: ۴۲۸
(۲) الفتح، ۴۸: ۲۹

تبرا اور گالیاں تک دیتے ہیں۔ ان کے جھوٹے پروپیگنڈے کرتے رہتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے خاندان کے ساتھ اچھے نہیں تھے۔ کیسی عجیب سوچ ہے کہ جنہوں نے جان، مال اور اولاد سیدنا محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر قربان کی وہ اچھے نہیں تھے اور یہ سال بعد محرم کے دس دن کا ماتم کرنے والے، ان کے عقائد و اعمال سے کوسوں دور فقط زبانی محبت کے دعویدار اچھے بھی ہیں اور مومن بھی۔ قبر وحشر کی بے خوفی کی انتہا دیکھیں کہ گنتی کے چند افراد کے سوا خلفاء ثلاثہ سمیت سب صحابہ کرام ﷺ کے ایمان کے بارے طعن وتشنیع اور شکوک و شبہات کی سازش کرتے ہیں۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے ان سپاہیوں، جاں و نثاروں اور غلاموں کے ایمان و اسلام کو یہودیوں، عیسائیوں اور منافقین کے لئے مثالی اور معیاری ایمان قرار دیا گیا بلکہ قیامت تک دینی دعوت قبول کرنے والوں کے لئے صحابہ کرام ﷺ کا ایمان معیارِ حق قرار دیا گیا۔

﴿وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوۡٓا اَنُؤۡمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰـكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ۝﴾ (۱)

''اور جب کہا جائے انہیں ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے (اور) لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف۔ خبردار! بیشک وہی احمق ہیں مگر وہ جانتے نہیں۔'' (جمال القرآن)

اس آیہ کریمہ کی تفسیر حضرت ابن عباس ﷺ سے مروی ہے:

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ صَدِّقُوۡا كَمَا صَدَقَ اَصۡحَابُ مُحَمَّدٍ. (۲)

''یعنی جب کہا جائے ان سے ایمان لاؤ جیسا کہ ایمان لائے اصحاب محمد ﷺ''

---

(۱) البقرہ، ۲: ۱۳

(۲) طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱: ۱۲۷

دوسری آیہ مبارکہ میں بھی ایسا ہی مفہوم ہے۔

﴿فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوۡا ۚ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا هُمۡ فِىۡ شِقَاقٍ.﴾ (۱)

''تو اگر یہ بھی ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ پھریں تو (معلوم ہو گیا کہ) وہی مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔''

(جمال القرآن)

اب جن کے ایمان و اسلام کو اللہ ﷻ مثال و معیار اور ماڈل قرار دے اس معیار کے بارے میں طعن و تشنیع کرنا شکوک و شبہات کا شکار ہونا یقیناً دنیا و آخرت تباہ کرنے والی بات ہے۔

تمام صحابہ کرام ؓ بالخصوص خلفائے راشدین ؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں اپنی زندگیاں اور جملہ صلاحیتیں دینِ اسلام کو پروان چڑھانے کے لئے وقف کیں۔ اپنے آقا مولیٰ ﷺ سے عہدِ وفا کی تکمیل کرنے کے لئے ہمیشہ کمر بستہ رہے۔ یہاں تک کہ دینِ اسلام کا ادیانِ باطلہ پر غلبہ یعنی تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کی بعثت کے مقصدِ اولیں کی تکمیل کا اعلان ہوا اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ یہ مقصدِ عظیم آسانی سے حاصل نہیں ہوا۔ اس میں صحابہ کرام ؓ کی وہ بے شمار قربانیاں موجود ہیں جو انہوں نے خاتم النبیین ﷺ کی محبت میں دی ہیں۔

منشاءِ الٰہی کی تکمیل، نبی دو عالم ﷺ کی بعثتِ نبوت کے مقاصد کے حصول کے لئے جس طرح خود نبی کریم ﷺ کی محنتوں اور مشقتوں کی مثال سابقہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ اسی طرح آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ کرام ؓ کی جانی و مالی قربانیوں کی مثال نہیں ملتی۔ ۱۰ھ ۹ ذی الحجہ حجۃ الوداع کے موقع پر جمعہ کے دن مقام

(۱) البقرہ، ۲:۱۳۷

عرفات میں تعلیم و تربیت اور محنت کے ثمر، ظاہری و باطنی فیضان کے امین، دینِ حق کی نقیب جماعتِ صحابہ کرام ﷺ کے ایک لاکھ سے زائد کے پرنور اجتماع میں اس آیہ کریمہ کا نزول ہوا۔

﴿اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا. ﴾(۱)

''آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین۔''(جمال القرآن)

کہ اے محبوب ﷺ جس دین کا تجھے داعی بنا کر بھیجا تھا اس دین کے غلبہ و فتح مندی کا جو وعدہ تم سے کیا گیا تھا وہ پورا ہو گیا۔ کیونکہ یہ عظیم انقلاب تھا جہاں کفر و شرک کی حکومت تھی وہاں پرچم اسلام لہرا رہا ہے۔ اور ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش کا اجتماع ہے۔ اتنے بڑے اجتماع میں ایک بھی مشرک یا کافر نہیں تھا۔

لیکن افسوس شیعہ حضرات کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو وہ گنتی کے چند صحابہ ﷺ کے سوا ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے، بلکہ وہ تو السابقون الاولون خلفاء ثلاثہ ﷺ کے بارے میں طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اہلِ اسلام سے اتنا عرض ہے کہ قبر کی تنہائی اور حشر کی بے بسی کو سامنے رکھتے ہوئے خود فیصلہ فرمائیں۔ قرآنی اعلان اور مصطفیٰ کریم ﷺ کا فرمان صحیح ہے یا اہلِ تشیع کا مؤقف صحیح ہے۔ اگر خاتم النبیین ﷺ سب سے پہلے کلمہ پڑھنے والوں کو بھی صحیح مسلمان نہ کر سکے، تو پھر کیسے اور کیوں ان کی بعثت کے مقصد کی تکمیل کا اعلان کیا گیا۔ **العیاذ باللہ**

تمام صحابہ کرام ﷺ بالعموم اور خلفائے راشدین ﷺ بالخصوص جنہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے قدموں پر نچھاور کر دیا اور ہر طرح کے

---

(۱) المائدہ، ۵: ۳

خطرناک موقعوں پر آپ کا ساتھ دیا۔ چودہ صدیاں گذرنے کے بعد ان پر الزام لگانے، طعن وتشنیع کرنے اور ان پر تبراء کرنے والوں اور ان کا غلام بننے کی بجائے جج بن کر ان ہستیوں کے اچھے یا برے کا فیصلہ کرنے والوں سے گذارش ہے کہ اتنی جرأت کرنے سے پہلے تنہائی میں اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے کردار کو اور شیشہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی صورت کو بھی دیکھ لیا کریں۔ خدارا اپنی حیثیت دیکھ لیا کریں کہ ہم ہیں کیا؟اور اعتراض ان پر جن کی اچھائیوں، خوبیوں، ایمان اور اعمال کی قبولیت کا اعلان خود خدا اور مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے قرآن وحدیث شاہد ہیں۔

رہی بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تو وہ بھی سرورِ عالم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ اس سلسلہ میں بھی اپنی رائے یا سوچ کی بجائے جنہیں اپنا امام وپیشوا کہتے ہیں ان کی طرف رجوع کرنا چاہیے کہ انہیں کیا کہتے اور سمجھتے تھے۔معتمد شیعی کتاب نہج البلاغہ میں لکھا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے آپس کے جھگڑے کا آغاز یہ ہے کہ ہم اور شامی آپس میں ٹکرا گئے۔

وَ ظَهَرَ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَاتَنَا فِي الِاسْلَامِ وَاحِدَةٌ. (۱)

''حالانکہ ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے اور رسول ﷺ بھی ایک ہے۔ ہماری دعوتِ اسلام بھی ایک ہے۔''

أَلَا مَا اخْتَلَفْنَ فِيهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَآء. (۲)

''اختلاف تو صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں تھا اس خون میں ہم بری الذمہ تھے۔''

---

(۱) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (خطبات)، نہج البلاغۃ،
(۲) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (خطبات)، نہج البلاغۃ،

اور دوسرا ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ شکوک و شبہات دور ہو جائیں حضرت امام جعفر صادق ؑ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک سیدنا علی ؑ اپنے محاربین کے متعلق فرماتے تھے:

بے شک ہم ان سے اس لئے نہیں لڑے کہ وہ کافر تھے اور نہ ہی اس لئے کہ وہ ہم کو کافر کہتے تھے بلکہ وجہ یہ ہوئی کہ ہم نے خود کو حق پر سمجھا اور انہوں نے خود کو حق پر سمجھا۔

مزید آگے چل کر فرماتے ہیں کہ وہ مشرک و منافق نہیں تھے۔

وَلٰكِنَّ يَقُوْلُ هُمْ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا. (۱)

''بلکہ وہ ہمارے بھائی ہیں، جنہوں نے ہماری اطاعت نہیں کی۔''

حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ دونوں جماعتیں سبائیوں اور خارجیوں کی سازش کا شکار ہوئی ہیں جو دونوں طرف شامل ہو کر اختلاف کی سازش کرتے رہے اور آج تک ان کی بھڑکائی ہوئی اس سازش کے شکار مسلمان برسرِ پیکار ہیں۔ اس لئے جب حضرت مولا علی ؑ سے ان کی جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِي الجَنَّةِ. (۲)

''ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنتی ہیں۔''

آیئے اب نبی کریم ﷺ کے بڑے نواسے سیدنا علی حیدر کرار ؑ کے بڑے صاحبزادے جن کے بارے میں نبی غیب داں ﷺ نے پہلے ہی فرمان جاری فرما دیا تھا۔

---

(۱) قرب الاسناد

(۲) ۱۔ ابن أبی شیبہ، المصنف، ۷: ۵۵۲

۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱۱: ۱۵۲

اِبْنِیْ هَذَا سَیِّدٌ، وَلَعَلَّ اللهُ أَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (۱)

''کہ میرا یہ بیٹا (حسن ﷛)سردار ہے۔ شاید اللہ ﷻ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔''

خود نبی پاک ﷺ نے دونوں جماعتوں کومسلمان فرمایا ہے۔فرمانِ رسول ﷺ کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت سیدنا امام حسن ﷛ نےصلح کی اور خلافت حضرت امیر معاویہ ﷛ کوتفویض کی۔ پھر دونوں بھائی حسنین کریمین ﷛ نے حضرت امیر معاویہ ﷛ کی بیعت کی۔''(۲)

اب دیکھیں مولا علی شیر خدا ﷛ اورشہزادگان حسنینِ کریمین ﷛ ہمارے امام وپیشوا ہیں۔ ان سے محبت وعقیدت ہمارے لئے عینِ ایمان ہے۔ ان کا فیصلہ ہمارے سر آنکھوں پر۔ اگر وہ اس کے برعکس فیصلہ صادر فرماتے تو ہم ایک لمحہ توقف کرتے کیونکہ وہ ہمارے امام ہیں امیر المؤمنین ہیں، پنجتن پاک میں سے ہیں اب حسن اورحسین ﷛ سے زیادہ حضرت علی شیر خدا ﷛ کا زیادہ حقدار، قریبی اورمحبت کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔ وہ حسین ﷛ جنہوں نے یزید پلید کی صرف اس لئے بیعت نہیں کی کہ وہ فاسق، فاجر اور شریعت کا باغی تھا۔ آپ نے اسے امیر المؤمنین ماننے سے انکار کرتے ہوئے کربلا میں خاندان سمیت جامِ شہادت نوش کیا۔لیکن یزید پلید کی بیعت کے لئے تیارنہیں ہوئے۔

وہی امام حسن ﷛ اور امام حسین ﷛ خلافت تفویض کرنے کے بعد حضرت امیر معاویہ ﷛ کی بیعت کرتے ہیں۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصلح، ۲: ۹۶۲، رقم: ۲۵۵۷
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۷، رقم: ۲۰۴۰۸
(۲) نجم الدین جعفر بن الحسن، رجال کشی
(۳) نجم الدین جعفر بن الحسن، رجال کشی

وہ ان سے ملاقاتیں کرتے رہے ہیں اور ان سے نذرانے بھی قبول فرماتے رہے۔ اگر حسنین کریمین ﷺ سے حقیقی محبت ہے تو پھر محبوب جن سے صلح کرے اور مانے، ان سے صلح کرنا پڑتی ہے اور ان کو ماننا پڑتا ہے۔ اگر خالی دعوٰی محبت ہے تو پھر مرضی ہے آپ کی اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خلفائے راشدین ﷺ کی خلافت کو بعد کے دور کی بادشاہت اور وزارت پہ ہرگز قیاس نہ کرنا۔ یہ بڑی ناانصافی ہوگی۔ اگر وقت ہو تو ایمانی نگاہ سے تاریخ کے جھروکوں سے خلافتِ راشدہ کے دور کے شب و روز کو ضرور دیکھنا۔

نبی کریم ﷺ کی ذات اور دینِ اسلام پر اس وقت تن، من، دھن قربان کرنے کی ضرورت تھی۔ ان کی خلافت بھی مخلوقِ خدا کی سراپا خدمت تھی۔ خلفائے عظام ﷺ نے اپنے لئے کوئی جائیداد اور محل نہیں بنائے۔ انتہائی درویشانہ زندگی بسر کی۔ انہیں اگر لالچ یا حرص ہوتی تو اپنے بعد کسی بیٹے کو نامزد کرتے۔ سیدنا علی المرتضی ﷺ خلفائے ثلاثہ کے دور میں مجلسِ شوریٰ کے رکن رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں ادا کرتے۔ یہاں تک کہ ان کے وصالِ باکمال کے بعد خود منصبِ خلافت پر فائز ہوئے۔

اگر حضرت علی شیرِ خدا ﷺ سے محبت میں کاملیت ہے تو پھر دل سے صحابہ کرام ﷺ کے بارے میں بغض، حسد، بے ادبی اور گستاخی کے سارے بیج نکال کر نبی ﷺ اور علی ﷺ کے دوستوں کی محبت وعقیدت کی شمع جلانا ہوگی۔ اور اگر صرف محبت کا دعوی ہی ہے تو پھر مرضی ہے آپ کی۔

قابلِ غور بات

اہلِ علم جانتے ہیں کہ یہودیوں خارجیوں کی گھناونی سازش سے من گھڑت روایات اور جھوٹی حکایات کو کتبِ تاریخ میں شامل کر کے صحابہ کرام ﷺ کے خلاف زہریلے پروپیگنڈہ کی تشہیر کی گئی اور امتِ مسلمہ کے خلاف بہت بڑی سازش کی گئی تاکہ یہ ہمیشہ کے لئے آپس میں لڑتی ہی رہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا کہ ہم مسلمان ہیں۔ اللہ ﷻ اور اس کے آخری رسول ﷺ پہ ایمان رکھتے ہیں تو پھر قرآن وسنت کے ہوتے ہوئے ہمیں تاریخ کے حوالوں میں پناہ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ تاریخ کے بعض من گھڑت قصے اور جھوٹی روایات جو قرآن و حدیث کے موقف کے خلاف ہیں ان کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دینا چاہیے۔ چہ جائیکہ ہم ان سے استدلال کرتے پھریں۔ ہم نے تاریخ کا کلمہ نہیں پڑھا بلکہ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے۔ اور اللہ ﷻ نے قرآنِ پاک میں اور رسول ﷺ نے حدیثِ پاک میں صحابہ کرام کی تعریف وتوصیف فرمائی ہے۔ ان کے تقوی، اخلاص، ایمان اور جنتی ہونے کا اعلان اور تصدیق فرمائی ہے۔ یقیناً جس مسلمان کو اپنے ایمان کی سلامتی درکار ہے، وہ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ و اعلان کو ہی حق جانے گا اور مانے گا بھی۔ اسی میں اس کے لئے دنیاو آخرت کی بہتری ہے۔

اہلِ ایمان توجہ طلب بات ہے!

جس شدت کے ساتھ تاجدارِختم نبوت ﷺ کی امت میں سے کلمہ پڑھنے والے مومن ہونے کے دعویدار آپ ﷺ کی اولاد اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی مخالفت کر رہے ہیں سابقہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی امت کے مومنین کا ایسا کردار اپنے نبی ﷺ کی آل و اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ثابت نہیں۔ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم بھی شانِ صحابیت میں شامل ہیں۔ یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم بھی اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم بھی۔

کبھی سوچا ہے؟ وہ نبی ﷺ جن کی نبوت و شریعت کا سکہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا اس کی پہلی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قریبی خونی رشتہ داروں کی اتنی شدت کے ساتھ توہین وتنقیص اور ان کے مقام وعظمت کا انکار کلمہ پڑھنے والے کر رہے ہیں۔ بلکہ انتہا تو یہ ہے کہ خود سید الابرار ﷺ کی ذاتِ اقدس میں نقص وعیب نکالے جا رہے ہیں۔ ان کے عطا کردہ کمالات ومعجزات کا انکار کیا جارہا ہے اور اس کو عینِ اسلام قرار دیا جارہا ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! اغیار کی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جارہا ہے۔ امت کے دلوں میں جن نفوسِ قدسیہ کی محبت وعقیدت موجود ہے ان کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر کے امت کے اعتماد کا جو رشتہ ان ذواتِ مقدسہ سے وابستہ ہے اس کو ختم کیا جارہا ہے۔ جن کے اَسمائے گرامی پر اتحاد و اتفاق ہونا چاہیے ان کے ناموں پر تنظیم بنا کر قتل و غارت کی جارہی ہے۔ یوں امت کی صفوں کو پارہ پارہ کیا جارہا ہے۔

موجودہ دور میں دیوبندی وہابی اور اہلِ تشیع کے درمیان جاری انتہا پسندی، فتوی بازی اور قتل و غارت کا جو سلسلہ جاری ہے اس سے نہ صرف امن وسکون تباہ برباد ہو گیا ہے بلکہ یورپ میں بسنے والے مسلمان جانتے ہیں کہ پورا میڈیا ان دونوں فرقوں کے باہم تصادم کو کارکنوں اور ورکروں سمیت (جو داڑھی اور کلاشنکوف سے مسلح ہوتے ہیں) دکھاتا ہیں۔ مساجد اور امام بارگاہوں میں نمازیوں کی لاشوں کے انبار کو بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع کر کے اسلام کو خونخوار اور دہشت گردوں کا مذہب قرار دیتے ہیں۔ظلم کی انتہا یہ ہے کہ دیو بندی وہابی علماء اہلِ بیت اطہار ﷺ کی توہین وتنقیص میں کتب لکھ رہے ہیں اور اہلِ تشیع اہلِ بیت ﷺ کی محبت کی دعویداری کے ساتھ صحابہ کرام ﷺ کی توہین وتنقیص میں کتابیں لکھ رہے ہیں۔

بہر حال ان کی تقاریر لٹریچر اور معمول کی مذہبی سرگرمیوں سے عوام الناس پر اب بالکل واضح ہو گیا ہے کہ ایک گروہ صحابہ کرام ﷺ اور دوسرا فرقہ اہلِ بیتِ اطہار ﷺ اور خود رسولِ کریم ﷺ کا بے ادب اور گستاخ ہے۔ ان دونوں کے نزدیک دعویٰ محبت کی سچائی کے لئے دوسری مقدس ہستیوں کی شان وعظمت کا انکار کرنا، بغض رکھنا اور توہین کرنا ضروری ہے۔ **العیاذ باللہ.**

آیئے اپنا احتساب کریں!

ہم اللہ ﷻ کے فضل سے مسلمان ہیں۔ ہماری محبتوں کا مرکز اور محور اللہ ﷻ کی ذات ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد ﷺ اس کے رسول و محبوب ہیں۔ ان کی بیعت و اطاعت، ذکر اور محبت کو ﷻ نے اپنی بیعت وذکر اور اطاعت و محبت قرار دیا ہے۔ ان کی محبت مومن پر واجب کر دی گئی ہے۔ ان کی محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایمانِ کامل کا تصور ہی محال ہے۔ آپ ﷺ کے قرابت بھی مومن کی محبت وعقیدت اور ادب واحترام کا مرکز ہے۔ آپ ﷺ کے قرابت دار یعنی اہلِ بیت علیہم السلام سے محبت وعقیدت آپ ﷺ ہی کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ اور ایک مومن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی محبت وعقیدت آپ ﷺ کی وجہ سے ہی کرتا ہے۔ چونکہ محبین تو محبوب کی راہ گذر سے بھی محبت کرتے ہیں۔ یہ تو قرابت دار ہیں، ساتھی اور جاں نثار ہیں۔ خود تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ نے اہلِ بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کو اپنی محبت اور بغض کو اپنا بغض قرار دیا ہے:

وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ تَبَارَکَ وَتَعَالَى، وَمَنْ آذَى اللهَ فَيُوْشِکُ أَنْ يَأْخُذَهُ.(۱)

''جس نے ان کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دینے کا ارادہ کیا تو قریب ہے کہ اللہ ﷻ کا عذاب اسے پکڑے گا۔''

آپ ﷺ نے اگر اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کے بارے میں خدا کا خوف یاد دلایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی فرمایا:

اَللهَ اَللهَ فِيْ اَصْحَابِيْ، اَللهَ اَللهَ فِيْ اَصْحَابِيْ، لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۵۴، رقم: ۲۰۵۶۸
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، ۵: ۶۹۶، رقم: ۳۸۶۲

بَعْدِيْ. (۱)

''کہ اللہ ﷻ سے ڈرو میرے صحابہ ﷺ کے معاملہ میں اور میرے بعد ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ مت بناؤ۔''

لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ. (۲)

''میرے صحابہ ﷺ کو گالی مت دو۔''

کتبِ حدیث پڑھنے کے بعد یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ اپنی ظاہری حیات کے بعد کے حالات و واقعات اور نئے پیدا ہونے والے باطل فرقوں کے عقائد کو اپنی نگاہِ نبوت سے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اسی لئے پہلے ہی فتنوں کی کثرت، بے ادبی اور بدعقیدگی کی اٹھنے والی شورش میں اپنا کلمہ پڑھنے والوں کی رہنمائی فرما رہے ہیں کہ ایسے وقت فتنوں کے عروج کے دور میں میرے اہلِ بیتِ اطہار ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ سے محبت وعقیدت اور ادب واحترام والے نظریہ وعقیدہ پر قائم اور ثابت قدم رہنا۔

غیر مسلم لابی کی سازش کے شکار کسی نام نہاد مولوی کے کہنے یا لکھنے سے نبی کریم ﷺ اہلِ بیتِ اطہار ﷺ یا صحابہ کرام ﷺ کی عظمت وکمال کا انکار نہ کر دینا۔ ان سے محبت وغلامی کا رشتہ ٹوٹنے نہ دینا ورنہ دنیا وآخرت تباہ ہو جائے گی۔

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۵۴، رقم: ۲۰۵۶۸

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، ۵: ۶۹۶، رقم: ۳۸۶۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبیﷺ لو کُنْتُ مُتَّخِذًا خلِیْلاً، ۳، ۱۳۴۳، رقم: ۳۴۷۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب تحریم سب الصحابة، ۴: ۱۹۶۷، رقم: ۲۵۴۱

اَفضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

قارئین!

یہ مضمون جگر گوشہ حضور شیخ العالم حضرت علامہ صاحبزادہ پیر نور العارفین صدیقی صاحب کی تحریر ہے جسے انہوں نے میری درخواست پر تحریر کیا ہے اور حصول برکت کے لئے اسے شامل کتاب کر رہا ہوں۔

اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ بعد از انبیاء ساری مخلوق میں افضل ترین ہستی جناب امیر المؤمنین خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن کچھ لوگ جو اپنے آپ کو سنی بتاتے ہیں اور سنیت کی صفوں میں انتشار بھی پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ جمہور کا مسلک ہے، اجماعی مسئلہ نہیں۔ یہ لوگ تفضیلیت کا لبادہ اوڑھ کر سنیت کو داغدار کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس ہر شخص کو سنیت سے خارج سمجھتے ہیں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضیلت کا منکر ہو۔ ذیل میں چند دلائل پیش خدمت ہیں جو افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر واضح نشانات ہیں۔

ا۔ امام رازی نے لکھا کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى○ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى○﴾ (۱)

أتقیٰ سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سورۃ الحجرات میں ہے:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط﴾ (۲)

معلوم ہوا کہ جو سب سے زیادہ متقی ہو وہی سب سے افضل ہے۔ پس اب ہم

---

(۱) اللیل، ۹۲: ۱۷۔۱۸

(۲) الحجرات، ۴۹: ۱۳

کہتے ہیں کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل الخلق ابوبکر ہیں۔ (۱)

۲۔ اعلیٰ حضرت نے تاریخ بغداد کے حوالے سے ایک حدیث نقل فرمائی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم خدمت اقدسِ حضور ﷺ میں حاضر تھے ارشاد فرمایا: اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہ بنایا اور اس کی شفاعت شفاعتِ انبیاء کی مانند ہوگی۔ ہم حاضر ہی تھے کہ ابوبکر صدیقؓ نظر آئے۔ سیدِ عالم ﷺ نے قیام فرمایا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیار کیا اور گلے لگایا۔ (۲)

۳۔ مستدرک حاکم کے حوالے سے اعلیٰ حضرت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے بنی المصطلق نے خدمتِ اقدس حضور سیدالمرسلین ﷺ میں بھیجا کہ حضور سے دریافت کرو کہ حضور کے بعد ہم اپنے اموال کس کے پاس بھیجیں؟ فرمایا: ابوبکر کے پاس۔ عرض کی اگر انہیں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو کسے دیں؟ فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کو۔ عرض کی جب ان کا بھی واقعہ ہو۔ فرمایا: عثمانؓ کو۔

رواہ عنہ فی المستدرک وقال: ھذا حدیث صحیح الاسناد. یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ (۳)

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں: ’’اہل سنت و الجماعت نصرھم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ مرسلین ملائکہ و رسل انبیائے بشر صلوٰت اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم کے بعد حضراتِ خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم تمام مخلوقِ الٰہی سے افضل ہیں۔ تمام اممِ عالمِ اولین و آخرین میں کوئی شخص ان کی بزرگی و عظمت، عزت و

(۱) تفسیر کبیر، جلد ۱۱، ص ۱۸۸

(۲) فتویٰ رضویہ، جلد ۸، ص ۶۱۱

(۳) فتویٰ رضویہ، جلد۸، ص۵۷۵

وجاہت، قبول و کرامت اور قرب و ولایت کو نہیں پہنچتا۔

﴿وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝﴾ (۱)

پھر اِن میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر ؓ پھر فاروق اعظم ؓ، پھر عثمان غنی ؓ، پھر مولیٰ علی صل الله علیٰ سیدھم ومولا ھم وآله وعلیھم وبارک وسلم۔ اس مذہبِ مہذب پر آیات قرآن عظیم واحادیث کثیرہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ و ارشادات جلیلہ واضحہ امیر المؤمنین مولیٰ علی المرتضیٰؓ ؓ و دیگر ائمہ اہل سنت طہارت و ارتضا و اجماع صحابہ کرام و تابعین عظام وتصریحاتِ اولیائے امت و علمائے امت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے وہ دلائلِ باہرہ وحُجِ قاہرہ ہیں جن کا استعاب نہیں ہوسکتا۔

۴۔ امام محمد بن حنفیہ جو حضرت علی کے صاحبزادے ہیں حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں:

قُلْتُ لِأَبِيْ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِي ﷺ؟ قَالَ: أَبُوْ بَكْرٍ: قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: عَمَرُ. (۲)

''امام محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد (حضرت علی ؓ) سے پوچھا نبی کریم ﷺ کے بعد کون سب سے بہتر ہے؟ حضرت علی ؓ نے فرمایا: ابو بکر۔ میں نے پوچھا ابو بکر ؓ کے بعد کون بہتر ہے؟ حضرت علی ؓ نے فرمایا: اُن کے بعد عمر ؓ۔''

۵۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں:

(۱) الحديد، ۲۹:۵۷

(۲) بخاری، الصحيح، كتاب أبي بكر

خَیْرُالنَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَبُوْ بَكْرٍ وَخَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِيْ بَكْرٍ عُمَرُ رضی اللہ عنہما. [1]

''رسول اللہ ﷺ کے بعد سب انسانوں میں افضل ابوبکر ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

۶۔ ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء میں حضرت علیؓ کا ایک قول ملاحظہ فرمایئے:

حضرت علیؓ نے سنا کہ کچھ لوگ آپ کو حضرت ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں۔ آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے حمد وثنا کے بعد فرمایا:

بَلَغَنِیْ أَنَّ قَوْماً یُفَضِّلُوْنِی عَلٰی أَبِي بَكْرٍ وَّ لَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِیْهِ لَعَاقَبْتُ فِیْهِ فَمَنْ سَمِعْتُهٗ بَعْدَ هٰذَا الیَوْمِ یَقُوْلُ هٰذَا فَهُوَ عَلَیْهِ الْحَدُّ الْمُفْتَرِیْ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ خَیْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّهَا أَبُوبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِالخَیْرِ بَعْدَ. وَ فِی الْمَجْلِسِ الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍ فَقَالَ: وَاللهِ لَوْ سَمّٰى الثَّالِثَ لَسَمیّٰ عُثْمَانَ.

اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتے ہیں۔ اس بارے میں اگر میں نے پہلے سے حکم سنا دیا ہوتا تو بے شک سزا دیتا۔ آج کے بعد جس شخص کو ایسا کہتے ہوئے میں نے سن لیا تو وہ مفتری ہے اور اس پر مفتری کی حد لازم ہے۔ (۸۰ کوڑے)۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور اس کے بعد کون افضل ہے یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اسی مجلس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی تشریف

(۱) سنن ابن ماجه، فضل عمرؓ، صفحه: ۱۱

رکھتے تھے وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم اگر وہ تیسرے آدمی کا نام لیتے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیتے۔

۷۔ سب سے پہلے قبر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھیں گے۔ (۱)

۸۔ جنت میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوں گے اور امت میں سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوں گے۔ (۲)

۹۔ قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس کو صاحب کہا گیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لیے پوری جماعتِ صحابہ میں واحد صحابی ہیں جن کی صحابیت قرآن پاک کی نصِ صریح سے ثابت ہے۔ لہٰذا آپ کی صحابیت کا انکار کفر ہے۔

۱۰۔ تمام عبادات میں بڑا درجہ نماز کا ہے، بیماری کے ایام میں آقا علیہ السلام نے فرمایا:

مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. (۳)

''ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔''

۱۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضي اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا: مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کسی اور کو امام بنائیں۔ (۴)

۱۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنی رفاقت اور اپنے مال سے سب سے زیادہ مجھ پر احسان کیا وہ ابوبکر ہیں اور

---

(۱) سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۶۹۲

(۲) سنن أبوداؤد، حدیث نمبر: ۴۶۵۲

(۳) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۷۸

(۴) ترمذی، حدیث نمبر: ۳۶۷۳

اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اُن کے ساتھ اسلام کی محبت اور اخوت ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔ (۱)

۱۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی ہم پر احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا سوائے ابوبکر کے کیونکہ ان کی ہم پر ایسی نیکی ہے جس کی جزا اُن کو اللہ قیامت کے دن عطا فرمائے گا اور کسی کے مال نے مجھے وہ نفع نہیں پہنچایا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے مجھے نفع پہنچایا ہے۔ (۲)

۱۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقے کا حکم دیا میں نے دل میں سوچا کہ میں اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ سکتا ہوں۔ میں اپنا آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا بچایا ہے؟ میں نے کہا کہ اتنا ہی (یعنی آدھا مال) اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے کر آ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر! تم نے اپنے گھر کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اُن کے لیے اللہ اور اُس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ تب میں نے دل میں کہا میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ (۳)

۱۵۔ سبل الہدیٰ والرشاد میں حضرت حسّان کے کلام کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں اور یہ کلام حضور ﷺ کے سامنے پڑھا گیا اور آپ ﷺ کا اس کو سننا اور کچھ نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ اس کلام سے متفق ہیں اور اسی لیے ان اشعار کو ہم حدیثِ تقریری کے طور پر لے سکتے ہیں۔

(۱) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۵۴
(۲) ترمذی، حدیث نمبر: ۳۶۵۵
(۳) سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۱۶۷۸

إِذَا تَذَكَّرْتَ شجْوًا مِّنْ أَخِيْ ثِقَةٍ

فَاذْكُرْ أَخَاكَ أَبَابَكْرٍ كَمَا فَعَلَا

''جب تم اپنے قابلِ اعتماد بھائی کے حُزن و ملال کو یاد کرنا چاہو تو اپنے بھائی ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یاد کرو اُن کی تکلیفوں کے باعث جو انہوں نے برداشت کیں۔''

خَيْرُ الْبَرِيَّةِ أَتْقَاهَا وَ أَفْضَلُهَا

بَعْدَ النَّبِيّ وَ أَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا

''ساری مخلوق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ متقی اور افضل ہیں۔ انہوں نے جو ذمہ داری اٹھائی اُس کو ادا کرنے میں سب سے زیادہ وفادار تھے''۔

وَالثَّانِىْ التَّالِىْ الْمَحْمُوْدُ مَشْهَدُهُ

وَأَوَّلُ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

''حضور کے بعد آنے والے آپ تھے آپ کا مشہد قابلِ تعریف تھا اور اُن لوگوں میں سب سے پہلے تھے جو رسولوں پر ایمان لائے''۔

ان اشعار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت حسّان رضی اللہ عنہ نے خیر البریۃ اور افضل کہا (مخلوق اور سب سے بہترین و افضل) حضور نے سنا اور اس کو مقرر رکھا۔ آپ کو ایمان کی قبولیت میں حضرت حسّان رضی اللہ عنہ نے اول الناس بھی کہا یعنی آپ پہلے وہ مرد ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بھی مقرر رکھا۔ جو آپ کی خاص شان ہے جس سے افضلیت واضح ہے۔

قارئین کرام! آپ کی قلبی تسلی اور حقیقت بیانی کے لیے مذکورہ بالا تمام احادیث دلالت کرتی ہیں کہ افضل العباد بعد انبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام رازی نے فرمایا: مفسرین کا اجماع ہے کہ آیت میں سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا: کہ اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے کہ انبیاء و مرسلین کے بعد اور ملائکہ مرسلین کے بعد سب سے زیادہ افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور یہ عقیدہ صحابہ کا بھی ہے، اہل اللہ اور علمائے امت کا بھی ہے۔

خود حضرت حیدرِ کرار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ دونوں مجھ سے افضل ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جو مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے گا میں اسے ۸۰ کوڑوں کی سزا دوں گا۔

نبی پاک ﷺ نے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر شخص ابوبکر ہیں اور ان کی شفاعت انبیاء کی شفاعت کی طرح ہو گی۔ (یہ حدیث اعلیٰ حضرت کے حوالے سے میں نے شروع میں بیان کی ہے)۔ رب العالمین نے آپ کو اتقیٰ فرمایا اور اتقیٰ اسم تفضیل ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے سروں کے تاج ہیں۔ ہمارے دلوں میں ان کا احترام اور ان کی عظیم شخصیت کا تصور ہر وقت موجود ہے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر و عثمان غنی رضی اللہ عنہم پر فضیلت دینا شیعہ عقائد کا حصہ ہے لیکن شیعہ اس کا اظہار شیعہ ہونے کی حیثیت سے کرتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت کا حصہ سمجھتے ہیں اور بتاتے ہیں اور ان کے دماغ میں شیعیت راج کر رہی ہے اور وہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو غیر اجماعی خیال کرتے ہیں ایسے شیعہ مارکہ مُلّاً اور نام نہاد سنی مشائخ مسلّمہ عقائد میں چھیڑ چھاڑ کر اہل سنت کے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

لیکن لکلّ فرعونٍ موسیٰ کے تحت جب جب اہل سنت و جماعت کے خلاف سازش ہوتی ہے اور ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جو مسلّمہ واضحہ عقائد کے خلاف اپنے ذہنی

اور قلبی عصبیت اور شیعیت کا پرچار کرتے ہیں ویسے ویسے اولیاء اللہ تعالیٰ ان ناعاقبت اندیشوں کی سرکوبی کے لیے دلائل و براہین کی تلواریں لے کر میدان میں اترتے ہیں اور ایسے تمام باطل افکار کو ایمان وعقیدت اور افضلیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عقیدے سے نابود کر دیتے ہیں۔ اللہ ایسے اہلیان حق کو جو عقائد اہل سنت کی سرحدوں پر پہرہ دے رہے ہیں درازیٔ عمر عطا فرمائے اور آخرت میں ماجور فرمائے۔ امید ہے کہ قارئین اس مضمون کو پڑھ کر باطل عقائد سے بچنے کی کوشش کریں گے۔

اقول هذا بتوفيق الرحمان الذى علم القرآن وعلمه البيان.

❁ سولہواں باب:

اہلِ باطل کی گستاخانہ عبارات کا علمی محاکمہ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم کتاب ہے جو تا قیامت امت محمدیﷺ کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے اور یہ انسانی زندگی کی بقاء اور ارتقاء کی ضامن ہے۔ اگر ہم زندگی کے ہر موڑ پر بہترین رہنمائی حاصل کرنا چاہیں تو وہ اسی کتاب سے ملتی ہے۔ کیونکہ

﴿ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لاَ رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَo﴾ (۱)

''(یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، (یہ) پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہےo''

جہاں یہ کتاب اہلِ تقویٰ اور ایمان کی دولت رکھنے والوں کے لیے باعثِ ہدایت ہے۔ وہاں پر کچھ ایسے بدنصیب، عزت و شہرت کے بھوکے، دنیا کے طلب گار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات سے روگردانی کرنے والے، اس کے چشمہِ ہدایت سے فیض یاب ہونے کے بجائے اپنے من پسند تصورات کی تائید کی خاطر اس سرچشمہ نور سے فیض یاب ہونے کے بجائے ظلمت و گمراہی کی جانب چل پڑے اور ﴿یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا ط﴾ (البقرۃ، ۲/۲۶) کے تحت گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں جا پہنچے ہیں۔

اور دنیاوی مال و متاع کی خاطر بنی اسرائیل کے علماء کی طرح اس عظیم کتاب کے اصل معنیٰ و مفہوم کو بیان کرنے کے بجائے اسے اپنے من گھڑت عقائد و نظریات کی

---

(۱) البقرۃ، ۲:۲

خاطر استعمال کیا اور امت مسلمہ کی وحدت کو منتشر کر کے ایک نئے فتنہ پر مبنی فرقہ کے وجود کا باعث بنے۔

برصغیر پاک و ہند میں جب علمائے اکرام نے قرآن مجید کے تراجم کی طرف توجہ فرمائی تو بعض علم وادب سے عاری، دنیاوی عزت وشہرت کے بھوکے علمائے سوء نے اس موقع کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور عوام الناس کی کم علمی اور عربی زبان سے ناواقفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن مجید کے علوم و معارف کو اپنے من گھڑت عقائد کی روشنی میں بیان کرنا شروع کر دیا اور بارگاہ الٰہی اور بارگاہ رسالت کے آداب کو ملحوظ خاطر نہ رکھتے ہوئے بے شمار اغلاط کے مرتکب ہوئے۔ ذیل میں ہم چند اہم آیات کریمہ کے نمونے پیش کریں گے جن کے تقابلی مطالعہ سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکیں گے کہ ان افراد نے کس طرح قرآن مجید کے معانی کے بیان میں بے ادبی اور کم علمی کا اظہار کیا۔

دیوبند اور وہابی فرقہ سے تعلق رکھنے والے وہ مترجمین جنہوں نے تراجم میں کثیر غلطیاں کیں ان کا موازنہ اہل سنت والجماعت کے علماء کے چند تراجم کے ساتھ کیا جائے گا تا کہ دونوں کے مسالک کے مابین فرق کیا ہے اور اس کی نوعیت کیا ہے، اس کا اندازہ لگایا جا سکے۔ ذیل میں بطور نمونہ چند عبارات پیش کی جا رہی ہیں۔

☆﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ.﴾

ترجمہ:

علماء دیوبند:

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ (شاہ عبدالقادر)

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے۔ (شاہ رفیع الدین)

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے۔

(عبدالماجد دریابادی)

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔

(اشرف علی تھانوی)

علماء اہل سنت:

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔ (اعلیٰ حضرت)

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ (جمال القرآن، پیر کرم شاہ الازہری)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

(عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری)

اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں/کرتی ہوں) جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ (امداد القرآن، پیرزادہ امداد حسین)

ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بابرکت نام سے ابتدا ہو رہی ہے تو ترجمہ بھی اسی نام سے شروع کیا جائے آپ اہلسنت کے تراجم ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو یکسانیت نظر آئے گی سب نے اسم جلالت ابتداء میں ذکر کیا جبکہ دوسرے احباب نے اس کو نظر انداز کیا۔ ''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام'' یا ''شروع ساتھ نام اللہ کے''، مترجم کا قول اپنے فعل سے غلط ثابت ہو رہا ہے۔

☆ ﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ.﴾ (۱)

ترجمہ:

علماء دیوبند

اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوا کا۔ (شاہ عبد القادر)

(۱) البقرة، ۲: ۱۷۳

اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا۔ (محمود الحسن)

اور جو کچھ پکارا جائے اور اس کے واسطے غیر اللہ کے۔ (شاہ رفیع الدین)

اور جو جانور غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو۔

(عبد الماجد دریا بادی، اشرف علی تھانوی)

اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔

(فتح محمد جالندھری)

علمائے اہل سنت:

اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو۔ (اعلیٰ حضرت)

اور وہ جانور بلند کیا گیا ہو جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام۔

(جمال القرآن، پیر کرم شاہ الازہری)

اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔

(عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری)

اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (امداد القرآن)

(کیا ہر وہ شئ جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہو جاتی ہے؟ اس طرح تو دنیا میں کوئی شے بھی حلال نہ رہے گی۔ اور اگر جانور پر بھی بوقت ذبح کی قید نہ لگائی جائے تو بھی خرابی لازم آئے گی کیونکہ ہر جانور پر زندگی میں اس کے مالک ہی کا نام پکارا جاتا ہے۔ تو کیا ہر جانور حرام ہو گیا؟)

قارئین کرام! ایک مرتبہ آیت مقدسہ کا کیا گیا ترجمہ پڑھ لیں، خود انصاف سے فیصلہ فرمائیں یہ قرآن مجید اب تو نازل نہیں ہوا۔ یہ لوگ کوئی پہلے مترجمین نہیں ہیں۔ ان

سے پہلے نابغۂ روزگار ہستیوں نے یہ سعادت حاصل کی لیکن شومئی قسمت انہوں نے سب سے ہٹ کر اپنی من گھڑت سوچ کے مطابق ایسا مفہوم پیش کرتے ہیں۔ ہر وہ شئ جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہو جاتی ہے۔ اس طرح دنیا میں کوئی بھی چیز حلال نہیں رہے گی۔ حالانکہ اصلا شریعت میں ممانعت جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی ہے۔ ذبح کے وقت کی قید لگائی تا کہ خرابی پیدا نہ ہو کیونکہ ہر جانور پر بھی زندگی میں اس کے مالک ہی کا نام پکارا جاتا ہے۔

☆ ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ.﴾ (۱)

ترجمہ:

منافقین دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور اللہ بھی اُن کو دغا دے گا۔

(عاشق الٰہی میرٹھی، شاہ عبد القادر، مولانا محمود الحسن)

اور اللہ فریب دینے والا ہے اُن کو۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

خدا اُن ہی کو دھوکا دے رہا ہے۔ (فتح محمد جالندھری)

وہ اُن کو فریب دے رہا ہے۔

(نواب وحید الزمان غیر مقلد و مرزا حیرت غیر مقلد دہلوی و سید فرما علی شیعہ)

علمائے اہل سنت

بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔ (اعلیٰ حضرت)

بے شک منافق (اپنے گمان میں) دھوکہ دے رہے ہیں اللہ کو اور اللہ تعالیٰ سزا دینے والا ہے انہیں (اس دھوکہ بازی کی)۔ (جمال القرآن)

---

(۱) النساء، ۴: ۱۴۲

بے شک منافق (بزعمِ خویش) اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں حالاں کہ وہ انہیں (اپنے ہی) دھوکے کی سزا دینے والا ہے۔ (عرفان القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری)

بے شک منافق اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور وہ انہیں دھوکہ کی سزا دینے والا ہے۔ (امداد القرآن، امداد حسین پیرزادہ)

کیا کوئی منافق اللہ کو فریب دے سکتا ہے اور کیا جواب میں اللہ بھی ان کو دغا و فریب دے گا؟ کیا اللہ کی یہ شان ہوسکتی ہے کہ وہ فریب اور دغا دے؟)۔ ایمانی ذہن رکھتے ہوئے کیا سوچا جا سکتا ہے کہ کوئی منافق اللہ کو فریب، دغا، دھوکا دے سکتا ہے اور جواب میں کیا اللہ بھی (نعوذ باللہ) ان کو دغا وفریب دے گا۔ کیا اللہ کی یہ شان ہوسکتی ہے کہ وہ فریب اور دغا دے؟ اللہ جلّ شانہٗ کے ساتھ یہاں بھی حقارت آمیز الفاظ منسوب کر دیئے گئے حالانکہ سب کا ایمان ہے اور قرآن کا اعلان ہے:

﴿سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ.﴾ (۱)

اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیںo

☆ ﴿مَا كُنۡتَ تَدۡرِىۡ مَا الۡكِتٰبُ وَلَا الۡاِيۡمَانُ.﴾ (۲)

اور آپ (وحی سے قبل اپنی ذاتی درایت وفکر سے) نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان (کے شرعی احکام کی تفصیلات کو ہی جانتے تھے جو بعد میں نازل اور مقرر ہوئیں)

تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔ (شاہ عبد القادر)

تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان۔ (فتح محمد جالندھری)

(۱) المومنون، ۲۳: ۹۱

(۲) الشوریٰ، ۴۲: ۵۲

نہ جانتا تھا تو کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔ (شاہ رفیع الدین)

تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔

(ابوالاعلیٰ مودودی)

آپ کو نہ یہ خبر تھی کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔

(عبدالماجد دریا بادی)

آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا انتہائی کمال کیا چیز ہے۔ (اشرف علی تھانوی)

علمائے اہل سنت

اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل۔ (اعلیٰ حضرت)

نہ آپ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔

(جمال القرآن)

اور آپ (وحی سے قبل اپنی ذاتی درایت وفکر سے) نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان (کے شرعی احکام کی تفصیلات کو ہی جانتے تھے جو بعد میں نازل اور مقرر ہوئیں) (عرفان القرآن)

یہاں بھی باطل سوچ کی عکاسی کرنے کی کوشش کی گئی۔ احادیث گواہ ہیں جو نبی اپنی والدہ ماجدہ طیبہ سیدہ آمنہ ﷺ کے بطن اقدس میں رہ کر لوحِ محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز اپنے کانوں سے سنتا ہے۔ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ کی علمی وسعت کا مالک ہو تو کیا وہ ایمان کے بارے میں نہیں جانتے؟ جبکہ پتھر، شجر اور جانور اعلان نبوت سے پہلے بھی جانتے تھے کہ یہ نبی ہیں اور درود وسلام پڑھا کرتے تھے۔

☆ ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآئَهُمْ مِّنْم بَعْدِ مَا جَآئَکَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّکَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ.﴾ (۱)

ترجمہ:

اور کبھی چلا تو اُن کی پسند پر بعد اُس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار۔ (شاہ عبدالقادر)

اور اگر پیروی کرے گا تو خواہشوں ان کی پیچھے اس چیز سے کہ آئی تیرے پاس علم سے نہیں واسطے تیرے اللہ سے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ (شاہ رفیع الدین)

اور اگر آپ بعد اس علم کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے اُن کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آپ کے لئے اللہ کی گرفت کے مقابلے میں نہ کوئی یار ہو گا اور نہ مددگار۔

(عبدالماجد دریا بادی)

اور اے پیغمبر اگر تم اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم یعنی قرآن آ چکا ہے ان کی خواہشوں پر چلے تو پھر تم کو خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ (ڈپٹی نذیر احمد و فتح محمد جالندھری)

اور اگر آپ اِتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا علم قطعی ثابت بالوحی آ چکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے گا نہ مددگار۔

(اشرف علی تھانوی)

مذکورہ بالا ترجمہ کرتے ہوئے جو انداز اختیار کیا گیا العیاذ باللہ وہ محبوبِ کریم ﷺ جنہیں اللہ تعالیٰ یٰسین، طٰہٰ، مُزمّل، مدثر کے پیارے القابات عطا فرمائے اور جن کا دفاع کافروں اور منافقوں کی طعنہ زنی سے خود فرمائے اور اللہ تعالیٰ جنہیں قرآن میں نام لے کر نہ بلائے کیا اُس حبیب اعظم سے اس انداز میں مخاطب ہے جس طرح انہوں نے ترجمہ

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۴۵

کرتے ہوئے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ یہاں بھی سلف صالحین کی ادا کو چھوڑ کر اپنے مزاج کے مطابق کوشش کی گئی، حالانکہ متعدد آیات میں مخاطب آپ ﷺ کو کر کے امتی مراد لیا گیا ہے۔ تاویلاتی الفاظ کے ساتھ مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی گئی امتی مراد لیے گئے۔

علمائے اہل سنت

اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستم گار ہو گا۔ (محدث بریلیؒ)

اگر (بفرضِ محال) آپ پیروی کریں ان کی خواہشوں کی، اس کے بعد کہ آ چکا آپ کے پاس علم، تو یقیناً آپ اس وقت ظالموں میں (شمار) ہوں گے۔

(جمال القرآن)

(امت کی تعلیم کے لیے فرمایا:) اور اگر (بفرضِ محال) آپ نے (بھی) اپنے پاس علم آ جانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو بے شک آپ (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (عرفان القرآن)

اور بغرض محال، اگر علم کے باوجود آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ (امداد القرآن)

☆ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا○ لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ.(۱)

ترجمہ:

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو

---

(۱) الفتح، ۴۸: ۲۔۱

آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (شاہ عبدالقادر)

تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔ (شاہ رفیع الدین)

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔ (عبدالماجد دریا بادی)

اے پیغمبر یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی درحقیقت ہم نے تمہاری کھلم کھلا فتح کرا دی تا کہ تم اس فتح کے شکریہ میں دین حق کی ترقی کے لئے اور زیادہ کوشش کرو اور خدا اس کے صلہ میں تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے۔ (اشرف علی تھانوی)

اے محمد! ہم نے تم کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف تا کہ خدا تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ (فتح محمد جالندھری، محمود الحسن دیوبندی)

(قدرت وحکمت الٰہی ہے کہ انہیں محفوظ ومعصوم رکھا جائے۔) کمالات نبوت دل و جان سے تسلیم کرنے والے اہل ایمان پوری طرح باخبر ہیں کہ پوری امت مسلمہ کا اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ تمام انبیاء خصوصاً امام الانبیاء تاجدارِ ختم نبوت ﷺ معصوم ہیں۔ آپ ﷺ اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد میں صغیرہ گناہوں سے بھی محفوظ ومعصوم رہے۔ امت کیلئے ان کی اطاعت و اتباع کا مطلق حکم ہے۔ نعوذ باللہ ان کی زندگی میں اگر گناہ بھی ہوتو اطاعت لازم آئے گی اس لیے قدرت وحکمت الٰہی ہے کہ انہیں معصوم رکھا جائے۔

اہل ایمان ذرا غور کریں، تیرے میرے گناہوں پہ تو ان کی نسبت کی وجہ سے پردے پڑے ہوئے ہیں، نعوذ باللہ ہمارے آقا ﷺ سے کون سے ایسے گناہ ہو گئے کہ فتح مبین قرار دے کر معاف کیے جا رہے ہیں۔ نہ جانے مندرجہ بالا مترجمین نے ما قبل کی

تفاسیر کا مطالعہ کرنا گوارہ ہی نہیں کیا اور علمیت دکھانے کے زعم میں ماقبل علمائے ربانیین کی راہ سے ہی بھٹک گئے۔ حالانکہ ماقبل مفسرین عظیم الشان شخصیات نے اس آیت کی تاویلات، اور توجیہات بیان کر کے واضح کیا کہ اس سے مؤمنین کے گناہ مراد لیے گئے ہیں۔بعض نے لک میں لام کو لامِ تشبیہ قرار دے کر ہر اُمت کے گناہ مراد لیئے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی نے بھی گناہ کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف کرنے کی جرأت نہیں کی۔

علمائے اہل سنت:

بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخش دے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

(محدث بریلی امام احمد رضاؒ)

یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے، تا کہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو ہجرت کے بعد لگائے گئے۔ (جمال القرآن۔ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

تا کہ آپ کی خاطر اللہ آپ کی امت (کے اُن تمام افراد) کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے (جنہوں نے آپ کے حکم پر جہاد کیے اور قربانیاں دیں)۔

(عرفان القرآن)

تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کام) معاف فرما دے۔ (امداد القرآن۔ امداد حسین پیرزادہ)

☆ ﴿وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی٥﴾ (۱)

ترجمہ:

اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی۔ (شاہ عبدالقادر)

(۱) الضحیٰ، ۹۳: ۷

اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہو اپس راہ دکھائی۔ (شاہ رفیع الدین)

اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا۔ (عبد الماجد دریا بادی)

اور تم کو دیکھا کہ راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دینِ اسلام کا سیدھا راستہ دکھا دیا۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا۔

(اشرف علی تھانوی)

علمائے ملت اسلامیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد میں بھی عقیدہ وعمل کی ہر کجی و کمی سے محفوظ و معصوم تھے۔ مشرکانہ ماحول میں بھی دور جہالیت کے لغویات وخرافات سے آپ ﷺ محفوظ رہے۔ قرآن مجید عقیدۂ توحید کی صداقت پر جو دلیل پیش کرتا ہے وہ آپ ﷺ کی اعلان نبوت سے پہلی والی زندگی ہے:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ﴾ (۱)

''بے شک میں اس (قرآن کے اترنے) سے قبل (بھی) تمہارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کر چکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔''

خود قرآن ہی میں ضلالت کی نفی صراحت سے موجود ہے:

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی﴾ (۲)

''تمہیں (اپنی) صحبت سے نوازنے والے (یعنی تمہیں اپنے فیضِ صحبت سے صحابی بنانے والے رسول ﷺ) نہ (کبھی) راہ بھولے اور نہ (کبھی) راہ سے بھٹکے۔''

---

(۱) یونس، ۱۰:۱۶

(۲) النجم، ۵۳:۲

آپ خود ہی غور کریں جب ایک مقام پر رب کریم گمراہ اور بے راہ ہونے کی نفی فرما رہا ہے تو دوسرے مقام پر:

﴿وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى○﴾

''اور بے شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر (یعنی باعثِ عظمت و رفعت) ہے○''

کا مژدہ سنانے کے بعد اپنے محبوب نبی ﷺ کے وہ گمراہ ہونے کا ارشاد کیسے فرمائے گا۔ ایسے اختلاف سے کلام الٰہی پاک ہے۔ یاد رہے حضور ﷺ اگر خود گمراہ ہوتے تو راہ پر کون ہوتا۔ وہ ہادی جو خود بھٹکتا رہا ہو، راہ بھولتا رہا ہو، وہ کیسے ہادیٔ مطلق ہوسکتا ہے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ.﴾ (۱)

''جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔''

برادران اسلام مترجمین نے لفظ ضَآلًا کے مشہور معنی گمراہ استعمال کیا اور عربی لغت میں جو دوسرے معانی تھے ان سے صرف نظر کی اور ما قبل جید مفسرین، صالحین و محدثین کی راہ سے ایسے گمراہ ہوئے کہ تاجدار کائنات، رسول کریم ﷺ کو گمراہ، بھٹکتا، بے خبر اور راہ بھولا لکھ دیا۔ کاش مفسرین کی تفاسیر کا ہی مطالعہ کر لیتے۔ یا کم از کم اس آیت کا سیاق و سباق ہی بغور دیکھ لیتے۔

علمائے اہل سنت

تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

(محدث بریلی امام احمد رضاؒ)

---

(۱) النساء، ۴:۸۰

اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ (جمال القرآن)

اور اس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ وگم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا۔

(عرفان القرآن)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچایا۔

(امداد القرآن، پیرزادہ امداد حسین)

☆ ﴿وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۝﴾ (۱)

ترجمہ:

اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے۔ (شاہ عبد القادر)

اور مکر کرتے تھے وہ اور مکر کرتا تھا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ نیک مکر کرنے والوں کا ہے۔ (شاہ رفیع الدین)

وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔

(محمود الحسن)

اور حال یہ کہ کافر اپنا داؤ کر رہے تھے۔ اور اللہ اپنا داؤ کر رہا تھا اور اللہ سب داؤ کرنے والوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

اور وہ تو اپنی تدبیر کرتے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔ (اشرف علی تھانوی)

(کیا مکر وفریب کرنے والے کو مکار اور فریبی نہیں کہتے؟ تو کیا ہمارا اللہ مکار وفریبی ہے۔ (نعوذ باللہ) اور کیا اللہ تعالیٰ کے لئے ''میاں'' کا لفظ بولنا

(۱) الانفال، ۸:۳۰

درست ہے؟)

ہر زبان میں کچھ الفاظ ایسے موجود ہوتے ہیں جو ناپسندیدہ، غیر مہذب مفہوم بیان کرتے ہیں اس لیے ایسے الفاظ عالی قدر ہستی اور باعظمت شخصیت کی طرف منسوب نہیں کیے جاتے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو لاحق ہونے والے تمام عیوب اور لوازمات سے پاک ہے۔ مندرجہ بالا تراجم میں مکر، فریب اور داؤ اور میاں کے الفاظ ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب کیے گئے۔ یہ بھی نہیں سوچا گیا کہ مکر وفریب کرنے والے کو مکار اور فریبی کہا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ اپنے معبود برحق کے بارے آنے والی نسل کو کیا فکر دینا چاہتے ہیں؟

علمائے اہل سنت والجماعۃ

وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔ (محدث بریلی امام احمد رضاؒ)

وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔ (جمال القرآن)

اور (اِدھر) وہ سازشی منصوبے بنا رہے تھے اور (اُدھر) اللہ (ان کے مکر کے رد کے لیے اپنی) تدبیر فرما رہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر فرمانے والا ہے۔

(عرفان القرآن)

اور وہ اپنی سازشیں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔ (امداد القرآن، پیرزادہ امداد حسین)

☆ ﴿وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ.﴾ (۱)

ترجمہ:

اور ابھی معلوم نہیں کئے اللہ نے جولڑنے والے ہیں تم میں۔ (شاہ عبد القادر)

حالانکہ ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں۔ (فتح محمد جالندھری)

حالانکہ ابھی اللہ نے اُن لوگوں کو تم میں سے جانا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا۔

(عبد الماجد دریا بادی)

اور ابھی تک اللہ نے نہ تو اُن لوگوں کو جانچا جو تم سے جہاد کرنے والے ہیں۔

(ڈپٹی نذیر احمد)

حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو۔ (اشرف علی تھانوی)

اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جولڑنے والے ہیں تم میں۔ (محمود الحسن)

(جب اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور اور خبیر و بصیر ہے تو پھر یہ ترجمہ کرنے کا کیا جواز بنتا ہے کہ ابھی اللہ نے معلوم نہیں کیا کہ کون کیسا ہے۔)

اہل ایمان کا یہ عقیدہ قرآنی آیات میں ہی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور اور خبیر و بصیر ہے، ہر چیز اُس کے علم میں ہے جو کچھ ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہو گا۔ ہماری گفتگو، نیتیں اور ہمارے سینوں میں پوشیدہ راز سب اسے معلوم ہیں۔ تو پھر کیا جواز بنتا ہے کہ وہ اللہ نے معلوم نہیں کیا کہ کون کیسا ہے کا ترجمہ کیا جائے۔ حالانکہ لغت عربی میں (علم) صرف جاننے کا معنی ہی نہیں رکھتا، دیگر معانی کیلئے بھی مستعمل ہے۔

---

(۱) آل عمران، ۳: ۱۴۲

علمائے اہل سنت والجماعت:

اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا۔ (محدث بریلی امام احمد رضاؒ)

حالانکہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں (آزمائش میں) صبر کرنے والوں کو۔ (جمال القرآن)

حالاں کہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو پرکھا ہی نہیں ہے۔

(عرفان القرآن)

حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے مجاہدوں اور صبر کرنے والوں کو ممتاز نہیں کیا۔ (امداد القرآن، امداد حسین پیرزادہ)

قارئین کرام!

ہر کلمہ پڑھنے والے کیلئے اللہ وحدہٗ لا شریک کا دل و جان سے ماننا ضروری ہوتا ہے کہ وہ واجب الوجود ہے اور اپنی بے مثل صفات عالیہ کے ساتھ موجود ہے۔ واجب الوجود کا معنی ہے کہ اپنے ہونے میں کسی کا محتاج نہیں۔ باقی ہر ایک اپنے ہونے، رہنے میں اُس کی ذات کا محتاج ہے اور وہ ہی مستحق عبادت ہے اور مخلوق کے پیش ہونے والے لوازمات سے وہ پاک اور مبرّا ہے۔

الحمد للہ، پوری امت مسلمہ کی کثرت وہی شہادتیں پڑھتے ہیں جو پہلے صحابی ﷺ نے پڑھی تھیں:

اَشْهَدُ أن لَا اِلٰهَ اِلَا اللّٰهُ وَحدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ.

''نہ ہی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں نہ ہی اس کے علاوہ کسی کو سجدہ عبادت کے لائق سمجھتے ہیں۔''

اللہ کی مخلوق میں عظیم ترین اور محبوب ترین ہستی تاجدارِ کائنات ختم نبوت نبی اکرم ﷺ کے جملہ کمالات اور عطا کردہ اختیارات تسلیم کرنے کے باوجود اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ کی صدا بلند کرتے ہیں۔ کروڑوں مسلمان ہر سال اُن کی بارگاہِ عالیہ گنبد خضریٰ میں حاضری کے وقت اپنے آقا و مولیٰ کی قبر انور کی طرف سجدہ نہیں کرتے بلکہ اُن کی بارگاہ رحمت میں صلوٰۃ و سلام کھڑے ہو کر پیش کرتے ہیں کیونکہ سجدہ عبادت کسی غیر کیلئے نہ کبھی جائز تھا نہ ہوا البتہ پہلی اُمتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا۔ جیسے آدم علیہ السلام، یوسف علیہ السلام کو تعظیمی سجدے کئے گئے۔ وہ ادب و تعظیم کیلئے سجدے تھے اور سجدۂ تعظیمی تو حرام ہے لیکن انبیاء علیہم السلام بالخصوص امام الانبیاء رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کا ادب و احترام، عزت و توقیر اور محبت اُمت پر فرض قرار دی گئی:

﴿وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط.﴾ (۱)

''اور آپ (ﷺ) کی بے حد تعظیم و تکریم کرو۔''

برادرانِ اسلام! حب نبی ﷺ اور ادب نبی ﷺ کا فریضہ ہر لمحہ فرض ہے۔ باقی فرائض کوئی دن میں پانچ بار، سال میں ایک اور پوری زندگی میں صرف ایک بار اور یہ فرض ہر حال میں ہر وقت مومن پر فرض ہے۔ کسی لمحے بھی اس میں کمی و کوتاہی سرزد ہو جائے تو ایمان و اعمال کا سرمایہ غارت ہو جاتا ہے۔ گستاخ کو اس کا شعور بھی نہیں ہوتا۔ ادب، محبت کی جان اور محبت، ادب کی روح ہے۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہے۔ عشق و محبت میں جتنا جسے مقام نصیب ہو گا اُتنا ہی محبوب کے ادب کو ملحوظِ خاطر رکھے گا۔ قرآن و حدیث کے اوراق مقدسہ گواہ ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کے محبوب مکرم نبی اکرم ﷺ کے ادب و محبت کا سلسلہ ظاہری حیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شروع ہوا۔ لہٰذا انہیں اپنے محبوب ﷺ کا ادب و احترام، عزت، توقیر سکھانے کا ذمہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود لیا۔ قرآن حکیم کے اوراق مقدسہ گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام

(۱) الفتح، ۴۸: ۹

کی طرح نام لے کرنہیں بلایا بلکہ آپ ﷺ کی صفات اور آپ ﷺ کی اداؤں کے نام سے یادفرمایا مثلاً یٰسین، طٰہٰ، مدثر، مزمّل وغیرہ۔ وہ رب کریم کب یہ گوارہ کرتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس کے نبی کریم ﷺ کے سچے عاشق تھے وہ اس کے حبیب ﷺ کا اسم پاک لے کر یا کنیت سے مخاطب کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو یا محمد ﷺ یا ابا قاسم ﷺ کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی عظمت کی خاطر اس سے منع فرماتے ہوئے یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہنے کی ترغیب فرمائی۔

آپ ﷺ کی محفل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی آ کر بیٹھ جاتے تھے جن کے سینوں میں کھوٹ اور بغض وعناد بھرا ہوتا تھا۔ وہ جب آپ ﷺ سے مخاطب ہوتے تو ''راعنا'' کہہ کر آپ ﷺ کو متوجہ کیا کرتے تھے۔ ''راعنا'' ذومعنی لفظ ہے۔ ایک معنی تو یہی ہے کہ ''ہماری رعائیت فرمایئے''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں جب حاضر ہوتے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی فرمانِ ذیشان کو اچھی طرح نہ سمجھ سکتے تو عرض کرتے ''راعنا'' اے محبوبِ مکرم ﷺ! پوری طرح سمجھ نہیں سکے، رعائیت فرماتے ہوئے دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ عبرانی زبان میں یہی لفظ گستاخی اور بے ادبی کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی عزت وتعظیم کا یہاں تک پاس کیا کہ ایسا لفظ جس میں گستاخی اور بے ادبی کا شائبہ تک بھی ہو، آپ ﷺ کی بارگاہ میں ممنوع قرار دیا۔:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○(۱)

''اے ایمان والو! (نبی اکرم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے) رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظر کرم فرمایئے) کہا کرو

---

(۱) البقرة، ۲: ۱۰۴

اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے''ہ

''راعنا'' کی جگہ ''اُنظُرنا'' ''ہماری طرف نظرِ کرم فرمائیے'' کہا کرو۔ کیونکہ یہ لفظ ہر طرح کے احتمالاتِ فاسدہ سے پاک ہے اور وَاسۡمَعُوۡا کا حکم دے کر مزید تنبیہہ فرما دی کہ جب میرا نبی ﷺ تمہیں کچھ بتا رہا ہو، پوری طرح متوجہ ہو کر سنا کرو تا کہ ''اُنظُرنا'' کہنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ یہ بھی شانِ نبوت کے مناسب نہیں کہ ایک ہی بات آپ ﷺ سے بار بار پوچھی جائے۔ یہ کمالِ ادب ہے اور توقیر و تعظیم کی انتہاء ہے جس کی تعلیم عرش و فرش کا خالق خود غلامانِ تاجدارِ ختم نبوت کو دے رہا ہے۔

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کی تعظیم و توقیر اور اُن کی بارگاہ میں کلماتِ ادب عرض کرنا فرض ہے۔ وہ کلمہ جس میں بے ادبی کا شائبہ ہو یا جس میں ایسے عامیانہ الفاظ جو بے ادبی یا آپ ﷺ کی قدر و منزلت گھٹانے کی غرض سے جان بوجھ کر استعمال کیے جائیں، علمائے اسلام کا اس بات پر اجماع ہے ایسے کرنے والا بے ایمان ہو جاتا ہے۔(۱)

گستاخی اور بے ادبی پر مبنی عبارات

جس طرح آپ نے قرآن مجید کے تراجم میں ہونے والی علمی خیانتیں ملاحظہ کیں اس کے علاوہ ان کی دیگر کتب میں بھی ذات باری تعالیٰ، حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ، اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں توہین آمیز کلمات کا استعمال کیا گیا ہے۔ جو صراحتاً ان کی گمراہی پر دال ہیں۔ ذیل میں اس کے بھی چند نمونے پیش کیئے جائیں گے۔

(۱) قرطبی، فتاویٰ عالمگیری

تفہیم القرآن

مولانا مودودی صاحب کی تفسیر مع ترجمہ کی چند عبارات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں تا کہ ان کے غلط تراجم سے عامۃ الناس مطلع ہوں اور گستاخی کے مزاج سے آ گاہ ہوں۔

۱۔ انبیاء کو نفسِ شریر کے خطرے پیش آئے:

اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفسِ شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے۔(۱)

۲۔ نوح علیہ السلام میں جذبۂ جہالیت:

نوح علیہ السلام میں جذبۂ جہالیت تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انہیں متنبہ فرمایا کہ جس بیٹے نے حق چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے۔ محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔(۲)

۳۔ یونس علیہ السلام سے فریضۂ رسالت میں کوتاہی ہوئی:

تاہم قرآن کے ارشادات اور صحیفۂ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی ہی بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونس کے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئیں ہیں۔(۳)

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شرک کا ارتکاب:

جب ابراہیم علیہ السلام نے تارے کو دیکھ کر کہا کہ یہ میرا رب ہے اور جب چاند

---

(۱) تفہیم القرآن، جلد 1، صفحہ 161، طبع پنجم

(۲) تفہیم القرآن، جلد 2، صفحہ 344، 1964ء

(۳) تفہیم القرآن، سورہ یونس، جلد 2، حاشیہ صفحہ 312

سورج کو دیکھ کر انہیں اپنا رب کہا وہ اس وقت عارضی طور پر سہی شرک میں مبتلا نہ ہو گئے تھے؟ (۱)

مذکورہ بالا تراجم اور عبارات واضح طور پر انبیاء کرام کی گستاخی و بے ادبی پر مبنی ہیں، جنہیں قطعاً نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ انبیائے کرام کی ذواتِ مقدسہ اگر غلطیوں سے مبرّا نہیں تو ان کا پیغام رسالت کیونکر مکمل درست ہو سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)

ترجمان القرآن:

ترجمان القرآن کے مصنف مولانا عبد الکلام آپ بھی اسی مکتبہ فکر سے وابستہ ہیں، ان کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں اور آپ خود فیصلہ کریں کہ ان عبارات کی روشنی میں قرآن کی ترجمانی ہو رہی ہے یا دال میں کچھ کالا ہے۔

۱۔ ہر شخص خدا کا بندہ ہے جس طرح ایک نبی اس طرح شیطان رجیم بھی:

ہر شخص خدا کا عبد ہے مومن بھی اور کافر بھی۔ جس طرح ایک نبی اسی طرح شیطان رجیم بھی۔ (۲)

۲۔ نبی ہر وقت بلند ترین معیار پر قائم نہیں رہتا:

انبیاء بھی انسان ہوتے ہیں اور کوئی انسان بھی اس پر قادر نہیں ہو سکتا کہ ہر وقت اس بلند ترین معیار قائم رہے جو مومن کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ شرف انسان بھی تھوڑی دیر کیلئے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ (۳)

---

(۱) تفہیم القرآن نومبر، صفحہ 557

(۲) ترجمان القرآن، جلد 25، عدد 1,2,3,4، صفحہ65، مئی 1965ء

(۳) ترجمان القرآن، صفحہ 34، جون 1946ء

۳۔ انبیاء کے فیصلے غلط ہوتے تھے:

انبیاء کرام علیہم السلام رائے اور فیصلے کی غلطی بھی کرتے تھے اور بیمار بھی ہوتے تھے۔ آزمائشوں میں بھی ڈالے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ قصور بھی ان سے ہوتے تھے اور انہیں سزا بھی دی جاتی تھی۔ (۱)

۴۔ شیطان کا سدباب انبیاء بھی نہیں کر سکے:

شیطان کی شرارتوں کا ایسا سدِ باب کہ اسے کسی طرح گھس آنے کا موقع نہ ملے انبیاء علیہم السلام بھی نہ کر سکے تو ہم کیا چیز ہیں کہ اس میں پوری طرح کامیاب ہونے کا دعویٰ کر سکیں۔ (۲)

۵۔ موسیٰ علیہ السلام ملنگ ہیں:

یہ کیا بات ہوئی کہ ایک ملنگ ہاتھ میں لاٹھی لئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ (۳)

۶۔ نبی کریم ﷺ کچھ نہیں جانتے تھے:

آپ کا یہ حال تھا کہ جب تک وحی نے رہنمائی نہ کی آپ ﷺ ٹھٹھکے کھڑے تھے اور کچھ نہیں جانتے تھے کہ راستہ کدھر ہے۔ (۴)

۷۔ حضور ﷺ کا اندیشہ صحیح نہ تھا:

حضور ﷺ کو اپنے زمانے میں اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ

---

(۱) ترجمان القرآن، صفحہ 158، مئی 1955ء
(۲) ترجمان القرآن، صفحہ 57، جون 1946ء
(۳) ترجمان القرآن، صفحہ 34، 1965ء
(۴) ترجمان القرآن، جلد 39، عدد 1

نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور ﷺ کا اندیشہ صحیح نہ تھا۔ (۱)

سابقہ عبارات کو پڑھنے کے بعد ایک سادہ لوح مسلمان کا دل بھی غم وغصہ سے لبریز ہو جاتا ہے کہ انبیائے کرام کی وہ ہستیاں کہ جن پر اللہ سلامتی بھیجتا اور تذکرے کرتا ہے اور مخلوق کے لیے ان کو بطورِ نمونہ رکھتا ہے ان سے گناہوں، لغزشوں کا سرزد ہونا، انہیں حالات کا ادراک نہ ہونا، ان کے اندیشوں کا غلط ہونا، حتی کہ سید الانبیاء ﷺ پر بھی زبان طعن دراز کرنے سے نہ ہچکچانا اور آیات کو ان کے سیاق سے ہٹا کر من گھڑت ترجمے کرنا اور مطالب نکالنا سراسر امت کو گمراہی میں دھکیلنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔ اللہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

رسائل و مسائل

زیرِ نظر عبارت مولانا مودودی صاحب کی کتاب رسائل و مسائل سے لی گئی ہیں۔ انصاف کی نظر سے پڑھیے اور حقیقت آشنائی کی دولت حاصل کیجئے۔

۱۔ موسیٰ علیہ السلام کا گناہ:

نبی ہونے سے پہلے حضرت موسی علیہ السلام سے ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا۔ (۲)

۲۔حضور ﷺ کو ایمان کا حل معلوم نہ تھا:

تم کچھ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ (۳)

۳۔علمِ نبی نبوت سے پہلے عام انسانی علوم کی طرح ہوتا ہے:

انبیاء علیہم السلام وحی آنے سے جو علم رکھتے تھے اس کی نوعیت عام انسانی علوم سے کچھ مختلف نہ تھی۔ ان کے پاس نزولِ وحی سے پہلے کوئی ایسا ذریعۂ علم نہ ہوتا تھا جو

(۱) ترجمان القرآن، فروری 1926ء

(۲) رسائل و مسائل، صفحہ 31، مطبوعہ بار دوئم، 1954ء

(۳) رسائل و مسائل، صفحہ 26

دوسرے لوگوں کو حاصل نہ ہو۔ (۱)

ان آیات میں موسیٰ علیہ السلام کو گناہ گار، سیدالمرسلین ﷺ کو ایمان سے جاہل/بے خبر اور علمِ نبوت کو عام علوم کی طرح کہہ کر صرحتاً غلط بیانی اور گستاخی سے کام لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور ایسے غلط اور توہین آمیز نظریات کی گرد سے بھی بچائے۔

متفرق عبارات

یہ عبارات دستور جماعت اسلامی، تجدید و احیائے دین، پردہ، اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے، پردہ نامی کتب و رسائل کی ہیں پیش خدمت ہیں۔

۱۔ نبی ان پڑھ چرواھا:

قانون جو ریگستان کے اَن پڑھ چرواہے نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ (۲)

۲۔ محمد اسلامی تحریک کا لیڈر:

اسلامی تحریک کے تمام لیڈروں میں محمد ﷺ ہی وہ تنہا لیڈر ہیں۔ (۳)

۳۔ اس امت میں کوئی مجدّد کامل نہیں ہوا:

تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدّد کامل پیدا نہیں ہوا۔ قریب تھا کہ اس منصب پر فائز ہوتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ (۴)

یہاں انبیائے کرام کو اَن پڑھ چرواہا، سید المرسلین کو فقط اسلامی تحریک کا لیڈر اور صحابہ، اہل بیت و صالحین کے قدوہ ہونے کی نفی وغیرہ جیسی باتیں بیان کی گئیں جو گستاخی و جہالت پر مبنی ہیں۔

---

(۱) رسائل و مسائل، جلد 1، صفحہ 26

(۲) پردہ، صفحہ 150

(۳) اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے، صفحہ 23

(۴) تجدید و احیاء دین، صفحہ 49

اہل تشیع کی توہینِ خلفاء راشدین، صحابہ اکرام اور امہات المومنین رضی اللہ عنہم

دیگر فرقوں کی طرح بعض شیعہ حضرات نے بھی خلفائے راشدین، امہات المومنین اور صحابہ کرام کے بارے میں گستاخیوں اور علمی خیانتوں پر مبنی عبارات تحریر کیں جن کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تعصب، کم علمی اور جہالت کا نتیجہ ہے۔ ان میں سے چند ایک حاضرِ خدمت ہیں

☆ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد چار (۴) کے سوا باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم مرتد ہو گئے۔ (۱) (نعوذ باللہ)

After Prophet Muhammad (s.a.w.w)'s death all his disciples except four became apostate (Na'uzubillah).

[Anwaar-ul-Na'umania, Vol#1, Pg#81 - Published Iran]

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شیطان سے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو غضب کیا۔ (۲) (نعوذ باللہ)

Umar (r.a) told to Satan that he had invaded the Caliphate of Ali (r.a) (Na'uzubillah). [Anwaar-ul-Na'umania, Vol#1, Pg#82 - Published Iran]

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی دنیا و آخرت میں رسوائی کی بد دعا کی۔ (۳) (نعوذ باللہ)

Ali (r.a) imprecated Talha (r.a) and Zubair (r.a) to ruin in

---

(۱) الانوار النعمانیه، ج ۱، ص ۸۱۔ طبع ایران
(۲) الانوار النعمانیه، ج ۱، ص ۸۲۔ طبع ایران
(۳) اصول الکافی، ج ۲، ص ۱۸۹۔ طبع ایران

life and thereafter (Na'uzubillah). [Usool-ul-Kaafi, Vol#2, Pg#189 - Publish Iran]

☆ خلفائے ثلاثہ ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ، حضرت علی ﷺ کی ولایت کے انکار کی وجہ سے کافر ہو گئے۔(۱) (نعوذ باللہ)

The first three Caliphs (r.a) and other Sahabah (r.a) became apostate due to the denial of Ali (r.a)'s prophecy (Na'uzubillah). [Usool-ul-Kaafi, Vol#2, Pg#184 - Published Iran]

☆ حضرت معاویہ ﷺ کو ہر برائی سے منسوب کیا جا سکتا ہے (نعوذ باللہ)۔(۲)

Mua'wiyah (r.a) can be associated with whole vice (Na'uzubillah). [A.S.S, Pg#21 - Published Karachi]

☆ حضرت جعفر صادق ﷺ اُس وقت تک جائے نماز (مصلّے) سے نہیں اٹھتے تھے جب تک وہ ابو بکر ﷺ، عمر ﷺ، عثمان ﷺ، معاویہ ﷺ، عائشہ ﷺ، حفصہ ﷺ، ہند ﷺ اور ام الحکم ﷺ پر لعنت نہیں بھیج لیتے (شیعہ کا الزام) (نعوذ باللہ)(۳)

Ja'far Sadiq (r.t.a) never stood up from the prayer mat unless he had not sent curse upon Abu-Bakr (r.a), Umar (r.a), Mua'wiyah (r.a), Ayesha (r.a), Hafsa (r.a), Hind (r.a) and Umm-ul-Hakm (r.a) (Na'uzubillah). [A'yn-ul-Hayat, Pg#599 - Published Iran]

☆ اصل قرآن ظہور امام مہدی تک نظر نہیں آئے گا۔(۴)

☆ نہ ہم اُس رب کو مانتے ہیں نہ اُس رب کے نبی کو مانتے ہیں جس کا خلیفہ ابو بکر ﷺ

(۱) اصول الکافی، ج ۲، ص ۱۸۴۔ طبع ایران
(۲) اے ایس ایس، ص ۲۱۔ طبع کراچی
(۳) عین الحیوٰۃ، ص ۵۹۹۔ طبع ایران
(۴) الانوار النعمانیہ، ج ۲، ص ۳۶۰، طبع ایران

ہو۔[۱] (نعوذ باللہ)

Neither we accept such Lord nor do we accept the Prophet of such Lord whose Caliph is Abu-Bakr (r.a) (Na'uzubillah). [Anwaar-ul-Na'umania, Vol#2, Pg#278 - Published Iran]

☆ کسی نبی کو اُس وقت تک نبوت سے سرفراز نہیں کیا گیا جب تک اُس نے اللہ کے لئے صفتِ بداء (جھوٹ) کا اقرار نہیں کر لیا۔ (نعوذ باللہ)[۲]

None of the Prophets (a.s) had been bestowed with the Prophet Hood until He declared His belief in the fallacy character of Allah (Na'uzubillah). [Usool-ul-Kaafi, Vol#1, Pg#265 - Published Iran]

☆ تقدیر کا انکار، جزا اور شر اللہ کی طرف سے نہیں۔ (نعوذ باللہ)[۳]

Disclaimer to the doctrines that fate, benediction and vice belong to Allah. (Na'uzubillah) [Usool-ul-Kaafi, Vol#1, Pg#293 - Published Iran]

☆ (۱۴) چہاردہ معصومین، اللہ کی طرح بے مثل و بینظیر ہیں۔ (نعوذ باللہ)[۴]

The fourteen innocents (Ma'sumeen) are incomparable and unprecedented like Allah. (Na'uzubillah) [Chouda Sitaray, Pg@2 - Published Lahore]

☆ اماموں کا رتبہ ہر نبی اور ہر فرشتے سے بلند ہے۔ (نعوذ باللہ)[۵]

☆ اللہ اور علی ؓ میں فرق ﴿خاتم سلیمان کا مالک، یوم حساب کا مالک، صراط اور میدانِ

(۱) الانوار النعمانیہ، ج ۲، ص ۲۷۸۔ طبع ایران
(۲) اصول الکافی، ج ۱، ص ۲۶۵۔ طبع ایران
(۳) اصول الکافی، ج ۱، ص ۲۹۳۔ طبع ایران
(۴) چودہ ستارے، ص ۲۔ طبع لاہور
(۵) حکومت اسلامیہ، ص ۵۲۔ طبع ایران

حشر کا مالک، درختوں کو پتے دینے والا، پھلوں کو پکارنے والا، چشموں کو جاری کرنے والا، نہروں کو بہانے والا...... ﴾نعوذ باللہ۔ (۱)

There is no difference between Allah and Ali (r.a) such as in the virtues for; The master of Khatim-e-Suleman, The Master of Doomsday, The master of Siraat (The Bridge over Hell) an Renaissance Field, The Creator of leaves on the trees, The one who ripens the fruits, The one who continued fountains, The one who made drift in the canals (Na'uzubillah). [Jila-ul-A'yoon, Vol#2, Pg#85 - Published Lahore]

☆ اللہ کو حاضر و ناظر کہنا بے دینی ہے (نعوذ باللہ)۔ (۲)

To call Allah Omnipresent and Omniscient is against faith (Na'uzubillah). [Jila-ul-A'yoon, Vol#2, Pg#85 - Published Lahore]

☆ محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، یہ انہی کی صفت ہے نہ کہ اللہ کی (نعوذ باللہ)۔ (۳)

Muhammad (s.a.w.w) and his descendants are omnipresent and omniscient, and it is only thesis quality, not of Allah's (Na'uzubillah). [Jila-ul-A'yoon, Vol#2, Pg#85 - Published Lahore]

قارئین ان عبارات میں اہل بیت اور صحابہ و امہات المومنین میں خانہ جنگی و دشمنی کے ماحول کا ذکر گھڑا گیا اور حضراتِ صحابہ ﷺ و امہات المومنین کے معاملے میں اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کیا گیا ہے جو سراسر پراگندہ ذہنی کا ثبوت اور سورج پر تھوکنے کے مترادف ہے۔

(۱) جلا العیون، ج ۲، ص ۲۰۔ طبع لاہور
(۲) جلا العیون، ج ۲، ص ۸۵۔ طبع لاہور
(۳) جلا العیون، ج ۲، ص ۸۵۔ طبع لاہور

قادیانیوں کی گستاخانہ عبارات

نام نہاد مسلمان دینِ قادیان جو اسلام میں ایک بہت بڑا فتنہ اٹھا اور اب اس کے دین اسلام سے خارج ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، جس کی ضرب ختمِ نبوت پر تھی، نے اپنے بے شمار گمراہ کن نظریات کے بل بوتے پر مسلمان امت کو کفر کی طرف دھکیلنے کی کوشش کی، جنکی چند عبارات بطورِ نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

☆ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔(۱)

☆ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین، خدا کی طرف سے آیا ہے، جو کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ، اس کا دشمن جہنمی ہے۔(۲)

ہفوات مرزا: مرزا کے واہیات دعوے اور بیہودہ پیشن گوئیاں بے شمار ہیں اختصار کے ساتھ چند قارئین کے سامنے پیش ہیں جو مرزا کے دماغی خلل، کھلی گمراہی اور قطعی کفر کا بین ثبوت ہیں۔

☆ **وانت من ماءِ نا.** ترجمہ: اور تو ہمارے پانی سے ہے۔(۳)

☆ **انت منی بمنزلة ولدی.** ترجمہ: تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔(۴)

قادیانی کی بکواسات قرآن کریم کے صریح خلاف ہیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾(۵)

---

(۱) دافع البلاء، ص 11

(۲) انجام آتھم، ص 62

(۳) اربعین نمبر 2، ص 43

(۴) حقیقت الوحی، ص 86

(۵) سورۂ اخلاص: 3

''نہ اس کی کوئی اولاد (ہے) اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔'' (کنز الایمان)

☆ خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔ (۱)

☆ پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف ابن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ (۲)

☆ حق بات یہ ہے کہ آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (۳)

☆ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ (۴)

☆ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ (۵)

☆ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ (۶)

☆ حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں۔ (۷)

ان عبارات سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوتی ہے کہ قادیانی ختمِ نبوت کے منکر، کفر کے داعی اور اپنے جھوٹے نبی کی محض دکانداری چمکانے اور اسلام کو تباہ و برباد کرنے

---

(۱) حقیقت الوحی، ص 137
(۲) براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص 99
(۳) حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم، ص 98
(۴) حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم، ص 7
(۵) انجام آتھم حاشیہ، ص 5
(۶) کشتئ نوح حاشیہ، ص 73
(۷) ازالۂ اوہام، ص 288

کے منصوبے پر عمل پیرا ہیں جن سے بچنا ہر صورت لازم ہے۔

دیوبندی، وہابی، تبلیغی گروہ کے چند عقیدے

قادیانیوں کی تحریک بلاوجہ نہ تھی نہ ان میں دفعتاً اس قدر جرات در آئی تھی بلکہ ان کو اس کام پہ ابھارنے والی وہ عبارات بھی تھیں جو اسلام کے نام نہاد ٹھیکیدار اپنی کتابوں میں لکھ کر ان پر نہ صرف مُصر تھے بلکہ ان کی طرف دعوت بھی دے رہے تھے۔ ملاحظہ ہوں

☆ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔(۱)

☆ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے جب بندے کرتے ہیں تو اللہ کو علم ہوتا ہے۔(۲)

☆ شیطان اور ملک الموت کا علم حضورِ اکرم ﷺ سے زیادہ ہے۔(۳)

☆ اللہ تعالیٰ کے نبی کو اپنے انجام اور دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔(۴)

☆ حضورِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جیسا اور جتنا علمِ غیب عطا فرمایا ہے ویسا علم جانوروں، پاگلوں اور بچوں کو بھی حاصل ہے۔(۵)

☆ نماز میں حضورِ اکرم ﷺ کی طرف خیال کا صرف جانا بھی بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے بھی بہت برا ہے۔(۶)

☆ لفظ ''رحمۃ للعالمین'' رسول اللہ (ﷺ) کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے

(۱) فتاویٰ رشیدیه، ج ۱، ص ۱۹
(۲) تفسیر بلغة الحیران، ص ۱۵۷، ۱۵۸
(۳) براہینِ قاطعه، ص ۵۱
(۴) براہین قاطعه، ص ۵۱
(۵) حفظ الایمان، ص ۷
(۶) صراط مستقیم، ص ۸۶

علاوہ بھی دیگر بزرگوں کو رحمۃ للعالمین کہہ سکتے ہیں۔ (۱)

☆ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی سمجھنا، عوام کا خیال ہے۔ علم والوں کے نزدیک یہ معنی درست نہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے بعد بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (۲)

☆ حضورِ اکرم ﷺ کو دیوبند کے علماء کے تعلق سے اردو زبان آئی۔ (۳)

☆ نبی کی تعظیم صرف بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے۔ (۴)

☆ اللہ چاہے تو محمد (ﷺ) کے برابر کروڑوں پیدا کر ڈالے۔ (۵)

☆ حضورِ اکرم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے۔ (۶)

☆ نبی، رسول سب ناکارہ ہیں۔ (۷)

☆ نبی کا ہر جھوٹ سے پاک اور معصوم ہونا ضروری نہیں۔ (۸)

☆ نبی کی تعریف صرف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو۔ (۹)

☆ بڑے یعنی نبی اور چھوٹے یعنی باقی سب بندے، بے خبر اور نادان ہیں۔ (۱۰)

(۱) فتاویٰ رشیدیہ، ج ۲، ص ۱۲
(۲) تحذیر الناس، ص ۳، ۲۳، مکتبہ دارالکتاب، ۴۲
(۳) براہین قاطعہ، ص ۲۶
(۴) تقویۃ الایمان، ص ۱۱۱
(۵) تقویۃ الایمان، ص ۲۸
(۶) تقویۃ الایمان، ص ۵۹
(۷) تقویۃ الایمان، ص ۲۹
(۸) تصفیۃ العقائد، ص ۲۵
(۹) تقویۃ الایمان، ص ۳۵
(۱۰) تقویۃ الایمان، ص ۳

☆ بڑی مخلوق یعنی نبی اور چھوٹی مخلوق، یعنی باقی سب بندے اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔(۱)

☆ نبی کو طاغوت (شیطان) بولنا جائز ہے۔(۲)

☆ گاؤں میں جیسا درجہ چودھری، زمیندار کا ہے ویسا درجہ اُمت میں نبی کا ہے۔(۳)

☆ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، نبی اور ولی کچھ نہیں کر سکتے۔(۴)

☆ حضورِ اکرم ﷺ بے حواس ہو گئے۔ دہشت کے مارے ہوش اڑ گئے۔(۵)

☆ اُمتی بظاہر عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے۔(۶)

☆ دیوبندی ملاں نے حضورِ اکرم ﷺ کو پل صراط سے گرنے سے بچا لیا۔(۷)

☆ **لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ** اور **اللھم صل علیٰ سیدنا و نبینا اشرف علی** کہنے میں تسلی ہے، کوئی خرابی نہیں۔(۸)

☆ میلاد نبی منانا ایسا ہے جیسے ہندو کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں۔(۹)

---

(۱) تقویۃ الایمان، ص ۴۴
(۲) تفسیر بلغۃ الحیران، ص ۴۳
(۳) تقویۃ الایمان، ص ۱۱۶
(۴) تقویۃ الایمان، ص ۸۳
(۵) تقویۃ الایمان، ص ۱۰۵
(۶) تحذیر الناس، ص ۵
(۷) بلغۃ الحیران، ص ۸
(۸) رسالہ الامداد، ص ۳۵، مجریہ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ روداد مناظرہ (گیا) الفرقان، ج ۳، ص ۵۸
(۹) فتاویٰ میلاد شریف، ص ۸۔ براہین قاطعہ، ص ۱۴۸

☆ حضورِ اکرم ﷺ اور دجّال دونوں بالذات حیات سے متصف ہیں، جو خصوصیت نبی کریم ﷺ کی ہے وہی دجال کی ہے۔ (۱)

☆ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (۲)

☆ اللہ کو مانو، اس کے سوا کسی کو نہ مانو۔ (۳)

☆ اللہ کے روبرو سب انبیاء و اولیاء ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (۴)

☆ نبی کو اپنا بھائی کہنا درست ہے۔ (۵)

☆ نبی اور ولی کو اللہ کی مخلوق اور بندہ جان کر وکیل اور سفارشی سمجھنے والا، مدد کیلئے پکارنے والا، نذر نیاز کرنے والا مسلمان اور کافر ابوجہل، شرک میں برابر ہیں۔ (۶)

☆ درودِ تاج ناپسندیدہ ہے اور پڑھنا منع ہے۔ (۷)

☆ دیوبندیوں کے ایک بڑے (سید احمد رائے بریلوی) کو حضرت علی (ؓ) نے اپنے ہاتھ سے نہلایا اور حضرت فاطمہ (ؓ) نے (اس برہنہ کو) اپنے ہاتھ سے کپڑے پہنائے۔ (۸)

قارئین یقیناً انگشت بدندان ہوں گے کہ کوئی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والا

---

(۱) آب حیات، ص ۱۶۹

(۲) تقویۃ الایمان، ص ۵۶

(۳) تقویۃ الایمان، ص ۱۴

(۴) تقویۃ الایمان، ص ۵۴

(۵) براہین قاطعہ، ص ۳

(۶) تقویۃ الایمان، ص ۷، ۲۷

(۷) فضائل دُرود شریف، ص ۷۳۔ تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۱۱۷

(۸) صراط مستقیم فارسی، ص ۱۶۴، اردو، ص ۲۸۰

تو دور کی بات، کافر بھی اس قدر غلیظ اور بڑی گستاخیوں کا مرتکب نہ ہوا۔ اس سے دیوبندی، وہابی، تبلیغی عقیدے کی قلعی کھل جاتی ہے کہ دراصل قادیانیوں کو راستہ فراہم کرنے والے یہی لوگ تھے ان کر بڑا کردار تھا۔

میرے کلمہ گو نوجوانو!

مذکورہ بالا تراجمِ قرآنی اور مختلف کُتب کے حوالہ جات وہ چند عبارات ہیں جو صرف حقیقت واضح کرنے کے لئے نمونے کے طور پہ پیش کی گئیں تاکہ منصف مزاج اخلاص کے ساتھ حق کے متلاشی اپنی مراد تک پہنچ سکیں۔ مذکورہ بالا عبارات، اور گستاخانہ الفاظ لکھنے والے شاید ہی اس دنیا میں اب موجود ہوں۔ اور پھر کسی پر الزام تراشی گناہِ کبیرہ ہے۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ دوستی اور دشمنی کا معیار صرف اور صرف اَلْحُبُّ للهِ وَ الْبُغْضُ للهِ کے اصول پر مبنی ہو تو دنیا اور آخرت میں کامیابی ہے ورنہ ناکامی ہی ناکامی ہے۔ اگرچہ بظاہر چند روز حواریوں کے زور پہ بھلے بھلے ہو بھی جائے۔ الحمدللہ خدا گواہ بنا کر کہا جا سکتا ہے اِن میں سے کسی سے ذاتی اور خاندانی عناد و عداوت نہیں ہے۔

جن علماء کے عقائد و نظریات اور بے باک قلم سے گستاخانہ تحریریں جن میں مومن سے لے کر اولیائے کرامؒ، صحابہ کرام ﷺ، اہلِ بیت ﷺ، انبیائے عظام علیہم حتیٰ کہ سید الانبیاء جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ پر بے ادب جملے لکھے گئے بلکہ یہاں تک بس نہیں کی گئی، خود ذاتِ باری تعالیٰ وحدہٗ لا شریک کے حضور بھی بے ادب اور نامناسب الفاظ منسوب کر دیئے گئے جس کی جسارت ماضی میں شاید ہی کسی نے کی ہوگی۔

میرے اسلامی بھائیو! خدا بہتر جانتا ہے ان عبارات کو نقل کرتے ہوئے بھی ایک خوف و خشیت محسوس کر رہا ہوں کہ میرا قلم اُن بے ادب جملوں کو مس کر رہا ہے۔ لیکن یہ ہمت اس لیے کی جا رہی ہے کہ حقیقت کا اظہار ہو، حقیقتِ حال مخفی نہ رہے اور آنے والی نسل کا ایمان و عقیدہ محفوظ رہے۔

اُمتِ مسلمہ کا اللہ کی تقدیس و شان، وحدہٗ لا شریک ہونے پر ایمان رکھنا اور نبی اکرم ﷺ کی بے مثال پہ ایمان رکھتے ہوئے، خداداد سارے کمالات، اختیارات پر بھی یقین رکھنا اور ہر حال میں اُن سے محبت و ادب کا رشتہ قائم رکھنا از حد ضروری ہے۔

وہ سارے عقائد اسلامیہ اور وہ معمولات جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں صحابہ کرام ﷺ سے تابعین، آئمہ مجتہدین اور آئمہ محدیثین علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین بغیر کسی تعطل کے امت مسلمہ میں موجود ہیں۔ امت کی کثرت بدعقیدگی کے اس دور میں اپنائے ہوئے ہیں، وہ ہی عقائد و معمولات جس کے امین و وارث اہلِ سنت والجماعت ہیں۔ وہ عقائد و معمولات قرآنی آیات اور کتبِ احادیث کی روایات سے ثابت ہیں۔ نسل در نسل اور سینہ بہ سینہ بغیر کسی توقف سے امت کی کثرت اپنائے ہوئے ہے۔ آج بھی اسی نجات یافتہ گروہ کے افراد اسی وراثت و امانت کو بغیر خیانت کے سنبھالے ہوئے عرب و عجم کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی کروڑوں اہلِ ایمان اُن ہی عقائد و معمولات کو اپنائے ہوئے ہیں۔ جنہیں وہابی، دیوبندی علماء بدعت، شرک اور حرام قرار دے کر نوجوانانِ ملت اسلامیہ کو ان سے دور کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ چاروں فقہی امام اور ان کے پیروکاروں کے بنیادی عقائد میں کوئی اختلاف نہیں۔ ان کے درمیان کیفیتِ عمل میں اختلافات ہیں۔ یہ فروعی اختلافات ہیں۔ انہیں اختلافات کو امت کے درمیان رحمت قرار دیا گیا ہے۔ اسی لیے ایسے فروعی اختلافات میں الجھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

لیکن اگر بنیادی عقائد میں اختلاف رونما ہو جائے جن کا تعلق ضروریاتِ دینیہ سے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کا خوف اور رسولِ گرامی ﷺ سے محبت و اطاعت اور قبر و قیامت پہ یقین رکھنے والے آنکھیں نہیں بند کر سکتے اور نہ ہی وہ یہ کہہ سکتے ہیں: جی ہم تو سیدھے سادھے مسلمان ہیں، ہمارے نزدیک سب صحیح ہے۔

جب کہ آقا تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کا واضح ارشاد گرامی موجود ہے کہ: میری امت کے تہتر (73) فرقے ہوں گے اُن میں سے بہتر (72) جہنمی ہوں گے اور صرف ایک جنتی۔(حوالہ صحیح عبارت و ترجمہ)۔ لہٰذا ایسی صورت میں ایک جانب کی حمایت اور دوسری جانب سے برأت کرنا پڑے گی۔ باطل مختلف صورتوں میں موجود ہوسکتا ہے۔حق ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے۔سارے حق نہیں ہو سکتے۔ایک ہی سے تعلق قائم رکھنا ہوگا۔

برادرانِ اسلام! قرآن حکیم کلمہ پڑھنے والوں کو:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ○﴾ (۱)

’’ہمیں سیدھا راستہ دکھا○ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اِنعام فرمایا○ ان لوگوں کا نہیں جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ (ہی) گمراہوں کا○‘‘

صرف راہِ راست جو کہ انعام یافتہ لوگوں کی راہ کی ہدایت طلب کرنے کی نا صرف تعلیم دیتا ہے بلکہ تلقین کرتا ہے اور جن پر غضب ہوا وہ گمراہوں سے پناہ سے ترغیب دیتا ہے۔مزید صالحینِ امت کے معمولات پر قائم رہنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ درج ذیل آیت کریمہ بھی تلاوت فرمائیں:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا○﴾ (۲)

’’اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ (خود) پھر گیا ہے اور (بالآخر)

---

(۱) الفاتحہ، ۱: ۵۔۷

(۲) النساء، ۴: ۱۱۵

اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہےo''

آیت بالکل واضح کر رہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا بغض، مخالفت اور توہین بد نصیب بنا دیتی ہے اور عقائد و معمولات جو امتِ مسلمہ تسلسل کے ساتھ اپنائے ہوئے ہے، انعام یافتہ اور ہدایت یافتہ مقبولانِ بارگاہِ رب کریم صحابہ کرام ﷺ، اہلِ بیتِ اطہار ﷺ، علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین صدیوں سے اُن عقائد و معمولات پر قائم و دائم رہے یہاں تک کہ اُن پر اجماعِ امت ثابت ہو ایسے عقائد و اعمال کی مخالفت سے انسان توفیقِ الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے اور شیطان کے ہاتھ محض ایک کھلونا سا بن کر رہ جاتا ہے اور لعین جسے چاہتا ہے اُسے استعمال کرتا رہتا ہے۔ العیاذ باللہ

حضور قبلہ عالم امام الاولیاء حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی کا ارشادِ گرامی اسی مفہوم کی عکاسی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''شیطان پہلے عزازیل تھا (یعنی حق تعالیٰ کا مقرب و معزز بندہ) لیکن اللہ تعالیٰ کے آگے برگزیدہ، مقبول و محبوب نبی حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ بغض و عداوت اور ان کی بے ادبی اور گستاخی کرنے کی وجہ سے راندۂ بارگاہِ خداوندی بن گیا۔ پھر اس نے اپنے پیروکاروں کو یہی ترغیب دینے کا پختہ عہد کیا یعنی انبیائے مرسلین اور صالحین امت کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا اور اُن کی بے ادبی و گستاخی کرنا۔''

دعوتِ فکر

اللہ تعالیٰ کو معبودِ برحق اور رسول کریم ﷺ کو رسول برحق اور تاجدارِ کائنات ماننے والوں سے میری ادنیٰ سی گذارش ہے کہ خدا تعالیٰ، رسول خدا ﷺ، اہل بیت اطہار ﷺ، صحابہ کرام ﷺ کے بارے میں رکیک جملے، گستاخانہ عبارات و عقائد اپنی کتابوں میں لکھنے والوں سے پہلے صدیوں سے جن عقائد و معمولات پر امت مسلمہ اپنے عظیم پیشواؤں، جیّد علماء ربّانیین کی معیت میں کاربند رہے۔ مذکورہ بالا مولوی صاحبان (جنہوں نے اپنی

اپنی کتابوں میں گستاخانہ عقائد اور عبادات لکھی ہیں) امت صدیوں سے جنہیں اپنائے ہوئے تھی، اُن سے نہ صرف الگ نظریات پیش کئے بلکہ اُن کو شرک بدعت اور حرام قرار دے کر نئے فرقہ کی بنیاد ڈال دی۔

مسلکی ٹائٹل دیوبندی، وہابی، شیعہ، اہل حدیث تھوڑی دیر ان بندھنوں سے ہٹ کر سوچیں اپنی قبر، قیامت کو پیش نظر رکھ کر دیکھیں۔ توہین آمیز جملے لکھنے والے پوری امت جن عقائد و اعمال پر موجود ہے اس سے ہٹ کر ایسے نظریات پھیلانے والے لوگ جن میں اللہ کی توہین، نبی کی بے ادبی، صحابہ و اہل بیت کا بغض و عناد موجود ہو، وہ کون لوگ ہیں (صاف ظاہر ہے وہ عالم ہو گا یا نام نہاد شیخ یا پیر ہو گا یا پھر دانشور ہو گا)۔ کیا ہم مولوی صاحبان اور شیوخ طریقت کی محبت وعقیدت میں اتنے آگے گزر گئے ہیں کہ وہ اگر خدا تعالیٰ اور رسول گرامی ﷺ کی بارگاہ میں توہین آمیز عقائد رکھے، صحابہ و اہل بیت ﷺ کی توہین پہ مبنی تقریر کرے، تحریر لکھے، سلف صالحین کو گمراہ کہتا پھرے۔ سب کچھ ماننے پر تیار ہو جائیں، سرِ تسلیم خم کرتے چلے جائیں۔ اس لیے پھر بھی کہ وہ ہمارے مولوی صاحب اور ہمارے شیخ ہیں، ہماری جماعت کے امیر ہیں۔ اہلِ ایمان یاد رکھیں ہم نے کلمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کا پڑھا ہے۔ علماء و مشائخ عظام سے محبت وعقیدت اللہ تعالیٰ اور محبوب کریم ﷺ ہی کی وجہ سے رکھی جاتی ہے کہ اُن کے دین کے خدمتگار ہیں۔ خادم اگر آقا کا باغی ہو جائے، بے ادب ہو جائے اُس سے تو پھر کیسی محبت وعقیدت؟ فوراً ایسے شخص سے دوری اختیار کریں۔ پھر اپنا ایمان بچائیں کہ قبر اپنی اپنی ہو گی۔ ورنہ وہ ایمان اور قبر برباد کر دے گا۔ اگر کوئی شخص گستاخانہ عقائد و نظریات پیش کرے اللہ تعالیٰ، رسول گرامی ﷺ، اہل بیت اطہار و صحابہ کرام ﷺ کے بارے میں بدعقیدگی پھیلائے، مذکورہ بالا نامناسب و بے ادب الفاظ اللہ تعالیٰ و دیگر مقدس ہستیوں کی طرف منسوب کرے یا اُن جیسے کوئی الفاظ اور رکیک جملے ان ذواتِ مقدسہ کے لئے بولے یا لکھے اور وہ اپنے نام کے ساتھ شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی یا سلاسل روحانیت وطریقت نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی

اور شاذلی کا ٹائٹل بھی چسپاں کرے، ایسے شخص سے بدعقیدگی اور پوری امت مسلمہ سے ہٹ کر ایک غلط سوچ پھیلانے کی وجہ سے اس کے دام تزویر سے نجات میں ہی ایمان کی نجات ہے۔ یہی نظریہ ہی سچا اور سُچا ہے۔

(ہم سب کو مانتے ہیں مگر مصطفیٰ ﷺ کے بعد)

ہم سب کو مانتے ہیں خدا و مصطفیٰ ﷺ کے بعد۔

دوسری اہم گزارش اہل ایمان کی خدمت میں یہ ہے کہ آپ نے دیکھا کہ قرآن عظیم کی آیات کے تراجم میں کس قدر توہین آمیزی ہے۔ کس قدر نازیبا و نامناسب الفاظ معبود برحق کی ذات کے ساتھ منسوب کر دیے گئے۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ وہ ذات برحق رب کریم ہے جو شان قدوس کا مالک ہے۔

مخلوق میں عظیم ترین محبوب ترین ہستی ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں انتہائی بے ادب جملے منسوب کیے گئے، آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے۔ میرا سوال دردِ دل رکھنے والے اہل ایمان سے، جو مسلکی تعصّبات کے بُت جو ہم نے بنا لیے ہیں اُن سے ہٹ کر بھی سوچ لیتے ہیں، اُن سے ہے، ہر آیت قرآن کے تراجم ایک غیر مسلم (Non-Muslim) یا New Muslim پڑھتا ہے، وہ مسلمانوں کے الٰہ برحق اور مسلمانوں کے رسول برحق کے بارے میں کیا عقیدہ رکھے گا۔

اب ظلم کی انتہا یہ ہے کہ برصغیر سے UK اور یورپ دیگر ممالک میں آنے والے وہابی دیوبندی علماء کے پیروکار اور ان کی تنظیمیں، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، حزب التحریر وغیرہ ان ہی تراجم قرآن کو انگلش میں تبدیل کر کے یہاں ''دعوۃ'' کے نام پر انگریز لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں اور آنے والی مسلمان نسل کو سکھاتے اور پڑھاتے ہیں۔ ان علماء سے عقیدت اور امارت میں یہ سارے کام کرنے والے نوجوان سے لِلّٰہ یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں، ان آیات کے تراجم تنہائی میں بیٹھ کر پڑھیں اور خود غور کریں کیا اللہ تعالیٰ

اور اس کے رسول کریم ﷺ کے بارے بے ادب جملے استعمال ہوئے کہ نہیں۔ وہ گستاخانہ عبارات جو کتب میں موجود ہیں کیا ان میں بے ادبی ہے کہ نہیں؟

جن علماء کی کتب اور حوالہ جات درج کئے گئے کوئی بھی ان کا انکار نہیں کرتا۔ اب یہ کتب کے حوالے اصل کتب سے آپ مختلف ویب سائٹس اور DVDs میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اگر آپ کی ایمانی دنیا تصدیق کرتی ہے تو پھر خدارا ان گستاخانہ جملوں کی تصحیح کر دیں یا پھر ان تراجم کی تقسیم روک دیں اور ان علماء کے کئے ہوئے تراجم تبلیغ کیلئے دیئے جائیں جو ایسی توہین آمیز عبارات و تراجم سے محفوظ ہوں کیونکہ اگر ان علماء کی مذکورہ بالا کتب اور قرآنی تراجم ہی عام کریں گے تو مخالفین اسلام جو ہمارے دین کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے میں مشغول رہتے ہیں، بالخصوص اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم تاجدار ختم نبوت ﷺ کے خلاف مواد فراہم کرنے میں مدد کرنے والوں میں شامل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ تقدیس ماننا اور نبی اکرم ﷺ کا ادب و احترام کرنا ہر اُمتی پہ فرض ہے، ہر وقت اور ہر حال میں فرض ہے۔

حي على الفلاح!

اے مومن اگر تو ایمان کو سب سے بڑی دولت یقین کرتا ہے، تو پھر عقل و تنقید کی ویران دنیا کو چھوڑ اور محبت و عشق اور ادب و احترام کے گلستان میں قدم رکھ۔ آفتابِ نبوت ﷺ کے ان چمکتے دمکتے ستاروں اور گلزارِ رسول ﷺ کے ان سدا بہار پھولوں کے ایمان و ایقان کے نور اور مہک سے تیرے دل کی دنیا بھی ایمان و یقین کے نور و خوشبو سے روشن و مطہر ہو جائے گی۔

آمصلّٰی بچھا! تسبیح ہاتھ میں لے!

مولا کریم سبحانہ و تعالیٰ کے نورِ توحید کے سائے میں بیٹھ کر گنبدِ خضراء کے مکیں

ﷺ کے فیضان کے جلووں میں گم ہو کر درود شریف پڑھنا شروع کر دے۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّأَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ.

پھر یقین کامل رکھ کہ قیامت میں اللہ کریم ہمارا حشر اپنے حبیب لبیب ﷺ کے تصدق و توسل سے ان پاکیزہ اور مطہر ہستیوں کے ساتھ فرمائے گا۔

سترہواں باب:

اولیائے کرام

رحمهم اللّٰه تعالیٰ اجمعین

اللہ ﷻ کی جانب سے رشد وہدایت، رہنمائی اور پیشوائی کی سعادت مندیاں ہمیشہ سعید اور نیک بخت افراد کے حصے میں آتی ہیں۔سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر جناب خاتم النبیین ﷺ تک اپنے اپنے وقتوں میں بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے انبیائے عظام علیہم السلام کی جلوہ گری ہوتی رہی۔چنانچہ یہ سلسلہ ایک طویل مدت تک جاری وساری رہا۔جب بھی انسانیت کے لئے نورِ ہدایت کی ضرورت پیش آئی تو حق کی طرف سے کسی نئے نبی ورسول علیہ السلام کی بعثت ہو جاتی۔یوں بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراطِ مستقیم پر لانے اور قرب ووصال دلانے کا فریضہ ادا ہوتا رہا۔

نبوت ورسالت کے اس پاکیزہ سلسلہ کی آخری کڑی رحمۃ للعالمین سیدنا محمد ﷺ ہیں۔جنہیں تاجدارِ ختمِ نبوت بنایا گیا۔آپ ﷺ کی ہی نبوت وشریعت کا سکہ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔اس لئے بارگاہِ ایزدی سے آپ ﷺ کو لازوال وبے مثال کمالات اورعقلِ انسانی سے ماورآء اختیارات عطا کر کے آپ ﷺ کے نور ورحمت اور روحانی فیضان کو قیامت تک جاری رکھا گیا۔

وہ نفوسِ عالیہ جنہیں حضور نبی کریم ﷺ کے ظاہری وباطنی فیض کا امین ووارث بنایا جاتا ہے۔جنہیں مخلوقِ خدا کی ہدایت اور تزکیہ نفس کی عظیم ذمہ داری سونپی جاتی ہے،انہی نائبینِ تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ کو قرآن پاک میں اولیاء اللہ کے جلیل القدر لقب

سے نوازا گیا۔

﴿اَ لَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْن﴾ (۱)

''سنو! بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''(جمال القرآن)

اولیاء جمع ہے ولی کی، عالمِ ربانی مفسرِ قرآن حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قاموس میں ہے۔اَلْوَلْیُ: اَلْقُرْبُ وَالدُّنُوُّ. (۲)

یعنی ولی کا معنی قرب اور نزدیکی ہے۔ولی اس سے اسم ہے اس کا معنیٰ ہے قریب، محبّ، صدیق اور مددگار۔۔۔۔ پھر فرماتے ہیں کہ قرب کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ قرب جو ہر انسان بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے خالق سے ہے اور اگر یہ قرب نہ ہو تو کوئی چیز موجود نہ ہو سکے۔

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد.﴾ (۳)

''اور ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''

میں اسی قرب کی طرف اشارہ ہے۔دوسرا قرب وہ ہے جو صرف خاص بندوں کو میسر ہے۔اسے قربِ محبت کہتے ہیں۔قرب کی ان دو قسموں میں نام کے اشتراک کے سوا کوئی وجہِ اشتراک نہیں۔قربِ محبت کے بے شمار درجے ہیں۔ایک سے ایک بلند،ایک سے ایک اعلیٰ۔ایمان شرطِ اوّل ہے۔دولت ایمان سے مشرف ہونے کے بعد اہلِ عزم وہمت ترقی کے مختلف درجات طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔یہاں تک کہ اس

(۱) یونس ۱۰:۶۲

(۲) ابن منظور، لسان العرب، ۱۵/۴۰۵۔

(۳) ق، ۵۰:۱٦

بلند مقام پر فائز ہو جاتے ہیں جس کی وضاحت حضور رحمت عالمین ﷺ نے یوں بیان فرمائی:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا، فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وإِنْ سَأَلَنِي، لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي، لَأُعِيْذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ.(١)

''حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ مسلسل نفلی عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ

(١) ١۔ البخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب التواضع، ٥/٢٣٨٤، الرقم: ٦١٣٧

٢۔ وابن حبان في الصحيح، ٢/٥٨، الرقم: ٣٤٧

٣۔ والبيهقي في السنن الكبرى، ١٠/٢١٩۔

مانگتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔ میں نے جو کام کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی اس طرح تردد نہیں کرتا جیسے بندۂ مومن کی جان لینے میں کرتا ہوں۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی تکلیف ناپسند کرتا ہوں۔"(۱)

جید مفسرین ومحدثین مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جب ایک بندہ کامل اس مقامِ رفیع پر فائز ہوتا ہے تو اللہ ﷻ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی اس ولی کامل کے ذریعے اللہ ﷻ کی صفات کا اظہار ہوتا ہے۔ یہاں اس بندہ خدا سے کرامت کا ظہور ہوتا ہے وہ دور سے سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے اور عطا کردہ روحانی استعداد سے تصرفات بھی کرتا ہے۔

اللہ ﷻ کے وعدہ کے مطابق اس کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں امت کے پاک لوگوں کو اللہ ﷻ کے عطا کردہ روحانی اختیارات کے بیان کا ذکر موجود ہے۔سورہ نمل، سورہ مریم، واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت خضر علیہ السلام وغیرہ کی تلاوت کی جاسکتی ہے۔

درحقیقت اولیاء اللہ حضور نبی اکرم ﷺ کے سچے جاں نشین ہوتے ہیں ان سے عجیب وغریب کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ان کی دعاؤں اور برکتوں سے مخلوق کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔دنیوی واخروی عزتیں ان کے نام کر دی جاتی ہیں۔بعد از وصال شہداء کی طرح خصوصی برزخی حیات عطا کی جاتی ہے۔یہ اپنے اپنے مزاراتِ مقدسہ میں زندہ وجاوید ہوتے ہیں ان کے مزارات رحمتوں کے نزول کی جلوہ گاہ بنے ہوتے ہیں۔اس لئے زائرین کی وہاں حاضری برکت وسعادت کے حصول کا سبب بن جاتی ہے۔ان کے فیوضات وبرکات اور کرامات میں حضور نبی اکرم ﷺ کے فیوض وبرکات اور معجزات کی برکت موجود ہوتی ہے۔کراماتِ اولیاء قرآن مجید میں بھی بیان کی گئی ہیں، یہ برحق ہیں اور ان کا منکر کافر، گمراہ اور بے دین ہے۔مسلمان سلف صالحین علیہم الرحمۃ کی طرزِ فکر کو اپناتے

(۱) ضیاء القرآن، ضیاء الامت پر محمد کرم شاہ الازہری ۲:۳۱۲

ہوئے اولیاء کاملین علیہم الرحمۃ سے مدد مانگتے ہیں۔جو کہ بلاشبہ جائز ہے کیونکہ استمداد اواستعانت قرآن سے ثابت ہے۔اللہ ﷻ کو حقیقی مددگار، حقیقی مستعان یقین کرتے ہوئے اس کے ان نیک بندوں سے ظاہری حیات کی طرح بعد از وصال بھی استعانت کرنا درحقیقت اسی ہی سے مدد طلب کرنا ہے۔

پوری دنیا میں مسلمانوں کی کثرت اولیاء کاملین علیہم الرحمۃ کے لئے صدقات وخیرات، تلاوتِ قرآن پاک، ذکرِ الٰہی اور درود شریف وغیرہ ایصال ثواب کر کے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں۔اور اس ایصال ثواب کو بطور ادب نذر ونیاز کہہ دیتے ہیں جیسے کہ بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے۔ان کا یہ عمل مستحب ہے۔جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔صدیوں سے جاری حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایصال ثواب جو کہ گیارہویں شریف کے نام سے مشہور ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔اسی طرح بزرگانِ دین اور اولیاء کاملین علیہم الرحمۃ کے مزاراتِ طیبہ پر اس غرض سے چادر چڑھانا جائز ہے کہ صاحبِ مزار کی وقعت عوام کی نظروں میں پیدا ہو۔تاکہ لوگ ان کا ادب کریں اور ان سے برکت وفیض حاصل کریں۔البتہ بے جا اسراف جائز نہیں۔اس سے ضرور بچنا چاہیے۔ یہ بندگانِ خدا اپنی اپنی فانی زندگی کا لمحہ لمحہ مولا کریم کے نام کرتے ہوئے اپنی تمام نفسانی خواہشات اس کی رضا اور خوشنودی کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔ وہ بھی بندہ نوازی یوں کرتا ہے کہ فرش وعرش پر ان کے ذکر کو بلند کو دیتا ہے۔لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دیتا ہے بلکہ کائنات کی ہر شے ان سے محبت کرتی ہے اور ان کا خیال رکھتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود ان پاکانِ امت کے آستانے آباد ہیں۔تذکرے ہو رہے ہیں۔لاکھوں زائرین شب و روز ان کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں۔ان کے صدقے ان کی حاجات پوری ہو رہی ہیں۔کسی کے فتوؤں سے یہ سلسلہ رکتا نہیں بلکہ اور زیادہ بڑھتا ہے۔وہ اس لئے کہ کس جس نے انہیں یہ عظمت وکمالات عطا فرمائے ہیں ہمیشہ اسی قادر وقدیر خدا کی حکومت رہتی ہے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات میں صالحین متقین ساجدین صادقین اور عباد الرحمٰن وغیرہ جلیل القدر القاب سے ان کا تذکرہ کیا گیا۔اور باوفا سنگت اور پائیدار دوستی کو یوں بیان کیا کہ قیامت کے دن سارے تعلقات اور دوستیاں ختم ہو جائیں گی۔اس دن بھی یہ دوستی قائم ودائم رہے گی:

﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ.﴾ (۱)

''گہرے دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔بجز ان کے جو متقی (اور پرہیزگار) ہیں۔''(جمال القرآن)

پاکیزہ افراد سے محبت وعقیدت رکھنے والوں کے لئے یہ عظیم نوید ہے۔ہر نمازی ہر رکعت میں انہی انعام یافتہ اور ہدایت یافتہ لوگوں کی راہ پر چلنے کے لئے دعائیں مانگتا ہے۔﴿صراط الذین انعمت علیهم﴾ راستہ ان کا جن پر تونے انعام فرمایا۔کے مصداق یہی نفوس عالیہ ہیں۔یہ بھی انہی میں سے ایک جماعت ہے جن کے سروں پر انعام یافتہ وہدایت ہونے کا تاج سجایا گیا۔اس لئے جس مسلک وعقیدہ کے اختیار کرنے والوں میں اس مقدس جماعت کے افراد موجود ہوں وہی صراطِ مستقیم ہے۔کیونکہ باطل عقیدہ اختیار کرنے والا منصبِ ولایت پر ہرگز ہرگز فائز نہیں ہوسکتا۔

یہ حقیقت ہمیشہ ذہن میں رہے! کسی بڑے عالم،مفتی،ڈاکٹر،انجینئر اور نومسلم غرضیکہ کسی وقت کے حاکم ووزیر کا کسی مسلک وعقیدہ کو اختیار کرنا اس کی سچائی اور حق ہونے کی دلیل نہیں ہو جاتی۔ہاں جس مسلک وعقیدہ کے اختیار کرنے والوں میں داتا علی ہجویریؒ، خواجہ معین الدین اجمیریؒ، شیخ عبد القادر جیلانیؒ، امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ، حضرت شاہ نقشبندؒ، حضرت شہاب الدین سہروردیؒ، بابا فرید الدینؒ، حضرت سلطان باہوؒ، حضرت خواجہ محمد حیاتؒ، شیخ الاسلام خواجہ قمر الدینؒ، خواجہ فقیر محمد چوراہیؒ، خواجہ پیر جماعت علی شاہؒ، پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہؒ، خواجہ

(۱) الزخرف ۴۳:۶۷

غلام محی الدین غزنوی رحمهم الله تعالیٰ اجمعین جیسے اولیاء کاملین اور آئمہ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہوں تو اس کی سچائی اور حقانیت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔قرونِ اولیٰ سے لے کر یہ اعزاز واکرام تسلسل کے ساتھ فقط اہل سنت وجماعت کو حاصل ہے جو پاک وہند میں اہلِ سنت وجماعت بریلوی کے نام سے مشہور ہیں۔اور پوری دنیا میں اسی عقیدہ سے وابستہ افراد اللہ ﷻ کے محبوب ومقبول بندوں سے محبت وعقیدت رکھنا باعث سعادت ونجات سمجھتے ہیں۔

ان کے قریب ہو جائیے!

متعدد احادیث میں خود نبی کریم ﷺ نے بھی ان پاکیزہ افراد کی محبت وصحبت اور ہم نشینی کی ترغیب دی چنانچہ آئمہ حدیث احمد اور طبرانی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ.(۱)

''یعنی میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری خاطر محبت کرنے والوں، میری خاطر آپس میں بیٹھنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہوگئی ہے۔''

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں

(۱) ۱۔ مالك، الموطأ، ۲/ ۹۵۳، الرقم: ۱۷۱۱۔
۲۔ أحمد بن حنبل في المسند، ۵/۲۳۳، الرقم: ۲۲۰۸۳۔
۳۔ ابن حبان في الصحيح، ۲/۳۳۵، الرقم: ۵۷۵۔

عرض کی:

كَيْفَ تَقُوْلُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ. (۱)

''اے اللہ کے رسول ﷺ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن ان سے ملا نہیں ہے؟؟ فرمایا ہر شخص کی سنگت اس کے ساتھ ہوگی جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''(۲)

قرآن وسنت میں جہاں ان بندگانِ خدا ﷺ سے محبت وعقیدت رکھنے والوں کو خدا کی محبت اور قیامت کے دن بھی ان کی سنگت وصحبت کی نوید سنائی گئی ہے وہاں ان پاکانِ امت سے عداوت وبغض رکھنے والوں،ان کے مقام وعظمت کاا نکار کرتے ہوئے ان کی بے ادبی اور گستاخی کرنے والوں کو آخرت کے تباہ ہونے کی وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں۔قرآن پاک نے ایسے کوتاہ اندیشوں کو (جاھلون)اَن پڑھ اور (المنافقون)کے ٹائٹل سے پکارا یعنی اولیائے کاملین علیہم الرحمۃ کے کمالات کا منکر توہین وتنقیص کرنے والا اگرچہ عالم ہو، لوگ بھی اس کو عالم ہی سمجھتے ہوں لیکن قرآنِ پاک کی نظر میں وہ جاہل اور ان پڑھ ہے۔

وہ بندہ نواز الہٰ اپنے محبوبوں کی عزت وناموس اورعظمت ووقار کا خود دفاع

(۱) ۱۔ البخاری، الصحيح، كتاب الأدب، باب عَلَامَةِ الْحُبِّ فِي اللهِ ﷻ، ۲۲۸۳/۵، الرقم: ۵۸۱۷، ۵۸۱۸
۲۔ مسلم في الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب المرء مع من أحب، ۲۰۳۴/۴، الرقم: ۲۶۴۰،
۳۔ الترمذی فی السنن، کتاب: الزهد ، باب ما جاء أن الْمرءَ مَعَ مَن أحبَّ، ۵۹۶/۴، الرقم: ۲۳۸۷۔

(۲) ضیاالقران، ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری ۴۰۶:۲/۲۴۔

فرماتا ہے۔اپنے محبوب ﷺ کی زبانِ حق ترجمان پہ یوں گویا ہوا:

إِنَّ اللهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا، فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ. (۱)

''اللہ ﷻ فرماتا ہے: جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔''

خود ہی سوچیں!

ان لوگوں کو اپنا احتساب کرنا چاہیے جو اپنی تحریر وتقریر میں بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات کو محبوبانِ خدا علیہم الرحمۃ پر چسپاں کرتے اور ان کی توہین کرتے ہیں۔حالانکہ اہلِ محبت وعقیدت میں سے کوئی مسلمان کسی ولی شہید علیہم الرحمۃ کو الٰہ نہیں مانتا بلکہ اللہ ﷻ کا محبوب بندہ اور ولی ہی مانتا ہے۔اگر کوئی جاہل سادہ لوح مسلمان کسی مزار پر سجدہ کرتا بھی دکھائی دے آپ اس سے بھی پوچھیں تو وہ بھی صاحبِ مزار کو ولی ہی کہے گا۔اگر جہالت کی بنا پر اس نے مزار کو سجدہ کرنے والا جرم کیا بھی، تو علماء سے پوچھیئے کیا وہ مشرک ہو گا یا گناہگار؟ بلا امتیاز مسلک، اہل علم اور مفتی یہی کہتا ہے کہ وہ گنہگار ہے۔افسوس بعض متشدد اس غریب کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کرنا اسلام کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں مل کر اولیاء کاملین علیہم الرحمۃ کے مزارات مقدسہ کو ایسے غیر شرعی کاموں، غیر شرعی حرکات وسکنات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ ان کے مقدس آستانوں کو شرک کا اڈا قرار دیں۔ویسے بھی ان کے عقیدہ توحید کی کسی کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ تاجدارِ ختمِ نبوت ﷺ اپنے امتیوں کی گارنٹی دے گئے ہیں کہ وہ دنیا پرست تو ہو سکتے ہیں لیکن مشرک نہیں ہوں گے۔دراصل جو اپنے خود ساختہ عقیدہ جو

---

(۱) ۱۔ البخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب التواضع، ۲۳۸۴/۵، الرقم: ۶۱۳۷۔
۲۔ ابن حبان فی الصحیح، ۵۸/۲، الرقم: ۳۴۷۔

قرآن وحدیث کے بالکل برعکس ہے اس کے مطابق جو عمل نہ ہو اس کو شرک وبدعت اور حرام قرار دیتا ہے۔اس نظریہ کا اسلام کے آفاقی اور فطرتی عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ جس میں تعظیم وتوقیر کو عبادت قرار دے کر اہلِ اسلام کو مشرک قرار دیا جائے ایسے بناوٹی عقیدہ کو صحابہ کرام ﷺ سے لے کر سلف صالحین اولیاء کاملین علیہم الرحمۃ تک کسی کی بھی تائید توثیق حاصل نہیں۔

مرشدِ کامل کی پہچان!

ان مردانِ با صفا کی عظمت وشان جہاں قرآن وسنت میں موجود ہے وہاں ان کی ظاہری وباطنی علامات وخصائل کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْن.﴾ (۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (عمر بھر) پرہیزگاری کرتے رہے۔''(جمال القرآن)

﴿وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا.﴾ (۲)

''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر آہستہ آہستہ۔''(جمال القرآن)

﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا.﴾ (۳)

''اور جو رات بسر کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوئے۔''(جمال القرآن)

خود سید المرسلین ﷺ نے ان غلاموں کی عظمت اور علامت کو بیان فرمایا:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ ﷺ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: أَلَا

(۱) یونس ۱۰:۶۳

(۲) الفرقان ۲۵:۶۳

(۳) الفرقان ۲۵:۶۴

أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ؟ قَالُوْا: بَلَى، يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوْا، ذُكِرَ اللهُ ﷻ. (۱)

''حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تمہیں تم میں سے سب سے بہتر لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟ صحابہ کرام ﷡ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آ جائے۔''

علماء اسلام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں مرشدِ کامل پیر طریقت کے اوصاف وعلامات درج ذیل بیان فرمائی:

☆ الذین أمنوا۔ وہ صحیح العقیدہ ہو۔ اہل سنت وجماعت کے مسلمہ عقائد جو سلف صالحین آئمہ اولیائے کرام اور علماء حق علیہم الرحمۃ کے تائید شدہ ہیں۔ ان کا دل اور زبان سے کار بند ہو تا کہ لوگوں کو دین اسلام کے صحیح فہم اور شعور سے آگاہ کر سکے۔ یہ سب سے بڑی اور اہم شرط ہے۔ وہ شخص جو کمالات رسول ﷺ کا منکر ہو، نبی ﷺ اہل بیت اطہار، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیائے کاملین علیہم الرحمۃ کا خود بے ادب اور گستاخ ہو یا گستاخانہ کتب وعبارات لکھنے والوں کی ظاہری یا پوشیدہ تائید وحمایت کرتا ہو۔ اگرچہ وہ عالم اور شریعت کا پابند بھی ہو وہ ہرگز ہرگز ولی، مرشدِ کامل اور شیخِ طریقت نہیں ہو سکتا۔ اس طرح وہ شیخِ طریقت جو بدبختی سے سلف صالحین علیہم الرحمۃ کے طرزِ فکر سے ہٹتے ہوئے مسلک حقہ کے مسلمہ عقائد یا شریعت کے مسلمہ اصول سے بغاوت کر جاتا ہے، جیسے ہی اس کی گفتگو یا عمل سے مسلک اور شریعت سے بغاوت ظاہر ہو، پختہ یقین کر لیا جائے کہ یہ

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب من لا يؤبه له، ۲/۱۳۷۹، الرقم: ۴۱۱۹۔
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶/۴۵۹، الرقم: ۲۷۶۴۰۔

حضرت گمراہ ہو گئے ہیں۔فورا اس سے رشتہ بیعت ختم کر دیا جائے۔اب وہ بہروپیا تو ہو سکتا ہے ولی اور مرشد کامل نہیں ہوسکتا۔جیسے ریاض گوہر شاہی اورظہور وسایا وغیرہ۔

☆ اتنا علم رکھتا ہو کہ اسے احکامِ شرعیہ کا صحیح علم ہو۔شریعت کے احکام اور مقاصد کا بھی واقف ہو بالکل جاہل، ولی نہیں ہوسکتا ہے۔ولی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ظاہری علم حاصل کرے۔یا اللہ ﷻ اس کا سینہ اس مرتبہ پر پہنچنے پر یا اس سے پہلے کھول دے اور وہ عالم ہو جائے۔بہر حال حقیقت یہی ہے کہ ہر عالم ولی نہیں ہوتا لیکن ہر ولی عالم ضرور ہوتا ہے۔

☆ وہ تقوی، پرہیزگاری،تسلیم ورضا،صدق وامانت، استقامت وپارسائی جیسی اعلیٰ اسلامی، اخلاق صفات سے آراستہ ہو۔ نہ علانیہ طور پر کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو اور نہ فاسق وفاجر ہو، جب تک عقل سلامت ہے کوئی ولی کیسے ہی بڑے مرتبہ کا ہو شرعی احکام کی پابندی سے آزاد نہیں ہوسکتا۔ جو شرعی پابندی سے آزادی کا اعلان کرے وہ گمراہ اور بے دین ہے۔ ہاں اگر اس کی عقل ضائع ہو گئی ہو یا مجذوب ہو گیا ہو۔مگر ایسا شخص بھی شریعت کا مقابلہ ہرگز ہرگز نہیں کرسکتا۔

☆ وہ کسی پیرِ کامل کا بیعت ہو اور اس سے روحانی فیض حاصل کیا ہو اس کا سلسلہ بیعت وطریقت سندِ ارشاد واجازت اپنے پیر سے لے کر اولیائے کاملین علیہم الرحمۃ کے ذریعے حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس تک ثابت ہو، تاکہ اس پاکیزہ نسبت کے ذریعے تاجدارِ ختم نبوت ﷺ سے روحانی فیض حاصل کر کے مریدین کو منتقل کر سکے جو کامل نسبت نہ رکھتا ہو وہ بھی شیخِ طریقت ہونے کا اہل نہیں ہوسکتا۔

برادران اسلام! مذکورہ بالا شرائط واوصاف جس میں نہ پائی جائیں وہ ولی کامل نہیں۔شیخِ طریقت اور مرِشد کامل ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔بدقسمتی سے اگر ایسے نام نہاد دعویدار بہروپیے سے بیعت کر لی تو فورًا اس کی بیعت فسخ کیجئے۔ایسے شخص سے مرید ہونا محض باطل اور گناہ ہے۔ بلکہ اس کی بیعت خود فسخ ہو جاتی ہے۔فورًا اس ناکارہ آدمی سے

دور ہو جائیں ورنہ ایسے منافق بہروپئے کی سنگت وصحبت آپ کے عقائد واعمال کوخراب کر دے گی۔اپنی ایمانی دولت کو بچایئے اور اس کا دامن تھامیئے جو سرکار دو عالم ﷺ کا سچا درویش ہو،جس کا ظاہر وباطن محمدی فیض سے منور ہو،جس کی اداؤں کو دیکھ کر حبیب خدا ﷺ یاد آئیں اور چہرہ دیکھو تو خدا یاد آئے۔اس کی سنگت وصحبت آپ کو بھی محبت کے جام نصیب کر دے گی،اس کی نگاہ دعا آپ کو قرب و وصال کی منزل سے آشنا کر دے گی۔

ضرورتِ مرشدِ کامل!

انسان روح وجسم کا مرکب ہے یہ فطری طور پر کوئی فن ہنر یا علم سیکھنے کے لئے استاد کا محتاج ہے جس طرح احکام شرعیہ کے حصول کیلئے استادمحترم کی ضرورت ہوتی ہے۔اسی طرح طریقت وسلوک کے علم کے حصول کیلئے بھی کسی ایسی ہستی کو اپنا استاد ومرشد ماننا ضروری ہے جو راہِ طریقت کے اسرار وحقائق سے آگاہ ہو جس طرح جسمانی امراض کے علاج کیلئے معالج کی ضرورت ہوتی ہے۔اسی طرح روحانی بیماریوں کے مداوے کیلئے بھی روحانی طبیب کی از حد ضرورت ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ خالقِ روح وجسم نے قرآن حکیم میں اہل ایمان کو تقویٰ اور قربِ الٰہی کے راستے پر چلنے کے لئے وسیلہ اختیار کرنے کی تاکید فرمائی۔

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ.﴾ (۱)

''اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ۔''

(جمال القرآن)

ایمان سمیت وہ تمام اعمال،عبادت اور گناہوں سے اجتناب جس طرح اللہ ﷻ کا قرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ اور ذریعہ ہیں اسی طرح وہ مرشدِ کامل بھی وسیلہ ہے جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید سے غفلت اور دنیا میں رغبت کے رجحان کو دور کرکے دل

(۱) المائدہ ۳۵:۵

میں ﷺ کی تڑپ اور نبی کریم ﷺ کی محبت وعقیدت کی شمع روشن کر دے۔اس لئے سلف صالحین ﷺ نے ایسے مرشدِ کامل کی تلاش میں سینکڑوں میل پیدل سفر کئے ہیں۔پھر مرشدِ کامل کی نگاہ، دعا سے خودبھی مینارہ ہدایت بن کرمخلوقِ خدا کی رشد وہدایت کے لئے وسیلہ وذریعہ بن گئے۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعتِ مرشد ہے۔(۱)

یہاں تک کہ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے بھی اپنی کتاب صراطِ مستقیم میں لکھا ہے کہ مجاہدہ وریاضت سے پہلے حقیقی کامیابی حاصل کرنے کے لئے تلاشِ مرشد ازحد ضروری ہے۔یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بیعت نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ سنت ہے۔احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے کئی مواقع پر اہلِ ایمان سے بیعت لی۔ ہجرت، جہاد اور جنگ میں ثابت قدمی، ارکان اسلام کی پابندی، گناہوں سے اجتناب اور مخلوق خدا کی خیر خواہی، الغرض تقویٰ واخلاق اور سیرت وکردار کے مختلف پہلوؤں پر صحابہ کرام ﷺ سے لی جانے والے بیعت کی اتباع میں صوفیائے کرام، علماء ربانیین علیہم الرحمۃ نے تقویٰ وپارسائی اور تزکیہ نفس کے لئے بیعت کا سلسلہ شروع کیا جسے بیعتِ سلوک اور بیعتِ طریقت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس حقیقت میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ مقامات فقر وولایت اور سلوک وروحانیت کی منازل طے کرنے کے لئے بیعت ضروری امر ہے۔یہی وجہ ہے کہ صدیوں سے اولیاء کرام اور علماء ربانیین علیہم الرحمۃ کے درمیان تواتر کے ساتھ بیعت لینے کا پاکیزہ عمل موجود رہا،اب بھی ہے اور ان شاء اللہ رہے گا۔

ہوشیاری کی ضرورت ہے!

دنیا کے بازار میں اصل کے روپ میں نقل، راہبر کی شکل میں راہزن اور ظالم

(۱) قول جمیل، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

بہروپیئے نہایت چالاکی اور منافقت سے دنیا بٹورنے اور ایمان لوٹنے کے دھندے میں مصروف ہیں۔ بے شرع شعبدہ بازی دکھا کر اور بعض عامل صرف تعویذ گنڈے کے ذریعے اپنا پیر ہونا ظاہر کرتے ہیں۔اور اسی طرح بدعقیدہ گستاخانِ رسول ﷺ واہل بیت علیہم الرضوان کی تائید کرنے والے بظاہر شرع کی پابندی دکھا کر محافل ذکر کے ذریعے اپنا پیرِ طریقت ہونا ظاہر کرتے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو جو اپنے عقیدہ کے مطابق اولیائے کاملین علیہم الرحمۃ سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں، انہیں بھی اپنے جال میں پھنسا کر بے ادب، گستاخ اور شان رسالت ﷺ کے انکار کی تحریک میں شامل کر رہے ہیں۔

عارف رومی مولانا روم علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں۔ ہوشیار رہیے!

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہ ہر دستے نباید داد دست

''یعنی بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ بظاہر آدمی اور بہ باطن ابلیس ہوتے ہیں۔اس لئے ہر پیر کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔''

مفکر اسلام علامہ اقبال علیہ الرحمۃ بھی چوکیدارانہ آواز لگاتے ہیں:

لباس خضر میں ہزاروں راہزن بھی پھرتے ہیں
اس دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

بہر حال اصل اصل ہے نقل نقل ہے حقیقت حقیقت ہے اور ڈرامہ ڈرامہ ہے۔ ڈرامہ خواہ قسطوں کے لحاظ سے طویل بھی ہو جائے ایک دن اس کا اختتام ضرور ہوتا ہے۔ اس کے باوجود بفضلہٖ تعالیٰ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کی امت کسی وقت بھی ان مردانِ با صفا سے خالی نہیں ہوتی۔ ہمیشہ آپ ﷺ کے روحانی فیض سے فیضیاب ہونے والے نائبین رسول ﷺ یعنی اولیائے کاملین علیہم الرحمۃ موجود ہوتے ہیں۔انہی کے توسل سے فیوض وبرکات کا نزول اور دین اسلام کی ترویج واشاعت ہوتی ہے۔انہی کے ذریعے تزکیہ نفوس

اور تصفیہ قلوب کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

دراصل انہی نفوس قدسیہ کا اخلاق وکردار اور پیغامِ محبت اسلام کی صحیح تصویر پیش کرتا ہے۔ اس لئے کسی جماعت ومسلک میں ان کی جلوہ گری اس کے حق اور سچ ہونے کی علامت ہے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ آج تک جتنی اسلامی تحریکیں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوئی ہیں ان سب کی سر پرستی کسی مرد درویش کے ہاتھ میں تھی۔ برصغیر کے بت کدے میں توحید ورسالت کا پرچم بلند ہونا، روس میں اذان ومسجد ودرسگاہ کی پابندی کے باوجود لوگوں کے دلوں میں ایمانی شمع کا جلتے رہنا غرضیکہ دنیا کے کسی گوشہ میں بھی دینِ اسلام کا پیغام امن ومحبت کا پہنچنا انہی محمدی درویشوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

بدقسمتی سے ان کا نائبان رسول ﷺ اور اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ کی شان وعظمت اور خداداد کمالات وکرامات کے ماننے کے بارے میں بھی عادت ومشن کے مطابق وہابی نجدی فرقہ دو گروہوں میں تقسیم ہے۔ایک گروہ تو وہ ہے جو مرتبہ ولایت اور ان بندگان خدا علیہم الرحمۃ کی کرامات کا بالکل منکر ہے۔دوسرا گروہ نہ ادھر نہ ادھر۔مرتبہ ولایت تسلیم بھی کرتا ہے اور ساتھ ساتھ مخالفت بھی کرتا ہے۔ بلکہ حنفی نقشبندی کہلوا کر پیری مریدی بھی کرتا ہے۔ پیری کا روپ دھارتے ہوئے میلاد، نعت، محافل ذکر اور درود وسلام بھی پڑھتا ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان زیادہ سے زیادہ متوجہ ہوں جیسے ہی ان کا خانقاہی سلسلہ مضبوط ہو جاتا ہے اور جب لوگ قائل اور مائل ہو جاتے ہیں تو پھر آہستہ آہستہ انہیں نجدی وہابی افکار کی طرف مائل کرنے کے لئے تبلیغ اور تربیت شروع کر دیتے ہیں۔وہی نام نہاد پیران طریقت اپنے عقیدت مند نوجوانوں کو مزید پختہ نجدی وہابی بنانے کے لئے تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں اور سنٹرز میں جانے کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ جماعت نماز، روزہ اور دین کی تبلیغ کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں اور حقیقت میں یہ بھی وہابیت اور دیوبندیت پھیلانے کی ایک تحریک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ چند روزہ چلہ کرنے والا بھی

مقامات نبوت ﷺ کا انکار کرنا شروع کر دیتا ہے۔سلف صالحین اور اولیائے کاملین علیہم الرحمۃ سے تسلسل سے ثابت وتائید شدہ عقائد واعمال کو شرک، بدعت اور حرام کے فتوؤں سے اپنی تبلیغ کا آغاز کرتا ہے۔

شیطانی نظریہ توحید کا پرچار کرتے ہوئے کروڑوں مسلمانوں کو مشرک سمجھنا اور کہنا دین اسلام کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں العیاذ باللہ۔یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے مسلمانوں کو ہی مسلمان کرنے کے لئے کلمہ پڑھاتے ہیں۔اور ان کو کلمہ کا خود ساختہ مفہوم سمجھاتے ہیں۔ یہ اپنے زعم میں ان کو دائرہ اسلام میں داخل کرتے ہیں۔ بظاہر بڑے اخلاص، اخلاق، تقوی اور سنت کی پابندی کا اظہار کرتے ہوئے نہایت چالاکی سے اپنا عقیدہ چھپاتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا بھی جائے کہ آپ کا کس فرقہ سے تعلق ہے۔ داڑھی وعمامہ سمیت یہ سفید جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارا کسی فرقہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کو بھی معلوم ہے بلکہ یہاں ایک عیسائی پادری سے مذہبی معاملات پر گفتگو ہوئی وہ بھی اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ فرقہ واریت کے لحاظ سے ہماری کیا پوزیشن ہے کہ ہر مسلمان کسی نہ کسی فرقہ سے ضرور تعلق رکھتا ہے۔

برادرانِ اسلام ان کی اصل حقیقت سے پردہ اٹھانے کے لئے چالیس دن کے انتظار کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے پاس مولانا زکریا سہار نپوری کا تحریر کردہ تبلیغی نصاب (کتاب) ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ انہی سے لے کر مطالعہ کیجئے۔ ان میں متعدد مقامات پر آپ کو ان دیو بندی اور وہابی علماء کا تذکرہ بڑے اونچے القاب سے ملے گا۔ جنہوں نے اپنی کتاب میں حضور نبی کریم ﷺ کے کمالات کا انکار کیا۔ اور توہین آمیز عبارات اور ادب واحترام سے عاری الفاظ بارگاہ رسالت ﷺ میں استعمال کئے۔جن کی وجہ سے عرب وعجم کے جید علمائے حق اور وقت کے اولیائے کاملین علیہم الرحمۃ نے تحریر وتقریر میں ان کی مذمت وتردید کی۔ اور ان کو تجدیدِ ایمان کرنے کے ارشاد فرمائے۔انہی کتب کی وجہ سے امت مسلمہ اختلاف وانتشار کا شکار ہوئی۔توہین وتنقیص رسالت ﷺ کا

ایسا باب کھلا کہ پھر اپنوں نے بھی اور غیروں نے بھی بڑی جرأت اور بے باکی کا اظہار کیا۔ **العیاذ باللہ**

تبلیغی نصاب میں لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت وعقیدت جاگزیں کرنے کے لئے خود ساختہ القاب اور من گھڑت حکایات کا سہارا لے کر ان کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے قاسم نانوتوی کو حجۃ الاسلام، اشرف علی تھانوی کو حکیم الامت، رشید احمد گنگوہی کو قطب الارشاد، محمود الحسن کو شیخ الہند اور خلیل احمد انبیٹھوی کو عالم ربانی لکھا ہے۔ اگر وقت ہو تو ان مذکورہ علماء دیوبند کی اردو کتب جن میں ابھی تک گستاخانہ عبارات موجود ہیں کا مطالعہ کر کے تسلی کر سکتے ہیں۔

☆ عقیدۂ ختمِ نبوت کا انکار کیا۔[1]

☆ عمل میں امتی کا نبی کے مساوی ہونا بلکہ بڑھ جانا لکھا ہے۔(معاذ اللہ)[2]

☆ حضور ﷺ کے علم غیب کو جانوروں، بچوں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی گئی۔(نعوذ باللہ)[3]

☆ شیطان کا علم حضور ﷺ سے زیادہ لکھنے کے ساتھ ساتھ ایک خواب لکھا گیا جس میں بتایا گیا کہ علماء دیو بند کی وجہ سے حضور ﷺ کو اردو بولنا آ گئی۔(نعوذ باللہ)[4]

☆ حضور ﷺ کی صفت خاصہ رحمۃ للعالمین کا انکار کیا گیا۔(استغفر اللہ)[5]

(۱) تحذیر الناس،مولوی قاسم نانوتوی ۱۳
(۲) تحذیر الناس،مولوی قاسم نانوتوی ۵
(۳) حفظ الایمان، مولوی اشرف علی تھانوی ۸
(۴) براھین قاطعه،مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ۵۵
(۵) فتاویٰ رشیدیه، مولوی رشید احمد گنگوھی

حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کو نعوذ باللہ کافر لکھا گیا۔ مزید ان کے ممدوحین کی کتب تقویۃ الایمان اور بلغۃ الحیر ان وغیرہ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو صرف چند تبلیغی جماعت کے اکابر کے عقائد ونظریات بطور نمونہ پیش کئے گئے۔

اب آپ ایمانی دنیا اور اپنی عقبیٰ کو پیش نظر رکھ کر خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا ایسے عقائد ونظریات والے مذکورہ بالا القاب کے اہل ہو سکتے ہیں؟ پھر بھی کتنی جرات سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہمارا کسی فرقہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم تو فقط مسلمان ہیں۔ مذکورہ بالا دیوبندی اور وہابی علماء کے ہم عصر وہ مشائخ عظام اور علمائے اسلام علیہم الرحمۃ جنہوں نے دینِ اسلام کی تبلیغ ان عقائد ونظریات کے مطابق کی جو خلفائے راشدین،صحابہ کرام،اہل بیت اطہار، اولیائے کاملین اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے عقائد ونظریات کے عین مطابق اور تائید شدہ ہیں۔انہوں نے خوف خدا اور حب رسول ﷺ کو مرکز ومحور بنا کر اہل بیت،صحابہ کرام اور اولیائے کاملین رحمہم اللہ کی عزت وناموس کا علم بلند رکھا۔

جن کی ولایت وکرامت اور دیگر دینی خدمات کے چرچے زبان زدِ عام ہیں۔ میری مراد تحریک آزادی کے ہیرو علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ ہیں۔

۵۶ سے زائد علوم پر دسترس رکھنے والے ایک ہزار سے زائد تصانیف رقم کرنے والے مجددِ دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ہیں۔علامہ اقبال جیسا مفکر جنہیں اپنے وقت کا امام ابوحنیفہ لکھتا ہے۔

دنیائے اسلام کے نامور عالمِ دین فیض نبوت کے امین علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ہیں جنہوں نے علم وحکمت کا اک جہاں آباد کیا۔

امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ اور حضور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ ہیں جنہوں نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیر دیا۔

قطب وقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ کی کرامات اور دینی خدمات خصوصا جھوٹے مدعی نبوت قادیانی کو مناظرہ، مباہلہ کا چیلنج کرنا اورتحریر وتقریر کی دنیا میں شکست فاش دینا کون نہیں جانتا۔

ان کے علاوہ اس مقدس مشن ونظریہ کے سینکڑوں علمائے ربانی اور مشائخ عظام علیہم الرحمۃ بھی موجود تھے۔کسی کا بھی اسم گرامی اور دینی خدمات کا تذکرہ کرنا تبلیغی نصاب میں گوارہ نہیں کیا گیا۔اس کے برعکس وہ علماء جنہوں نے برصغیر میں وہابیت وخارجیت کے فروغ کے لئے کام کیا، سلف صالحین کے عقیدہ کے خلاف خود ساختہ عقائد پیش کئے اور محبوبان خدا ﷺ کی بارگاہ میں توہین آمیز الفاظ استعمال کئے، جن کی کتب کی وجہ سے مسلم قوم کے گھروں میں اور مساجد میں لڑائی جھگڑے شروع ہوئے۔ ان کے نام خود ساختہ القاب اورمن گھڑت روایات کے ساتھ ذکر کئے گئے۔

اس کے باوجود یہ دینی نام نہاد مبلغین سر عام جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارا کسی فرقہ سے کوئی تعلق نہیں۔ خالق اور مخلوق کے سامنے ان کی یہ بہت بڑی جرأت ہے۔ ہاں مخلوق کو تھوڑے وقت کے لئے دھوکے میں رکھا جا سکتا ہے لیکن دلوں کے بھید جاننے والے کی بارگاہ میں ان لوگوں کو ہرگز قرب ورسائی حاصل نہیں ہوسکتی جن کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ اور ہو۔

لکھتے کچھ اور ہیں سناتے کچھ اور ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ باطنی تقویٰ اور باطنی اخلاص سے بالکل محروم ہیں۔یہ اپنی دورُخی پالیسی کی وجہ سے نورانیت اور روحانیت سے کوسوں دور ہیں۔ حالانکہ موجودہ دور میں اہل تشیع اور دیو بندی وہابی فرقہ کے درمیان جاری انتہا پسندی قتل وغارت باہم تحریری وتقریری ردعمل اورمعمول کی مذہبی سرگرمیوں سے پوری امت پر ان کے عقائد ونظریات بالکل عیاں ہو گئے ہیں۔ کتابی شکل میں اور اشتہاری صورت میں واضح ہوگیا۔ ایک طرف مقامات صحابہ ﷺ کا انکار اور توہین ہو رہی ہے۔ دوسری طرف کمالات سید المرسلین ﷺ کا

انکار، توہین وتنقیص اور اہل بیت اطہار ﷺ سے بغض وحسد کا اظہار ہو رہا ہے۔ مجموعی لحاظ سے دونوں گروہ مقبولانِ بارگاہ الٰہیہ علیہم الرحمۃ اورمحبوبانِ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں۔**العیاذ باللہ**

لہٰذا برادران اسلام! اغیار کی سازش کارفرما ہے اللہ ورسول ﷺ کی محبت مؤمن کامل ہونے کی شرط اول ہے۔محبوب دو عالم ﷺ کی آل اور آپ ﷺ کے اصحاب ﷺ سے عقیدت ومحبت خدا ورسول ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔ وہابیت ورافضیت کسی روپ میں بھی آئے ان کی سازش اور چال سے اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو اور اوروں کو بھی بچاؤ۔ ورنہ ایسے ہی ہو جاؤ گے کہ

☆ ایمانی دعوی تو ہوگا لیکن ایمانی حلاوت سے محروم ہو جاؤ گے۔

☆ ظاہری تقوی شاید نظر آئے لیکن باطنی تقوی جسے قرآن نے اللہ ﷻ کے محبوب وبرگزیدہ بندوں کے ادب واحترام کو قرار دیا ہے اس سے بہت دور ہو جاؤ گے۔

☆ اسلامی عقائد صحیحہ اور پاکیزہ معمولات کو بھی شک کی نظر سے دیکھو گے۔

☆ ان کی صحبت وتربیت سے تم خود بھی آہستہ آہستہ نبی کریم ﷺ کے کمالات واعزازات کے منکر ہو جاؤ گے اور مولوی کی بات کو نبی ﷺ کی ذات پر ترجیح دینا شروع کردو گے۔

☆ اہل بیت اطہار خصوصا حسنین کریمین ﷺ اور مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کا تمہارے دل میں بغض وحسد کا بیج بو دیا جائے گا۔تم بھی نواسہ رسول ﷺ سیدنا امام حسین کو نعوذ باللہ باغی اور یزید پلید کو امیر المومنین اور جنتی کہنے میں ان کی ہمنوائی کرو گے اور خانوادہ رسول ﷺ کی عظمت اور واقعہ کربلا کی وقعت کو لوگوں کے دلوں سے ختم کرنے کی سازش میں شریک ہو جاؤ گے۔

☆ صحابہ کرام ﷺ جن کے ایمان وتقوی کی تصدیق وتائیداللہ ﷻ اور رسول ﷺ نے فرمائی ہے ان کے عقائد واعمال کو تو ناقدانہ نظروں سے دیکھو گے۔صحابہ کرام ﷺ سے شاید محبت کا دعویدار بن جاؤ لیکن ان کے عقائد اور بارگاہ رسالت کی تعظیم وتوقیر کے معمولات کو شرکیہ قرار دو گے۔

☆ ان کے علماء کی خود ساختہ حکایات پڑھ کر آپ ضرور ان کے عقیدت مند بن جائیں گے لیکن وہ اولیائے کاملین جنہیں اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کے فیضان کا امین بنایا ہے، جن کی دعوت وتبلیغ، زیارت اور کرامت سے کروڑوں کافر ومشرک افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور جنہوں نے کفر کے ایوانوں میں توحید ورسالت کا پرچم بلند کیا۔ جو صراط مستقیم کی علامت ہیں۔ ان نفوس قدسیہ کے مزارات آج بھی مرجع خلائق ہیں۔ جن کی محبت وعقیدت کو اللہ ﷻ نے اہل ایمان کے دلوں میں نقش کر دیا ہے لیکن آپ ان کی محبت وعقیدت کو توحید کے خلاف قرار دے کر ان کے آستانوں کو شرک کا اڈا قرار دیں گے۔

☆ اب تمہیں تو گنبد خضرا میں سرور دو جہاں ﷺ کے حضور حاضری بھی بے فائدہ دکھائی دے گی۔ بلکہ بناوٹی عقیدہ توحید کے خلاف سمجھو گے۔ کوشش کرو گے کہ تمہارے کہنے سے کوئی رک جائے۔لیکن اللہ ﷻ نے ورفعنا لک ذکرک کا وعدہ پورا فرمانا ہے۔ اس لئے کروڑوں مسلمان طلب شفاعت ورحمت کے لئے حاضر ہوتے رہیں گے۔

☆ پھر ایک وقت ایسا آجائے گا العیاذ باللہ تعالیٰ آپ درود سلام پڑھنے سے بھی گریز کریں گے بلکہ ہر وہ عمل جس سے آپ کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ سے محبت وعقیدت پیدا ہو یا عام دنیا کے سامنے جس عمل سے تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کی عظمت وکمال کا چرچا ہو اس ایمان افروز پاکیزہ عمل سے آپ کو شرک، بدعت اور حرام کے فتووں سے ڈرا کر دور رکھا جائے گا۔ مسلسل بدعقیدگی اور

بے ادب ماحول کی وجہ سے محبوب خدا ﷺ کی بے عیب ذات میں بھی آپ نقص وعیب تلاش کرنا شروع کر دیں گے۔ آپ انہیں اپنے جیسا محض بے اختیار بشر اور بڑا بھائی خیال کرنے لگے جائیں گے۔

اپنے علم، عبادت اور بظاہر شرعی پابندی پر غرور وتکبر کا مجسمہ بن جاؤ گے اور پاکان امت کے مقام ومرتبہ کا انکار کرنا ضروری خیال کرو گے۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ جوعقیدہ توحید کی سب سے بڑی دلیل ہیں ان کی شان وکمالات کا انکار کرنا توحید کی بڑی خدمت خیال کرو گے۔ نعوذ باللہ من ذلک اور علماء حق کی تقاریر اور اولیاء کاملین کی مجالس میں شرکت سے آپ کو روک دیا جائے گا۔

لمحہ فکریہ!

برادران اسلام! زندگی موت کی امانت ہے۔ کسی وقت اور کہیں بھی موت کا بلاوا آ سکتا ہے۔ اگر ایسی بدعقیدگی، بے ادبی، بے یقینی اور بے ایمانی کی حالت میں موت کے شکنجے میں گرفتار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا جواب ہو گا۔ وہ غفور رحیم، اعمال کی کوتاہیاں اپنے فضل سے معاف فرما دیتا ہے۔ لیکن عقیدہ کی کوتاہی بالکل معاف نہیں کرتا۔ شرک اور بارگاہ رسالت کی ادنیٰ سی گستاخی وبے ادبی سے بھی اعمال صالحہ کا سارا ذخیرہ آناً فاناً ضائع کر دیا جاتا ہے۔ ذرا سوچیں مولویوں کے کہنے سے نبی ﷺ کی بے ادبی کرنا اور تعلق توڑنا کتنی بڑی حماقت ہے۔ اگر عداوتِ رسول، بغضِ اہل بیت اطہار اور توہینِ صحابہ کرام ﷺ کے باطل عقیدہ کے ساتھ اچانک قبر میں جانا پڑ جائے، قبر کی تاریکی، تنہائی اور بے بسی کے اس عالم میں نبی کریم ﷺ کی جلوہ گری پر نکیرین کے تجھ سے فیصلہ کن سوال

ما كنت تقول في هذا الرجل؟

تو اس ہستی کے بارے میں مرنے سے پہلے کیا کہا کرتا تھا؟

اس وقت مصطفیٰ کریم ﷺ کی بارگاہ میں کیا جواب ہوگا؟

ایسے عقائد ونظریات سے پناہ مانگیے جن سے اللہ اور مصطفیٰ ﷺ کے سامنے شرمندگی ہو۔ نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے محرومی ہو اور آخرت تباہ وبرباد ہو۔

کلمہ توحید پڑھنے والو! نبی کائنات ﷺ نے اپنی نگاہِ نبوت سے اپنی امت پر آنے والے موجودہ حالات اور واقعات سے اپنی امت کو پہلے ہی باخبر کر دیا تھا کہ میری امت پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ سوئیں گے تو ایمان کی حالت میں، اٹھیں گے تو ایمان سے محروم ہوں گے یعنی شام کو ایمان دار ہوں گے اور صبح کو ایمان سے محروم۔ یقیناً وہ فتنہ وفساد اور آزمائش کا یہی دور ہے۔

بارش کے قطروں کی طرح فتنے نمودار ہو رہے ہیں۔ بدعقیدگی اور بے حیائی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ نیکی ختم ہو رہی ہے۔ برائی پھیل رہی ہے۔ سچائی مٹتی جا رہی ہے اور جھوٹ تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے۔ بدعقیدگی اور بے یقینی کا دور ہے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ایسے حالات میں وہی لوگ محفوظ ہوں گے جو اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگیں گے۔ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ ایسے لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا نہ کہ ایسے لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا۔

ایمان وآخرت کی فکر کرنے والو! اس سے بڑی بدنصیبی اور گمراہی کیا ہوگی کہ وہ انعام یافتہ جن کے نقش قدم کو صراط مستقیم کہا جاتا ہے ان کی توہین وتنقیص کی جا رہی ہے۔ ان کے ایمان اور تقوی کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلائے جا رہے ہیں۔ ان کی عظمت ووقار کو پامال کیا جا رہا ہے۔ سید الانبیا ﷺ ہوں یا اہل بیت اطہار، جاں نثار صحابہ کرام ہوں یا اولیاء کاملین رحمہم اللہ، ان مقدس نفوس عالیہ کے بارے کیا لکھا اور کہا جا رہا ہے۔ اہل ایمان خون کے آنسو روتے ہیں۔ کہ گستاخ و بے ادب لوگوں کی بے لگام زبانیں زندگی کی ساری حدیں پھلانگ گئی ہیں۔

بہرحال

الحمد للہ!

بدعقیدگی اور بے ادبی کے ایسے حالات میں خداوند ذوالجلال کے کرم اور مہربانی سے سواد اعظم اہل سنت وجماعت موجود ہے، جو برصغیر میں (بریلوی) کے نام سے مشہور ہے یہ وہ واحد جماعت ہے جس کے افراد نبی کریم ﷺ کی ذات والا صفات کو محبت وعقیدت کا مرکز ومحور یقین کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کے باعظمت صحابہ رضی اللہ عنہم سے دل وجان سے محبت کرتے ہیں آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی عزت وتوقیر کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں اور آپ ﷺ کے ظاہری وباطنی فیضان کے امین اولیائے کاملین رحمہم اللہ کی محبت وعقیدت کو ذریعہ نجات وسعادت سمجھتے ہیں۔ جملہ اولیائے کاملین رحمہم اللہ کا ابتداء سے آج تک اسی مسلک کے اختیار کرنے والوں میں سے ہونا اس کی حقانیت اور سچائی کی لازوال اور بے مثال دلیل ہے۔

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ نجات ھدی
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

اور

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول ﷺ
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

انتہا پسند، متشدد، تنگدل اور فساد کو جہاد کا نام دینے والوں سے

دردمندانہ گذارش ہے کہ:

اس روش سے باز آجائیں۔ غیر مسلم کو دین حق میں داخل کرنے کی بجائے مسلم

قوم کو کافر ومشرک قرار دینے کا مشغلہ ترک کر دیں۔تم بہت سے گھر اجاڑ چکے ہو۔ بچے بچیاں یتیم کر چکے ہو۔ بہت سی بدقسمت عورتوں کو بیوگی کا داغ دے چکے ہو۔ بہت سے گھروں کے چولہے بجھا چکے ہو۔ بہت سی مساجد کو اجاڑ چکے ہو اور عیسائیوں اور یہودیوں سے اسلام جیسے پُر امن مذہب کو دہشت گردوں کا مذہب قرار دلوا چکے ہو۔ خدارا اب اس اُمت مرحومہ پر ترس کھاؤ۔ سلف صالحین، علماء ربانیین کی طرح نظریاتی اختلاف کا مقابلہ حقائق ودلائل سے کرنے کی عادت بناؤ۔ جذبات، اشتعال، انتقام اور تنگ دلی کے بجائے علم، بردباری، قوت برداشت اور وسعت قلبی کا ثبوت دیتے ہوئے دلائل وحقائق کی دنیا میں سوال کرنے اور جواب دینے کا حسین وپرامن طریقہ اپناؤ۔ ویسے بھی سچائی اور حقانیت کی قوت موجود ہو تو حتی الامکان اسلحہ اور بارود کے استعمال کی ضرورت نہیں رہتی۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ناحق قتل وغارت اور اسلحہ وبارود کی دہشت سے کسی نظریاتی تحریک کا ختم کرنا ناممکن ہے۔ ہاں حق خود ایک لازوال قوت ہے جو باطل کے سازشی طوفان میں بھی اپنا وجود قائم رکھتا ہے۔ایک دن باطل پرست امن وسکون اور اخروی کامیابی کے لئے حق کے پرنور اور پرسکون رحمت بھرے سائبان کے سائے میں پناہ لیتے ہیں۔اب فی سبیل اللہ فساد کا منشور ترک کر دینا چاہیے۔موت سے پہلے ناحق قتل وغارت کا سلسلہ روک دینا چاہیے اس خوفناک دھماکہ سے پہلے اللہ ﷻ کی بارگاہ میں تائب ہو جانا چاہیے۔

کیونکہ

آپ دنیاوی عدالت میں بری ہو سکتے ہیں۔حکومتی کارندوں سے چھپ کر جان بچا سکتے ہیں۔لیکن اللہ ﷻ کی سب سے بڑی عدالت سے کیونکر بچو گے۔ **أحکم الحاکمین** کے سپاہیوں سے چھپنا یقیناً محال ہے۔

اے زندگی کے مسافرو!

اگر دولت ایمان کو سب سے عظیم یقین کرتے ہو تو اپنے آپ کو قوتِ قرآن سے اور محبت رسول ﷺ سے لیس کر کے اغیار کی ہر سازش کو ناکام بنا دو۔ تاریخی من گھڑت روایات جو قرآن وسنت کے مفہوم وموقف کے خلاف ہیں انہیں ردی کی ٹوکری میں ڈال دو۔

قرآن وحدیث میں جن پاکیزہ ہستیوں کی تعریف وتوصیف اور عظمت وکمال کو بیان کیا گیا ہے، ان کی عظمت اور کمال کو دل وجان سے تسلیم کرنا اپنا شعار بناؤ اور ان سے محبت وعقیدت اور ادب واحترام کے بارے میں جو قرآنی صدا ہے اسے اپنی پکار بناؤ۔

آؤ! اولیائے کاملین کے عقائد ومعمولات کو اپناتے ہوئے توحید ورسالت اور امن ومحبت کا اسلامی پرچم بلند کریں۔ دیارِ غیر میں بھی اپنے نبی کریم ﷺ کی عظمت وکمال کے نعرے لگائیں۔

نفرتوں کے بت توڑتے ہوئے محبتوں کے دیئے جلاتے جائیں۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پہ شفقت کے سبق پڑھاتے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے لئے جینے اور مرنے کا گر سیکھتے اور سکھاتے جائیں۔

کفر کے ایوانوں پر توحید اور ختم نبوت کے پرچم لہراتے جائیں۔ اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کی صداؤں سے یورپ کے در و دیوار کو گواہ بناتے جائیں۔ عبادت وریاضت اور درود وسلام کی کثرت سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو مناتے جائیں۔ یہاں تک کہ پیغام اجل آئے اور یوں دنیا سے مسکراتے جائیں کہ نزع کے وقت سلامت میرا ایمان ہے۔

آمین بحق سید المرسلین.

الحمد للہ رب العالمین، صلی اللہ تعالی علی حبیبه سیدنا محمد وآل سیدنا محمد وأصحاب سیدنا محمد وبارک وسلم.

۱۰ بجے رات

بروز پیر یکم اپریل ۲۰۰۲ء

۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

﴿دعائیہ کلمات﴾

اب بصد ہزار عجز و انکساری بارگاہ رب العزت میں درخواست گذار ہوں کہ اے اللہ کریم اپنی رحمت وعنایت سے اس ناچیز، اس کے والدین، اولاد، بہن بھائی، خویش واقارب، دوست احباب اور''آواز ایمان'' پڑھنے والے افراد کو نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ، اہل بیت اطہار ؑ، صحابہ کرام ؓ، آئمہ مجتہدین ؒ، علمائے ربانیینؒ، اولیائے کاملینؒ کے طریقہ وعقیدہ پر استقامت نصیب فرما اور اپنی محبت و رضا اور محبوب مکرم ﷺ کی محبت و خوشنودی کا نور عطا فرما۔

خاتمہ بالایمان کے ساتھ دنیا سے جانا، قبر وحشر میں صالحین کی صحبت میں رہنا مقدر فرما۔ دنیا وآخرت کی ذلت و رسوائی اور ندامت وشرمساری سے بچا، اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ الوہیت اور اپنے رسول گرامی ﷺ کی بارگاہ رسالت میں شرف قبولیت دیتے ہوئے اُمت مسلمہ کیلئے ہدایت اور ایمانی حفاظت کا ذریعہ بنا اور عصیاں شعار کیلئے ذخیرہ آخرت بنا، حضور مرشد گرامی کا فیضان دنیا آخرت میں نصیب فرما، آمین۔

يَا رَبَّ العٰلمِيْنَ، يَا اَكرَم الاكرمِيْنَ، فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ اَنْتَ وَلِيُّنا فِي الدُّنيا وَالاٰخِرَة تَوَفَّنَامُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحيْنَ. اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ بِجَاهِ نَبِّكَ المُصْطَفىٰ وَرَسُولِكَ المُرْتَضىٰ طَهِّرْ قُلُوْبَنَا مِنْ كُلِّ وَصْفٍ يُبَاعِدُنَا عَن مُشاهَدَتِكَ وَمُحَبَّتِكَ وَاَمِتْنَا عَلى السُّنَةِ وَالجَمَاعَةِ وَالشوقِ اِلٰى لِقَاءِ كَ ولِقَاءِ حبِيبِكَ يَا ذالجلالِ والاكرام. اٰمين، اٰمين، اٰمين يَا اَرْحَمَ الرّاحِمِين.

۞ ۞ ۞